New Era Magazine
سرتاب الفت
از قلم منال مہر
NEW ERA MAGAZINE
www.neweramagazine.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مکمل ناول)

سرتاب الفت

از منال مہر

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

کمرے کی جامد خاموشی میں اس کی کانپتی آواز گونجی۔آپ مان جائیں اُن کی بات جو وہ چاہتی ہیں ویسا ہی کریں۔آپ مجھے۔۔۔۔

اس کی دھاڑ نما آواز پر اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔مہربانی کر کے اپنی بکواس بند رکھو۔اس کی بے تکی بات اسے غصہ دلا گئی۔

اس کی دھاڑ پر وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔پھر ہمت مجتمع کرتی ہوئی بولی۔مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ یہ میری لائف ہے میں اپنی مرضی سے جینا چاہتی ہوں۔آپ کی یہ زور زبردستی اب نہیں چلے گی۔وہ بھی چیختی ہوئی بولی۔

وہ اس کی اتنی دیدہ دلیری پر حیران ہوتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے جب ٹھکانے پر آئے گا تب بات کرنا۔وہ اسے ہاتھ سے سائیڈ پر ہٹاتا آگے کی طرف بڑھا۔

وہ بھاگتی ہوئی پھر سے اس کے سامنے آئی۔میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے مجھے ابھی آپ سے بات کرنی ہے۔

اس نے غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے گھورا۔

وہ ایک پل سہم سی گئ تھی۔کیا اس نے یہ بات چھیڑ کے سہی کیا تھا۔اسے صرف اپنی تکلیف نظر آرہی تھی۔سامنے کھڑے وجود کو اس کی باتوں سے کتنی تکلیف ہوئی ہو گی یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

مجھے تم سے اس قسم کی کوئ امید نہیں تھی۔تم سوچ بھی نہیں سکتی تمہاری باتوں نے مجھے کتنی تکلیف دی ہے۔

وہ بغیر اس کی مزید کوئ بات سنتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی وہ سسکتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئ۔رفتہ رفتہ اس کی سسکیوں کی آواز بلند ہوتی چلی گئ۔

کوئ مجھے نہیں سمجھتا آپ بھی نہیں۔

وہ روتی ہوئی خود سے شکوہ کناں تھی۔اس وقت جیسے وہ سب سے خفا تھی۔

سمجھتے کیا ہیں خود کو۔میں اُن کے لیے مری جارہی ہوں۔

بالکل!حفصہ کے لقمہ دینے پر اُس نے بری طرح اُسے گھورا۔

تم میری دوست ہو یا اُنکی۔ اپنا منہ بند رکھ۔ وہ چڑتی ہوئی بولی۔ مجھے دیکھ کر اُن کے ماتھے پر ایسے بل آ جاتے ہیں۔ اور اُس میک اپ کی دکان سے کیسے ہنس ہنس کر بات کر رہے تھے۔ دیکھا تھا تم نے۔ وہ اُس کی طرف مڑتی ہوئی بولی۔ حفصہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا۔ جب وہ ایک دفعہ پھر نان سٹاپ شروع ہو چکی تھی۔ تم نے کیسے دیکھا ہو گا تم تھوڑی ناواہاں تھی۔

تم ہی بتاؤ حفصہ کیا اُنہیں مجھ جیسی خوبصورت، خوب سیرت، کم عمر، حیادار لڑکی کہی مل سکتی ہے۔ وہ مصنوعی آنسو صاف کرتی بھرپور اداکاری کرتی اس کی ہمدردی سمیٹنے کے چکروں میں تھی۔

خیر جتنی خوبیاں تم گنوا چکی ہوں یہ آج تک مجھے نظر نہیں آئی انہیں کیا خاک نظر آئے گی۔

حفصہ کی گوہر افشانیاں سُن کر اس کا پارہ چڑھا۔ وہ اس کی طرف مڑتی ایک دھموکا اس کی کمر میں رسید کر چکی تھی۔ کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا بتانا پسند کرو گی۔

اس کی گھوریوں کو دیکھتی وہ اپنی کمر سہلاتی معصومیت سے بولی۔ میرا مطلب ہے بالکل تمہارے جیسی اتنی خوبیوں کی مالک لڑکی انہیں کہاں ملے گی۔

بالکل وہ فخریہ گردن اکڑا کر بولی۔

NEW ERA MAGAZINE

حفصہ نے تاسف سے اس کی پیٹھ کو گھورا۔

محبت کی تجارت میں خسارہ کون دیکھے گا

سمندر کون دیکھے گا، کنارہ کون دیکھے گا

تمہیں دلکش بنایا ہے مری ساحر نگاہوں نے

مرے انداز سے چہرہ تمہارا کون دیکھے گا

یہ کارزارِ عشق ہے اپنے پرائے ایک ہیں

تیر کس نے کس کو مارا کون دیکھے گا

تو بچھڑے گا ترے ہمراہ جائیں گی مری آنکھیں

تمھارے آنے جانے کا نظارہ کون دیکھے گا

جو عاشق ہے وہ جائے گا اگر سوہنی پکارے گی

بپھرتے تیز دریاؤں کا دھارا کون دیکھے گا

ذرا سا فاصلہ ہوتا ہے ملنے میں بچھڑنے میں

تری خاطر ٹریفک کا اشارہ کون دیکھے گا

وہ مسلسل ایک ہی زاویے پر بیٹھی اُسے گھورنے میں مصروف تھی جب اس کی دوست ملائکہ نے اسے ٹھوکا دیا۔

ماہ نور! خدارا اپنی نظروں کو قابو کرو۔ آنکھیں کھولو اور اپنے اور اس کے بیچ کے فرق کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ تو دوستی بھی حیثیت دیکھ کر کرتا ہے تمہیں لگتا ہے وہ تم سے محبت جیسے جذبے میں بندھے گا وہ تم سے دوستی کرنا بھی پسند نہیں کرے گا۔

ماہ نور نے چہرہ موڑ کر خُفگی سے اسے گھورا۔

اس کی گھوریوں کو دیکھتی ہوئی وہ ایک دفعہ پھر بولی۔ میں تمہاری مخلص دوست ہوں اس لیے کہہ رہی ہوں۔ یوں کہہ لو تمہیں حقیقت کا آئینہ دکھا رہی ہوں۔

مجھے لگتا ہے ملائکہ میری محبت کی شدت کو دیکھتے ہوئے وہ مجھے قبول کر لے گا۔ وہ آس سے بولی۔

یہ تمہاری خام خیالی ہے وہ تاسف سے بڑبڑائی۔

وہ دیکھ وہ ماہ نور آج بھی تمہیں ہی دیکھ رہی ہے۔ اس نے ہارب کی توجہ کچھ فاصلے پر بیٹھی ماہ نور کی طرف دلوائی۔

ہارب نے ایک نظر بھی ماہ نور پر ڈالنا گوارہ نہ کیا۔پاگل ہے وہ لڑکی اُسے لگتا ہے وہ یہ سب کر کے مجھے امپریس کر لے گی تو یہ اُس کی غلط فہمی ہے۔اُس کے اور میرے اسٹیٹس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ایک معمولی سے ڈرائیور کی بیٹی ہے تجھے لگتا ہے کہ میں کبھی اُس کے بارے میں سوچ بھی سکتا ہوں۔وہ نخوت سے سر جھٹکتا ہوا بولا۔

ویسے سوچنے والی بات ہے کہ ان مڈل کلاس لڑکیوں کو محبت بھی امیر لڑکوں سے ہوتی ہے۔سب ڈرامے ہیں۔امیر لڑکوں کو پھنسا کر امیر ہونے کا پلان ہے اور کچھ نہیں۔ تیری جگہ میں ہوتا تو اچھی خاصی باتیں سُناتا اس سر پھری کو۔اس کی بات پر ارسم جواباً بولا۔

چھوڑ اُسے چل کینٹین پر چلتے ہیں۔سر کے کلاس سے جاتے ہی ہارب بولا۔

ہارب اور ارسم رشتے دار ہونے کے ساتھ ساتھ بچپن کے دوست بھی تھے۔ان دونوں کے والد کزن تھے اور ساتھ ساتھ بزنس پارٹنر بھی تھے۔اسی لیے دونوں گھروں میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔اس کے علاوہ ایک ہی سکول میں پڑھے تھے۔اُس کے بعد کالج بھی ایک ہی تھا۔اب وہ دونوں چار سال سے پڑھائی کے سلسلے میں یورپ میں ہی مقیم تھے۔یہ اُن کا آخری سال تھا دونوں کا تعلیم مکمل کرتے ہی واپس جانے کا ارادہ تھا۔

ہارب کی والدہ کچھ ماڈرن سی اور اسٹیٹس کانشیئس تھی انہوں نے اپنی سوچ کچھ حد تک اس میں بھی منتقل کر دی تھی۔یہ بھی چھوٹی چھوٹی باتوں میں اسٹیٹس کو درمیان میں لے آتا تھا۔ہارب کی دیکھا دیکھی ارسم بھی ویسا ہی ہو گیا تھا۔

ایک تو اعلیٰ خاندان کا ٹیگ دوسرا دونوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک پرسانیلٹی رکھتے تھے۔ان کی ڈریسنگ بھی باکمال ہوتی تھی۔کچھ لڑکیوں کا آگے پیچھے گھومنا انہیں مغرور کر گیا تھا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ اپنی اس مغروریت میں وہ کتنا نقصان اُٹھاتے ہیں۔یا ان کی ذات کسی اور کے لیے تکلیف کا باعث بننے والی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی لینڈ کروزر آفس کی عالیشان بلڈنگ کے سامنے آکر رُکی۔ڈرائیور گاڑی روکتا جلدی سے باہر نکلا۔مؤدب سے اس کی سائیڈ کا دروازہ کھولا۔

گاڑی سے اُتر کر اس نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی پھر شاہانہ چال چلتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔سارہ سٹاف اس کے آنے پر الرٹ ہو چکا تھا۔وہ مسکرا کر ہر ایک کے سلام کا جواب دیتا اپنے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی سٹڈی کمپلیٹ ہوئے دو سال ہو گ ئے تھے۔سب بڑوں کے مشورے پر اسلام آباد والی نئ برانچ میں اسے بھیج دیا گیا تھا۔اپنی ذہانت کی بنا پر کمپنی کو پیک پر پہنچا چکا تھا۔

سورج کی روشنی ہر سو پھیلی صبح ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔روشنی کی کرنیں اس خوبصورت سفید بنگلے پر پڑتی ایک خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی۔

یہ بنگلہ جتنا باہر سے خوبصورت تھا اندر سے بھی اتنا ہی عالیشان تھا۔اس عالیشان سے گھر میں دو فیملیز رہتی تھی۔

وجاہت صاحب اور آمنہ بیگم کا ایک ہی بیٹا تھا۔ذوہان وجاہت جو گھر کا پہلا چشم وچراغ تھا۔دو سال سے اپنی سٹڈی کمپلیٹ کر کے وہ بزنس کے سلسلے میں اسلام آباد میں ہی مقیم تھا۔

وجاہت سے چھوٹے شہریار تھے جن کی شریکِ حیات سارہ بیگم تھی۔ان کی دو اولادیں تھی۔ہارب جو اس وقت سٹڈی کے لیے یورپ میں مقیم تھا اُس سے چھوٹی اور گھر بھر کی لاڈلی منسا۔جو یونی کے پہلے سال میں تھی۔

وہ کب سے یہاں خاموش بیٹھی اپنی قسمت پر ماتم کناں تھی۔اسے یہاں بیٹھے ایک گھنٹے سے اوپر کا وقت گزر چکا تھا۔اس کا نام نہاد شوہر اسے یہاں بٹھا کر بھول گیا اسے سب میں اپنی وائف کے طور پر انٹروڈیوز کرواتے ہوئے شرم آتی تھی۔

وہ اسے یہاں بٹھا کر کسی لڑکی کے ساتھ مصروف ہو چکا تھا۔وہ ماڈرن سی لڑکی جس کے سامنے وہ خود شاید کچھ بھی نہ تھی دوسری اس میں موجود خامی اسے سب کے سامنے شرمندہ کرواتی تھی۔

وہ اس کی عیاش طبیعت سے بخوبی آگاہ تھی۔ہر مہینے وہ ایک نئی لڑکی کے ساتھ ہوتا تھا پر گھر والوں کے سامنے وہ ایک شریف انسان تھا۔اسے معلوم تھا کہ وہ اگر انہیں اس کے بارے میں بتا بھی دے تو کوئی بھی اس پر یقین نہیں کرے گا۔اسے تو وہ صرف مجبوری کے تحت ساتھ لاتا تھا۔اسے نفرت تھی اُس انسان سے جو اس کا ہمسفر تھا۔

اب بھی وہ کسی نامحرم کے ساتھ اپنی فطرت کے مطابق عیش میں مصروف تھا۔وہ کتنی دیر باہوں میں باہے ڈالے ڈانس فلور پر ایک دوسرے میں مگن رہے۔اس نے کرب سے اپنے محرم کو کسی اور کے باہوں کا ہار بنتے دیکھا۔

اب وہ اس کے نزدیک آتا حکمیہ لہجے میں بولا۔ چلو ہم آلریڈی لیٹ ہو چکے ہیں۔

وہ کہنا تو چاہتی تھی کہ تمہاری عیاشی کے چکر میں لیٹ ہوئے ہیں پر مصلحتاً خاموش رہی۔

اس نے خاموشی سے ایک نظر اُن دونوں پر ڈالی اور آگے کی طرف بڑھ گئ۔

اس نے آکر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنا چاہا جب اس کی سرد آواز اس کے کانوں میں ٹکرائی۔ تم پیچھے بیٹھو۔

وہ خاموشی سے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئ۔ اس نے اُن دونوں پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہ کیا۔

کبیر نیازی اس کا کزن اور منکوح تھا۔ ان کے نکاح کو ایک سال ہو چکا تھا۔ رخصتی ابھی اس کی پڑھائی تک ملتوی تھی۔ اس شخص سے نکاح کے بعد وہ ایک لمحہ بھی خوش نہ ہو پائی تھی۔

وہ دونوں یونی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھی جب اُن میں سے ایک کی آواز گونجی۔ تم خود پر ظلم کر رہی ہو یہ سب کر کے۔ وہ شخص تمہارے قابل نہیں ہے۔ اُسے یونہی خاموش بیٹھا دیکھ اسے تپ چڑھی۔

تو کیا کروں تو ہی بتا۔ اگر میں اس رشتے کو ختم بھی کر دوں تو میں جانتی ہوں یہ چیز میرے ماں باپ کے لیے تکلیف کا باعث ہو گی۔ وہ اداسی سے بولی۔

فار گوڈسیک مصفرہ! تم یہ سب کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی ہو کہ تم بہت مہان ہو۔ یہ سراسر بیوقوفی ہے پاگل لڑکی۔ مجھے تو وہ انسان زہر سے بھی برا لگتا ہے۔ دل کرتا ہے وہ سامنے ہو تو اُس کا گلہ دبا دوں۔ وہ غصے سے دانت کچکچاتی ہوئی بولی۔

تم اپنے بارے میں کیا کہو گی۔ مصفرہ اس کی باتوں پر جواباً بولی۔

اس کی بات پر اس کے چہرے کا رنگ بدلہ جسے وہ مہارت سے چُھپا گئی۔ میرا معاملہ اس سے بہت الگ ہے۔ اُسے تم بیچ میں مت گھسیٹو۔ ہم تمہارے بارے میں بات کر رہے ہیں نہ کے میرے بارے میں۔

چھوڑ وان سب باتوں کو آئرہ میں نے اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے وہ بہتر سنبھال لے گا۔

اس کی بات پر آئرہ خاموش ہو گئی۔ اسے کیسے سمجھاتی کہ خود بھی کوئی قدم اُٹھانا پڑتا ہے۔

---.

اس نے نوٹس بناتی ملائکہ کو پکارہ تھا۔ملائکہ نے سر اُٹھا کر سنجیدگی سے اسے دیکھا تھا۔ اس نے گہرہ سانس بھر کر پنسل نیچے رکھی اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔وہ جو اسے مخاطب کر کے خود ہونٹ کاٹ رہی تھی۔کیا بات ہے ماہ نور۔اس نے ماہ نور کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں قید کیا۔

ملائکہ ! یہ ہمارا لاسٹ سمسٹر ہے اُس کے بعد وہ چلا جائے گا۔اور شاید میں پھر کبھی اُسے دیکھ بھی نہ پاؤں۔وہ ہونٹ کاٹتی ہوئی بولی۔

دیکھو نور میں تمہیں ہزار دفعہ منع کر چکی ہوں۔ایک دفعہ پھر کہوں گی کہ اُس خبطی انسان کا پیچھا چھوڑ دو۔وہ کبھی تمہارے جذبات کی قدر نہیں کرے گا۔پر تم نے پہلے کبھی میری بات مانی ہے جو اب مانو گی۔اب بتاؤ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں۔

میں چاہتی ہوں کہ میں ایک بار اُسے اپنے جذبات سے آگاہ کر دوں۔میں خود کو ایک موقع دینا چاہتی ہوں۔کیا پتہ جیسا ہم سوچ رہے ہو ویسا نہ ہو۔وہ آنکھوں میں اِک چمک لیے بولی۔

ملائکہ نے اس کی بے تکی بات پر اسے گھورا۔تم پاگل تو نہیں ہو گی کیوں اپنی بنی بنائی عزت خراب کرنا چاہتی ہو۔ملائکہ کو اس کی بات ذرا بھی پسند نہیں آئی۔میری بات سمجھو نور میں تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی ہوں۔کہ ہمارے سمسٹر کے کچھ دن ہے

اسے سکون سے گزار کر واپس جاؤ۔یقین مانو اپنے گھر جا کر جب تم اپنوں کے درمیان ہو گی تو تمہیں یہ شخص یاد بھی نہیں رہے گا۔یہ صرف تمہاری وقتی اٹریکشن ہے جسے تم نے اپنے سر پر سوار کر رکھا ہے۔

تم نہیں سمجھو گی ملائکہ۔پر جانے سے پہلے میں ایک بار اُس سے ضرور بات کروں گی۔

وہ جیسے اس کی بات سُن ہی نہیں رہی تھی۔

ملائکہ نے تاسف سے نفی میں سر ہلایا۔جیسے کہنا چاہتی ہو کہ اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ گھر والوں سے شدید ناراض تھا۔اُسے اُن کی یہ بات ذرا پسند نہیں آئی تھی کہ وہ اپنا فیصلہ اُس پر تھوپنا چاہتے تھے وہ اُن سے خفا ہو کر آیا تھا۔اسی وجہ سے اُسے چار سال ہو گئے تھے وہ ایک دفعہ بھی واپس نہیں گیا تھا۔

چار سال ہو گئے تھے اس کے باپ نے اس سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کیا وجہ تھی وہ لڑکی جو شاید انہیں اپنے بیٹے سے بھی عزیز تھی۔اس کی ماں کا کئی بار فون آ چکا تھا وہ ہر دفعہ اسے واپس آنے کا کہتی تھی وہ بار ہا انہیں ٹالتا آیا تھا۔اب اسے یہ مشکل لگ رہا تھا پر

اس کی بھی ضد تھی جب تک اُس کا باپ اس کی بات مان نہیں لیتا اس کا بھی واپس جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اس سب کی وجہ تم ہو اگر تم چاہتی تو سب ٹھیک ہو سکتا تھا پر نہیں تم کیوں سوچو گی ان سب کے بارے میں۔ تم تو وہاں سکون سے ہو اپنوں کے درمیان۔ یہاں سب سے دُور تو میں ہوں۔ وہ نفرت سے بڑبڑایا۔

وہ انہماک سے کل والے ٹیسٹ کی تیاری میں مصروف تھی۔ جب کسی نے اس کے روم کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس نے سر اُٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔

تائی جان! آیئے نا۔ انہیں وہی دروازے میں کھڑا دیکھ وہ کتاب بند کرتی ہوئی بولی۔

وہ چلتی ہوئی اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔ کیا کر رہی تھی میری بیٹی۔

کچھ نہیں کل ٹیسٹ تھا وہی ریڈی کر رہی تھی۔

وہ محبت سے اس کا چہرہ تکتی ہوئی بولی۔ چار سال میں وہ کتنا بدل چکی تھی۔ ہمیشہ چہچہانے والی اب بات بھی سوچ کر کرتی تھی۔ وہ اپنے خول میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ یہ سب صرف اُس کے بیٹے کی بدولت تھا۔ پر وہ کیا کرتی وہ ماں تھی کیسے اپنے بیٹے سے اور

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دوررہ سکتی تھی۔وہ بھی ایسا ناراض ہو کر گیا تھا کہ چار سال گزر گئے تھے اُس نے چہرہ بھی نہیں دکھایا۔

تائی جان کو ئی کام تھا۔وہ کچھ دیر ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پر انہیں گہری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر وہ انہیں مخاطب کر بیٹھی۔

وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں قید کرتی ہوئی بولی۔آج میں تم سے کچھ مانگنے آئی ہوں۔

اس نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

شاید تمہیں لگے کہ میں کتنی خود غرض ہوں۔لیکن تم ایک سکینڈ کے لیے خود کو میری جگہ رکھ کر دیکھو کہ اُس ماں کا کیا حال ہو گا جس نے چار سال سے اپنے بیٹے کو دیکھا تک نہیں ہے۔بس اُسے واپس آنے کی اجازت دے دو۔

پر میں نے نہ ہی کبھی انہیں یہاں سے جانے کا کہا ہے اور نہ ہی واپس آنے سے روکا ہے۔وہ اپنے لرزتے لہجے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے بولی۔

میں جانتی ہوں میری بیٹی بہت اچھی ہے پر تمہارے بڑے پاپا کو یہ لگتا ہے کہ تمہیں دُکھ ہو گا اگر وہ واپس آئے گا۔وہ اپنی ضد کے اتنے پکے ہیں کہ اِن چار سالوں میں انھوں

نے ایک دفعہ بھی اُس سے بات نہیں کی۔میں جانتی ہوں کہ وہ اُسے بے حد یاد کرتے ہیں پر کبھی کہے گے نہیں یہ سوچ کر کے تمہارے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔

وہ جو خاموشی سے لب کاٹتی ان کی باتیں سُن رہی تھی ان کے خاموش ہونے پر بولی۔

آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں۔؟

کیا تم میری خاطر ایک بار اپنے بڑے پاپا سے بات کر سکتی ہو کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہیں اگر وہ واپس آ جائے۔

آپ خود ان تک میری بات پہنچا دیں۔مجھے واقعی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

تمہیں لگتا ہے میں نے یہ کوشش نہیں کی ہزار دفعہ اُن سے بات کر چکی ہوں پر وہ اس بارے میں بات ہی نہیں کرتے۔اگر تم خود بات کرو گی تو ہی وہ مانے گے۔وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

آپ فکر مت کریں تائی جان میں بڑے پاپا سے بات کر لوں گی۔

شکریہ میری بچی۔وہ محبت سے اس کا ماتھا چوم کر باہر نکل گئی۔

وہ جو کب سے ضبط کیے بیٹھی تھی ان کے جاتے ہی ایک آوارہ آنسو گال پر بہہ گیا پھر تو جیسے آنکھوں میں سمندر اُتر آیا جسے اس نے روکنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔

ان سب میں تائی جان کا بھی کوئی قصور نہیں تھا وہ کتنی دیر اپنے بیٹے سے دور رہ سکتی تھی۔اسے واقعی اُن سے ہمدردی تھی۔اب وہ اور اپنی وجہ سے انہیں ان کے بیٹے سے دور نہیں رکھ سکتی تھی۔اس نے آج ہی بڑے پاپا سے اس بارے میں بات کرنے کا سوچا۔

حفصہ !اس نے مسرت سے اُسے پکارا۔

ہاں بولو منسا! میں سُن رہی ہوں۔فون کے دوسری طرف سے وہ مصروف سی بولی۔

حفصہ !پہلے میری بات سُنو جو بھی کام کرنا ہے بعد میں کرنا۔وہ جھنجھلاتی ہوئی بولی۔

بولو یار تمہیں ہی سُن رہی ہوں۔وہ پوری طرح سے اس کی متوجہ ہوئی۔

حفصہ میں بہت خوش ہوں یار وہ واپس آرہے ہیں آج۔ابھی ماما اور تائی جی کی بات سُن کر آئی ہوں۔ہائے مجھ سے تو ویٹ ہی نہیں ہو رہا۔وہ بیڈ پر گرتی ہوئی بولی۔

پاگل ابھی اتنی خوش ہو رہی ہو جب وہ تمہیں ڈانٹے گے پھر تم ہی اُن کی شکایت لگاؤ گی۔حفصہ جواباً بولی۔

ہاں تو اور کیا کروں ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں۔مِنسا یہ مت کرو۔مِنسا تمیز کرو۔مِنسا یہ مِنسا وہ۔وہ منہ بناتی ہوئی بولی۔

حفصہ اس کے شکایتی انداز پر قہقہ لگا گئی۔

بس یہی بتانے کے لیے فون کیا تھا تمہیں پتہ تو ہے جب تک تم سے شیئر نہ کر لوں مجھے چین نہیں آتا۔چلو بائے فون رکھو مجھے بہت سے کام ہیں۔

او کے بائے۔حفصہ فون رکھتی ہوئی بولی۔

وہ سٹڈی روم میں بیٹھے کسی فائل کو سٹڈی کرنے میں مصروف تھے۔

بڑے پاپا میں آ جاؤں۔وہ دروازے پر اجازت ملنے کے انتظار میں کھڑی تھی۔

آ جاؤ بچے۔انہوں نے فائل ٹیبل پر رکھتے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔

بڑے پاپا آپ کی چائے۔اس نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ ان کی جانب بڑھایا۔

ارے یہ تو ہم آپ ک تائی جان سے کہہ کر آئے تھے انہوں نے آپ کو بھیج دیا۔وہ شفقت سے بولے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Poetry|Poets|Interviews

نہیں ہمیں آپ سے کچھ بات کرنی تھی ہم نے ہی اِن سے کہا تھا کہ ہم لے جاتے ہیں۔

وہ انگلیاں مڑوڑتے ہوئے بولی۔

بیٹھو نا بچے کھڑی کیوں ہو۔

جی بڑے پاپا۔وہ کنفیوژ تھی کے بات کیسے شروع کریں۔

اس کنفیوژ دیکھ کر وہ خود ہی بول پڑے۔کیا بات کرنی تھی ہماری بیٹی کو۔

بڑے پاپا ہم چاہتے ہیں آپ ہماری بات سے منع مت کریں۔وہ تائی جان چاہتی ہیں کہ آپ انہیں واپس بلا لیں۔وہ اس کا نام لیے بغیر بولی۔

بیٹا ہم آپ کی تائی کو سمجھا لیں گے آپ اس بات کی ٹینشن مت لیں۔

نہیں بڑے پاپا آپ انہیں واپس بلا لیں۔یہ ہم بھی چاہتے ہیں۔آپ کتنی دیریوں اسے روک سکتے ہیں۔ہو گا وہی جو وہ چاہتے ہیں۔اور میں خود کسی زبردستی کے رشتے کی قائل نہیں ہوں۔میں جانتی ہوں آپ میرا برا نہیں سوچتے پر جو میری قسمت میں ہو گا وہ مجھے ہر صورت مل کر رہے گا۔

آپ میری بات مان کر انہیں واپس بلا لیں۔میں نہیں چاہتی میری وجہ سے ایک ماں اپنے بیٹے سے دور رہے۔یہ تو تائی جان کے ساتھ زیادتی ہو گی اُن کا اس سب میں کیا قصور ہے۔آلریڈی وہ بہت ہرٹ ہو چکی ہیں اب اور نہیں۔مانیں گے نا آپ میری

بات۔وہ اُمید سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔وہ نہیں چاہتی تھی اس کی وجہ سے کسی کو تکلیف ملے۔

یوں اچانک آپ نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا۔وہ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

اچانک نہیں کیا میں تو کب سے چاہتی تھی آپ سے بات کرنا مجھے احساس تھا کہ سب تکلیف میں ہیں۔ کبھی ہمت نہیں ہوئی آج ہمت کر کے آ ہی گئی۔

ہماری بیٹی بڑے بڑے فیصلے لینے لگی ہے۔بڑی سمجھدار ہو گئی ہے۔

کاش وہ نالائق بھی آپ کی قدر کرتا۔پر اب ہم دُعا کریں گے کہ آپ جہاں بھی رہے خوش رہے۔ہم نے تو یہ فیصلہ بس اسی لیے کیا تھا کہ ہمیشہ کے لیے آپ کو اپنے پاس روک سکیں۔

ان کی باتوں پر اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔جیسے اُس انسان کے ساتھ اس کا کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

بڑے پاپا ہم جائیں۔وہ بمشکل بولی۔

ہاں بچے جاؤ۔وہ اجازت دیتے ہوئے بولے۔

وہ خاموشی سے اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔انہوں نے غور سے اس کی پُشت کو دیکھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

برخورداراب لگتا ہے تم سے بھی بات کرنی ہو گی۔وہ غائبانہ اپنے بیٹے سے مخاطب تھے۔

اگر وہ خود ضد کے پکے تھے تو وہ بھی ان پر ہی گیا تھا۔

تو پاگل ہے خبطی انسان تیری وجہ سے مجھے بھی چار سال ہو گئے ہیں میں گھر نہیں گیا۔اس نے گھور کر اسے دیکھا جو انتہا کا ضدی تھا۔

تو میں نے تجھے کب روکا۔میں تو تجھے ہر چھٹیوں پر کہتا تھا کہ تو ایک چکر پاکستان کا لگا لے اپنے گھر والوں سے مل آ۔وہ جواباً دھیمے لہجے میں بولا۔

تجھے پتہ ہے میں تیرے بغیر نہیں جاؤں گا۔کبھی اکیلے کوئی کام کیا ہے جو اب تجھے چھوڑ کر چلا جاؤں۔میں تجھے بتا رہا ہوں کہ میں ایگزام کے بعد کی ٹکٹ کروا رہا ہوں۔ہم واپس چل رہے ہیں۔وہ وارننگ دینے والے لہجے میں بولا۔

تو ناراض اپنے گھر والوں سے ہے پورے پاکستان سے نہیں۔جو روٹھی محبوبہ بن کر نہ نہ کی تکرار کر رہا ہے۔

تو جو بھی کہہ لیں میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک پاپا مجھے خود آنے کے لیے نہیں کہیں گے تب تک میں پاکستان نہیں جاؤں گا۔

پاگل انسان انکل پوری زندگی نہ بلائیں تو پوری زندگی اِدھر ہی بیٹھا رہے گا۔ اگر وہ تجھے کال نہیں کر رہے ہے تو تُو ہی کر لے پر نہیں یہاں ایک سیر ہے تو دوسرا سوا سیر۔ کوئی ایک ہی جھک جاؤ۔

میری غلطی ہوتی تو دس دفعہ جھک جاتا پر مجھے نہیں لگتا کہ میں غلط ہوں۔ اب انسان کو اپنی زندگی کے فیصلے لینے کا بھی رائٹ نہیں۔ وہ سنجیدگی سے بولا۔

بر و میری کل والی بات پر غور کیا۔ کیا کہتا پھر کر والوں پاکستان کی ٹکٹ کنفرم۔ وہ دُھپ سے اس کے ساتھ صوفے پر آ کر بیٹھا۔

وہ جو نا جانے کن سوچوں میں گُم تھا اس کے قریب بیٹھنے پر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی وہ اس کے جواب میں کچھ کہتا جب اس کا موبائل رِنگ ہوا۔ اس نے حیرانی سے فون کی سکرین کو دیکھا جہاں ڈیڈ کا لنگ لکھا جگمگا رہا تھا۔ اس نے ایک بھی منٹ ضائع کیے بِنا کال پک کی۔

دوسری جانب کچھ دیر خاموشی کے بعد اس کا نام پکارہ گیا۔ کیسے ہو؟ محبت سے لبریز لہجے میں پوچھا۔ جو بھی تھا وہ جتنی بھی ناراضگی ظاہر کرتے۔ تھا تو ان کا لاڈلا بیٹا۔ یہ وہ

خود ہی جانتے تھے کہ اتنے سال کیسے انہوں نے خود کو اس کے معاملے میں بے پرواہ ظاہر کیا تھا۔

ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟ گھر میں سب کیسے ہیں؟ اتنے سالوں بعد یوں بات کرنے میں جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ کہاں وہ اس کے باپ ہونے سے پہلے اس کے بیسٹ فرینڈ تھے۔ وہ اپنی ہر بات بچپن سے ان سے ہی شیئر کرتا آیا تھا۔ اور کہاں اب ان کے درمیان ایک خلش سی آ گئی تھی۔

سب ٹھیک ہیں برخودار۔ تمہاری ماں تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔ تم واپس آ رہے ہو اپنی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد۔ وہ حکمیہ لہجے میں بولے۔

سچ میں آپ چاہتے ہیں میں واپس آ جاؤں۔

ہمم! نہوں نے محض ہنکار بھرا۔

آپ کو میری شرط تو یاد ہو گی۔ کیا وہ بھی منظور ہے آپ کو۔

بالکل منظور ہے۔ کیونکہ اب ہم سمجھ چکے ہیں کہ زبردستی کے رشتے کبھی پروان نہیں چڑھتے۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کر لیا ہے آپ کے واپس آتے ہی میں تم دونوں کی رائے سے ہی اس رشتے کا اختتام کروں گا۔ کیونکہ میں جان چکا ہوں ان سب میں تو دونوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔

شکریہ ڈیڈ مجھے سمجھنے کے لیےاور میں وعدہ کرتاہوں سمسٹر ختم ہوتے ہی واپس آجاؤں گا۔وہ اپنی بات کے پورے ہونے پر بے حد مسرور نظر آرہا تھا۔وہ کال بند ہوتے ہی اس کی طرف مڑا جو کب سے اشاروں سے اس سے معاملہ جاننے کی کوشش کررہا تھا۔

کنفرم کروالے سیٹ۔وہ اس کی طرف مڑتا مزے سے صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھا۔

سچ۔وہ خوشی سے چلایا۔

وہ دونوں اُسے اکیلے کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آ گئی۔

سمعیہ نے نفرت سے اسے دیکھا تھا۔ہمیشہ اُس سامنے کھڑے وجود کو اس پر فوقیت دی گئی۔وہ پورے خاندان میں سب سے حسین لڑکی کے نام سے مشہور تھی۔پھر بھی اسے ہمیشہ اس لڑکی کے نام سے طعنے ملتے تھے۔

کہنے کو تو سمعیہ اس کی کزن تھی اس کی پھپھو کی بیٹی۔پر اُسے یہ لڑکی زہر لگتی تھی۔ہر کوئی اسی کی تعریفیں کرتا تھا ایسا کیا تھا اِس میں۔

سچ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم سب کزنوں میں کھڑی کہی دب سی جاتی ہو۔ ویسے تمہیں اپنی چھوٹی ہائٹ پر دُکھ تو ہوتا ہوگا۔ مزے کی بات بتاؤں خاندان کا کوئی لڑکا تم سے شادی کرنا تو دُور اس بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ بھئی اب ہر کسی کو رائٹ ہے ایک مکمل لائف پارٹنر ڈھونڈنے کا۔

اس کی باتیں سُن کر وہ طیش میں آکر چلائی۔ تمہیں کیا تکلیف ہے کوئی مجھے پسند کریں یا نہ۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ اس نے سائیڈ پر ہو کر نکلنا چاہا۔ جب سمعیہ ایک دفعہ پھر اس کی راہ میں حائل ہوئی۔

سچی باتیں ویسے بھی کم ہی ہضم ہوتی ہیں۔ بیچارے چھوٹے ماموں تمہارے لیے رشتہ ڈھونڈ کر ہی بوڑھے ہو جائے گے۔ ترس آتا ہے ماموں پر۔ وہ مصنوعی افسوس سے بولی۔

سمعیہ! پیچھے سے آتی چنگھاڑتی آواز سے اس کا حلق خشک ہوا۔ کیا بکواس لگا رکھی ہے تمہیں شرم آتی ہے کہ نہیں جو یہ بے فضول کی ہانک رہی ہو۔ تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ تم اس سے دُور رہو۔ تمہیں لاسٹ ٹائم وارن کر رہا ہوں اگر تم اپنی ان اوچھی حرکتوں سے باز نہ آئی تو بڑوں کو تمہاری شکایت کر دوں گا۔ جاؤ یہاں سے اب۔

وہ منہ بناتی ہوئی وہاں سے چلی گئ۔اس نے سمعیہ کے ساتھ کھڑی اُس کی بہن کو آنکھیں دکھائی وہ فوراً نو دو گیارہ ہوئی۔

اِس نے اُن سے نظریں ہٹا کے اُس چھوٹے طوفان کو دیکھا جو پورا دن گھر میں اُدھم مچائے رکھتی تھی۔

اوئے چھوٹے طوفان تو کیوں رو رہا ہے تُو تو سب کو رُلا دیں۔وہ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی دیکھ کر مزاحیہ انداز میں بولا۔ چلو اندر سب ویٹ کر رہے ہونگے۔وہ اس کے کندھوں پہ ہاتھ جماتا ہوا بولا۔

آرُو! کہاں ہو تم! اپنے نام کی پکار پر اس کا ذہن ماضی سے لوٹ کر حال میں پہنچا۔

میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔بے شک تمہیں لوٹ کر آنے کی اجازت دے دی ہے۔وہ بھی صرف تائی جان کی وجہ سے۔وہ بے دردی سے گال رگڑتی ہوئی بولی۔

وہ آج کتنے مہینوں بعد گھر لوٹا تھا کام کا اتنا پریشر تھا کہ اسے بالکل فرصت نہ تھی۔اب بھی وہ اپنی بیزی روٹین سے وقت نکال کے آیا تھا۔اسے پتہ تھا کہ اس کی ماں اس سے سخت ناراض تھی۔کچھ یہ بھی وجہ تھی کہ وہ واپس آیا تھا۔

وہ جب سے آیا تھا آمنہ بیگم اس سے خفا خفا تھی۔وہ کب سے اِن کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔مما میری بات تو سُنیے۔

رہنے تو ذوہان میں جانتی ہوں تمہارے پاس آجا کے ایک ہی بہانہ ہو گا کہ کام بہت تھا۔ وہ خُفگی سے رُخ موڑ گئی۔

مما سریسلی بہت کام تھا پر صرف آپ کی ناراضگی کے ڈر سے آیا ہوں۔وہ ان کے ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔اچھا چلے بتائیے اب کیسے مانے گی۔وہ محبت سے ماں کا چہرہ تکتا ہوا بولا۔

تم نے پہلے کبھی میری بات سُنی ہے جو اب سُنو گے۔وہ ناراضگی جتاتے ہوئے بولی۔

مما آپ حکم کریں۔وہ سینے پر ہاتھ رکھتا نیچے کی طرف جھکتا ہوا مزاحیہ انداز میں بولا۔

ٹھیک ہے میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ تمہاری شادی کروا کر ہی یہاں سے بھیجوں گی۔

میری شادی کہاں سے آگئی۔وہ چونک کر بولا۔

اور کیا تمہارا پلین ہے بڈھے ہو کر شادی کرنے کا۔اگر میری ناراضگی دور کرنی ہے تو ہاں کر دو۔پہلے تو تمہارے پاس بہانہ تھا کہ تم سیٹلڈ نہیں ہو۔اب تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ فُل تیاری کے ساتھ آئی تھی۔ذوہان بیچارہ بُرا پھنسا تھا۔

مما فی الحال اس ٹاپک کو کلوز کر دیں پھر بات کریں گے۔

بالکل بھی نہیں آج ہی بات ہو گی۔ اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا سکتے ہو۔ وہ دو ٹوک لہجے میں بولی۔

اوکے۔ جیسے آپ کو ٹھیک لگے اور مجھے کوئی نہیں پسند۔ وہ ہار ماننے والے انداز میں بولا۔

سچ! وہ ایکسائیٹڈ سی بولی۔ میرا پیارا بیٹا۔ مجھے پتہ تھا تم میری بات ٹال ہی نہیں سکتے۔ وہ اس کا ماتھا چومتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ ان کے پل پل بدلتے انداز پر حیران ہوتا ہولے سے ہنس دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس وقت ساری فیملی ایک ساتھ جمع تھی۔ وجہ آج کی دعوت تھی جو کبیر کی پرموشن کی صورت میں تھی۔ دو سال ہو گئے تھے اُسے اس کمپنی میں کام کرتے ہوئے۔

کبیر اور مصفرہ دونوں ہی مڈل کلاس فیملی سے بلانگ کرتے تھے۔ مڈل کلاس فیملی سے بلانگ کرنے کے باوجود اس کے شوق بڑے تھے اکثر پرٹیز میں وہ اپنے دوستوں سے کار ایک دن کے لیے اُدھار لیتا تھا تاکہ سب کے سامنے خود کو امیر ثابت کر سکے۔

مصفرہ اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔اس کے والد پچھلے کئی سالوں سے ایک امیر و کبیر فیملی کے ہاں ڈرائیور کی نوکری کرتے تھے۔ پچھلے سال ایک ایکسیڈنٹ میں اُن کی دونوں ٹانگیں ناکارہ ہوچکی تھی۔تب سے مصفرہ اپنی سٹڈی کے ساتھ کچھ ٹیوشنز وغیرہ بھی دیتی تھی۔

جہاں اس کے والد ڈرائیور تھے وہی مجبوراً اس کی ماں کو کام کرناپڑا۔وہ لوگ بھی کافی اچھے تھے انہوں نے ان کا اس مشکل وقت میں کافی ساتھ دیا۔اب یہ لوگ وہی ان کی انیکسی میں رہائش پذیر تھے۔یہ بھی ان لوگوں کے لیے غنیمت تھا۔

اس مشکل وقت میں اس کے چچا چچی نے تھوڑی بہت مدد کرناچاہی لیکن مصفرہ نے ان لوگوں سے کسی بھی طرح کی مدد لینے سے انکار کردیا۔

آج بھی اس کا یہاں دعوت میں آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا پر اُس کی ماں اسے زبردستی بھیج چکی تھی۔اُن کا کہنا تھا کہ یہ اس کے سُسرال کا معاملہ ہے اسے ضرور جاناچاہیے اس کی چچی بے حد اصرار کرکے گئی تھی۔وہ خود تو بے حد بیزی تھی پر اسے بھیج چکی تھی۔

اس ک چچی اسے دیکھ کر نہال ہوچکی تھی۔وہ مصفرہ کو بالکل بیٹیوں کی طرح چاہتی تھی ان کی خود کی کوئی بیٹی نہ تھی وہ اپنے سارے ارمان اس پر محبت نچھاور کرکے نکال لیتی تھی۔کبیر اور اس کے درمیان اس رشتے کی وجہ بھی وہی تھی۔

کبھی کبھی اس کا دل چاہتا تھا وہ سب کے سامنے اس کی حقیقت اشکار کر دیں۔پر پھر اپنے بابا کی حالت اور گھر کے حالات اسے خاموش کروا دیتے تھے۔

چچی۔۔۔میں آپ کی مدد کروا دوں۔وہ چچی کے پاس کچن میں آتی ہوئی بولی۔جہاں تقریباً ساری خواتین موجود تھی۔

نہیں میری جان! سارا کھانا باہر کا ہے تم کہاں اِدھر بوڑھوں میں آ رہی ہو۔اوپر چلی جاؤ سب وہی ہیں۔

پر چچی۔۔۔میں یہی ٹھیک ہوں۔وہ جھجھکتی ہوئی بولی۔

ارے جاؤ بچے۔۔۔تم یہاں بیٹھ کر کیا کروگی۔جاؤ شاباش۔

جی وہ سر ہلاتی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔وہ سب جو چھت پر جمع تھے اسے آتا دیکھ کچھ سکینڈ کے لیے خاموش ہو کر پھر سے شروع ہو چکے تھے۔

ویسے کبیر تمھیں اس میں کیا نظر آیا۔ایک کزن اسے دیکھ کر طنزیہ انداز میں بولی۔

مجھے نہیں ماما کو۔وہ بے نیازی سے بولا۔

نہیں یار یہ مت کہہ۔یہاں کھڑی ان چڑیلوں سے سو گنا پیاری ہیں بھابھی جی۔اور ساتھ میں تجھے انٹرٹین بھی کرتی رہے گی۔ککبیر۔۔۔۔۔جججی۔وہ اس کے بولنے کے انداز کی نقل اُتارتا کمینگی سے بولا۔

پھر تو جیسے سب کے ہی نہ ختم ہونے والے قہقہے شروع ہو چکے تھے۔

مصفرہ نے بھیگی نظریں اُٹھا کر اپنے مجازی خدا کو دیکھا جو کسی کو منع کرنے کی بجائے خود بھی سب میں شامل تھا۔اسے اپنی ذات کی اس کمی سے خود بھی نفرت تھی کیوں وہ سب کی طرح پرفیکٹ نہ تھی۔کیوں اسے بولنے میں دِقت ہوتی تھی۔

بچپن سے ہی اُسے بولنے میں دقت ہوتی تھی۔جب سب بچے اس کا مذاق اُڑاتے تو وہ روتی ہوئی اپنی ماما کے پاس جاتی تھی جو اسے ہر دفعہ ایک نئے طریقے سے سمجھاتی تھی۔جب وہ تھوڑی بڑی ہوئی تو وہ اپنی بات اپنے تک ہی محدود رکھنے لگی۔

اس کی ماما اکثر اس سے کہتی تھی کہ دیکھنا میری بیٹی کے لیے شہزادہ آئے گا۔تم میں کوئی کمی نہیں لیکن اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم میں کمی ہے تو وہ تم میں موجود کمی کو دیکھ کر بھی تمہیں اپنائے گا۔تم سے محبت کریں گا۔اور جو تمہارا مزاق بنائے گا تمہاری خاطر اُس سے لڑے گا۔

ماما دیکھ لیں شہزادہ تو آ گیا میری لائف میں لیکن وہ بھی سب کے جیسا نکلا۔وہ کبیر کا حسین چہرہ تکتی ہوئی بڑبڑائی۔ماما آپ نے غلط کہاں تھا۔وہ آنکھوں میں نمی لیے اس کے کمرے کی کیا اس کے گھر کی دہلیز بھی پار کر گئی۔

عاجزی کے لباس میں

دلوں کے یزید ہیں لوگ

ہائے ذی! وہ بغیر ناک کیے اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ ذوہان نے ماتھے پر بل ڈال کر اسے گھورا۔ تمہیں تمیز نہیں ہے منسا۔ کسی کے روم میں داخل ہونے سے پہلے پرمیشن لینی چاہیے۔ یہ بات تمہیں کب سمجھ آئے گی۔ اور یہ ذی کیا ہوتا ہے۔ ہاں۔ میں تم سے کتنا بڑا ہوں ایسے اچھا لگتا ہے کہ تم مجھے نام سے بلاؤ۔

پر میں تو آپ سے ملنے آئی تھی۔ آپ ہمیشہ ہی ایسے ڈانٹتے ہیں مجھے۔ وہ جو یونی سے سیدھا اس کے کمرے میں آئی تھی ملنے اس کے یوں بُری طرح جھڑکنے پر منہ لٹکاتی ہوئی بولی۔ اوکے سوری! اب نہیں آتی آپ کے روم میں۔ وہ منہ بسورتی دروازے کی طرف بڑھی۔

اسے یوں رونے والا منہ بنا کے واپس جاتا دیکھ کر وہ نرمی سے بولا۔ منسا میرا ارادہ آپ کو ڈانٹنا نہیں تھا میں تو بس سمجھا رہا تھا۔ چلو چھوڑو ان سب باتوں کو کیسی ہو۔

وہ فوراً چہکتی ہوئی بولی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اُسے کیا پتہ تھا وہ لڑکی پوری ڈرامہ کوئین تھی۔

وہ اپنے گروپ میں بیٹھا یونی کے آخری دنوں کو انجوئے کررہا تھا۔ان کے لاسٹ سمسٹر کے پیپرز کا آج اختتام ہو چکا تھا۔وہ سب مطمئن نظر آرہے تھے۔شکر ہے آج اس آخری عذاب سے بھی جان چھوٹی۔یہ علی تھا جسے پیپرز ختم ہونے کی کچھ زیادہ ہی خوشی تھی۔

اور بھئی پھر سب کا کیا پلان کب جارہے ہیں سب واپس۔بلال سب کو اپنی طرف متوجہ کرتا اپنا سوال داغ چکا تھا۔

میں اور ارسم اس منتھ کے لاسٹ میں جارہے ہیں۔ہارب اطمینان سے بولا۔ابھی وہ مزید کچھ کہتا جب اپنے پیچھے سے باریک نسوانی آواز سُنائی دی۔

ایکسکیوزمی! کیا میں آپ سے دو منٹ بات کرسکتی ہوں۔وہ نظریں جھکاتی دھیمی آواز میں بولی۔

ہارب نے پیچھے مڑ کر حیرانگی سے اِس لڑکی کی طرف دیکھا جو ان چار سالوں میں ایک دفعہ بھی اس سے مخاطب نہیں ہوئی تھی ہاں اس بات سے وہ بخوبی آگاہ تھا کہ وہ کلاس کے دوران اکثر اس کی طرف ہی دیکھتی پائی جاتی۔آج نجانے کیا سوچ کر وہ اس کے قریب آکر اسے مخاطب بھی کر بیٹھی۔

جی کہیے میں سُن رہا ہوں۔ وہ اپنی حیرانگی پر قابو پاتا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

کیا آپ اکیلے میں مجھ سے بات کر سکتے ہیں۔ وہ اس کے دوستوں کی موجودگی میں انگلیوں کو مروڑتی ہچکچاتی ہوئی بولی۔

وہ اپنے دوستوں کو اشارہ کرتا ذرا فاصلے پر ہو گیا۔

اس نے ہمت مجتمع کیے بولنا شروع کیا۔ جانے کب کیسے مجھے آپ اچھے لگنے لگے۔ جب پہلی دفعہ آپ کو دیکھا تھا شاید تب سے ہی آپ کو پسند کرنے لگی۔ اور یہ پسند کب محبت میں بدلی میں نہیں جانتی۔ بس اتنا جانتی ہوں آپ میری زندگی میں آنے والے پہلے شخص ہیں اور شاید آخری بھی۔ وہ آس بھری نظریں اس پر ٹکاتے ہوئی بولی۔

دوستوں اس احمق لڑکی کی بکواس سُنو اسے مجھ سے محبت ہے۔ لائک سیریسلی۔ تمہاری اوقات ہے مجھ سے محبت کرنے کی۔ وہ تمسخر سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ یہ تم مڈل کلاس لڑکیاں اچھی ہو اپنے کالج، یونی کے سب سے امیر لڑکے کو پھنسانے کی کوشش کرتی ہو۔ ہوتے ہونگے وہ احمق لڑکے جو تم جیسیوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ پر مجھے اُن جیسا بے وقوف مت سمجھو۔

اس کی دھاڑ نما آواز پر وہ سب اس کی طرف متوجہ ہو گے۔

ارسم تو سہی کہتا ہے کہ کیسے انہیں محبت بھی اُس لڑکے سے ہوتی ہے جن کا بیک گراؤنڈ سٹرونگ ہو۔ کسی اپنے جیسے سے محبت کیوں نہیں ہوتی۔ وہ ذرا سا جھکتا اس کی بھتی آنکھوں میں دیکھ کر غُرایا۔

ماہنور نے بھتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ اسے آنسو کے پار سب دُھندلاتا نظر آیا وہ شخص بھی۔ وہ اسے اسی کی اوقات بتا رہا تھا۔

تمہاری اوقات نہیں ہے ہم سے برابری کرنے کی۔ تم جیسی لڑکیاں مجھے زہر لگتی ہیں۔

وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی پر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پیر منجمد ہو گئے ہو۔ اس کا ایک ایک لفظ اس کے دل میں برچھی کی طرح کُھبا تھا۔ وہ اس شخص کی محبت سے پہلے عزت کرتی تھی۔ اس لمحے اس کے دل نے بے ساختہ گواہی دی تھی کہ یہ شخص عزت کے قابل تو بالکل بھی نہیں ہے۔

آئی ہیٹ یو۔ وہ روتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

وہ جسے ایک سکینڈ کے لیے اس سے ہمدردی محسوس ہوئی۔ اس کے جاتے ہی وہ اپنی سوچ پر لعنت بھیجتا اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ پھر اپنی باتوں میں ایسے مشغول ہو گئے جیسے ابھی ایک منٹ پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

کل تم گئی تھی پھر اپنی چچی کی طرف آئرہ کتابیں سمیٹتی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

اس کی بات پر مصفرہ کے چہرے پر ایک سایہ سالہرایہ۔کل والا واقعہ اس کے دماغ میں گردش کرنے لگا۔ ہمم! گئی تھی وہ کھوئے کھوئے لہجے میں گویا ہوئی۔

کیاہوا مصفرہ! کیا کل پھر تمہارے اُس کزن نے کچھ کہا۔اس کے لہجے میں کبیر کے لیے غصہ تھا۔

اس کی ہمدردی پاتے ہی موتی لڑیوں کی صورت میں اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔جو بات کل سے وہ دل میں دبائے بیٹھی تھی جیسے آئرہ کی ذرا سے ہمدردی سے پھر سے اپنی تذلیل یاد کرتے آنکھوں نے بھی احتجاج کیا۔

مصفرہ تم رہ کیوں رہی ہو۔میرا دل کر رہاہے اُس ذلیل انسان کا گلہ دبادوں . جو بار بار تمہاری تکلیف کی وجہ بنتا ہے۔اُس انسان سے زیادہ مجھے تم پر غصہ ہے اُس کی حرکتیں سب کو بتاتی کیوں نہیں۔اپنے لیے کوئی اسٹیپ لو۔اُسے یوں خود پر حاوی مت ہونے دو۔وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

آئرہ! میں اُس شخص سے نفرت کرتی ہوں۔ نفرت شاید چھوٹا لفظ ہے میری ناپسندیدگی ظاہر کرنے کے لیے۔ پوری زندگی تو دور کی بات ہے میں ایک لمحہ بھی اُس کے ساتھ نہیں گزارنا چاہتی۔ جب وہ آس پاس ہوتا ہے مجھے یوں لگتا ہے میری سانسیں رُک رہی ہیں۔

آئرہ جو بہت غور سے اُس کی باتیں سُن رہی تھی اس کے لہجے میں واضح کرب کا محسوس کر سکتی تھی۔

وہ تو میرا محرم ہے۔ ہے ناں آئرہ۔ اس نے آئرہ سے تائید چاہی۔

آئرہ نے میکانکی انداز میں ہاں میں سر ہلایا۔

پھر اُس کے ساتھ کبھی مجھے تحفظ کا احساس کیوں نہیں ہوا۔ کیوں جب وہ مجھے دیکھتا ہے اُس کی آنکھوں میرے لیے عزت کیوں محسوس نہیں ہوتی صرف ہوس محسوس ہوتی ہے۔ آئرہ وہ ایسا کیوں ہے۔ وہ ہاتھوں میں چہرہ ٹکائے شدت سے رو دی۔

آئرہ بے ساختہ آگے بڑھتی اسے خود سے لگا گئی۔

کچھ دیر آنسو بہانے کے بعد وہ پیچھے ہوتی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

اب تم کیا چاہتی ہو؟ آئرہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

جو بھی ہو میں اُس شخص کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ میں کہیں جاب کرلوں گی۔ کچھ بھی کرلوں گی۔ پر اُس انسان کی میری زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔

سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان مت ہو۔ وہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہوئی بولی۔

تم میری چھوڑوں اپنی بتاؤ کیا فیصلہ کیا تم نے۔ وہ اس کی توجہ خود سے ہٹاتی ہوئی بولی۔

اس نے آئرہ کے چہرے کی طرف دیکھا جو اس کی بات پر سنجیدہ ہو چکا تھا۔

میں نے اُسے واپس آنے کی اجازت دے دی ہے۔ وہ گہرا سانس بھرتی ہوئی بولی۔

سچ ! کیا پتہ سب ٹھیک ہو جائے تم دونوں کے بیچ۔ وہ اس کے لیے خوش ہوتے ہوئے بولی۔

کبھی نہیں۔۔۔ میں اپنی تذلیل کرنے والے کبھی معاف نہیں کرسکتی۔ وہ واپس تو آرہا پر میری زندگی میں ہرگز نہیں۔ اور شاید تم بھول رہی ہو اُس کی شرط۔ وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے نہیں بنے۔ کہاں وہ اور کہاں میں۔ اس کی نظروں میں میری کوئی اوقات نہیں۔ اپنی اوقات اُس کی نظروں میں مجھے اسی روز ہی سمجھ آ گئ تھی جب اُس کی وہ شرط سُنی تھی۔ وہ جیسے پھر سے تین سال پیچھے جا چکی تھی۔

تین سال قبل

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ چائے لیکر سٹڈی میں داخل ہونے والی تھی۔جب بڑے پاپااوراس کے بابادونوں فون پر کسی سے محو کلام تھے۔فون اسپیکر پر تھا۔اس نے ہینڈل پرہاتھ رکھ کر دروازہ کھولنا چاہاجب فون سے آنے والی آواز نے اسے منجمد کردیا۔

ڈیڈی!آپ سمجھ کیوں نہیں رہے میں اُس لڑکی کے ساتھ بالکل بھی خوش نہیں رہ سکتا۔میری اپنے شریکِ سفر کو لیکر جو ڈیمانڈ ہے وہ اُس پر پورا نہیں اُترتی۔آپ نا انصافی مت کریں مجھے صرف اُس کی ہائیٹ سے نہیں ہر چیز سے مسئلہ ہے۔اُس کا وہ جاہلوں والا حلیہ آپ کہی سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی ہائی کلاس سے بلانگ کرتی ہے۔ وہ کبھی بھی میرے معیار پر پورا نہیں اُتر سکتی۔

باہر کھڑا وجود ایک بار پھر اپنے لیے اس کے منہ سے ایسے الفاظ سُن کر تکلیف سے دوچار ہوا تھا۔

بکواس بند کرواپنی۔وہ دھاڑتے ہوئے بولے۔اپنے بیٹے کی بکواس پر وہ چھوٹے بھائی کے سامنے شرمندہ سے ہوگئے۔

میری بات سُن لیں ڈیڈی۔میں واپس اُسی صورت میں آؤں گا جب آپ مجھ سے وعدہ کریں گے کہ آپ مجھے اس رشتے سے آزاد کردیں گے۔

برخودار میری طرف سے تم کبھی بھی واپس مت آؤ۔وہ دھاڑتے ہوئے فون بند کر چکے تھے۔

وہ بھی وہی دروازے سے پلٹ گئ۔اس شخص سے نفرت کچھ اور گہری ہوئی تھی۔یہ وہ شخص تھا جو اس سے دوستی کا دعویٰ دار تھا آج وہ اُس کے لیے صرف وہ لڑکی بن کر رہ گئ تھی۔

وہ سوچوں سے نکلتی حال میں لوٹی تھی۔مجھے فرق نہیں پڑتا وہ شخص میرے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ایک پرسنٹ بھی نہیں۔میرے ارد گرد اتنے سارے اتنے مخلص رشتے موجود ہیں میں پاگل تھوڑی ہوں جو اُس ایک شخص کی باتوں کو دِل سے لگا کر بیٹھ جاؤں۔وہ گہرا سانس بھرتی ہوئی بولی۔

وہ آج اپنی مما کے اصرار پر کچن میں ان کے ساتھ موجود تھی۔ان کے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔جب آمنہ بیگم ہنستے ہوئے کچن میں داخل ہوئی۔

سارہ میں آج بے حد خوش ہوں۔وہ ہونٹوں پر مسکراہٹ لاتے ہوئے بولی۔

ہمیں بھی بتائے خوشی کی خبر۔سارہ بیگم کام چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

سارہ بات ہی خوشی کی ہے۔ تمہیں پتہ ہے ذوہان شادی کے لیے مان گیا۔بس اب جلد سے جلد ایک اچھی لڑکی دیکھ کر اُس کی شادی کروادیتے ہیں۔میں چاہتی ہوں کہ اس دفعہ وہ اسلام آباد اکیلا نہ جائے۔

یہ تو اچھی بات ہے بھابھی۔ چلو اسی بہانے گھر میں کچھ ہلہ گُلہ بھی ہو جائے گا۔

ہاں یہ تو صحیح کہا تم نے۔اچھا یہ بتاؤ اس رشتے کے لیے میری بھانجی ہادیہ کیسی رہی گی۔ انہوں نے سوالیہ نظروں سے سارہ کی طرف دیکھا۔

جی بھابھی بہت اچھی لڑکی ہے۔ سُلجھی ہوئی بھی ہے۔ہمارے ذوہان کے ساتھ بہت اچھی لگے گی۔وہ خوشدلی سے بولیں۔

وہ دونوں اپنی باتوں میں مصروف تھی اس بات سے انجان کے اُن کی باتوں سے پیچھے کھڑے وجود کی کیا حالت ہو رہی ہے۔

منسا آمنہ بیگم کی بات سُن کر ساکت رہ گئ۔کیسے وہ شادی کے لیے ہاں کر سکتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح کچن سے آندھی طوفان کی طرح نکلتی اوپر کی طرف بڑھ گئ۔

اسے کیا ہوا۔ایسا بھاگی ہے جیسے زلزلہ آگیا ہو۔آمنہ بیگم فکرمندی سے بولیں۔

چھوڑیے بھابھی وہ تو ہے ہی پاگل۔ پھر کوئی اوٹ پٹانگ حرکت یاد آ گئی ہو گی۔ آپ چلیے۔ ہم یہ بات بھائی صاحب سے بھی کر لیتے ہیں۔ وہ ان کا ہاتھ تھامتی کچن سے نکل گئیں۔

وہ سیڑھیوں سے بھاگتی اس کے کمرے کے سامنے آ کر رُکی۔ اس کشمکش میں تھی کے آیا اسے اندر جانا چاہئے یا نہیں اُس سے یہ بات کرنی چاہئے یا نہیں۔

پھر اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتی وہ دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

ذوہان جو لیپ ٹاپ پر بیزی تھا اس نے آنے والے کو ناگواری سے دیکھا۔ وہ سمجھ تو گیا تھا کہ آنے والا کون ہو سکتا ہے۔

منسا کتنی بار سمجھانا پڑے گا کہ کسی کے روم میں کیسے آتے ہیں۔ اس کے لہجے میں واضح ناگواری تھی۔ وہ اسے مزید باتیں سُناتا جب اس کی نظریں اس کی روئی روئی آنکھوں پر پڑی وہ اسے ڈانٹنے کا ارادہ ترک کرتا اس کے قریب آتا فکر مندی سے بولا۔

وٹ ہیپنڈ منسا؟ وہ چلتا ہوا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

منسا نے شکوے بھری نگاہ اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ آپ کیسے کر سکتے ہیں یہ؟

کیا کیا میں نے؟ وہ حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔

آپ کیسے تائی امی کو رشتے کے لیے ہاں کر سکتے ہیں۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

او گوڈ! اب تمہارا کیا خیال ہے میں پوری زندگی کنوارہ ہی رہوں گا۔ وہ قہقہ لگاتا ہوا بولا۔

پر دوسری طرف سے مسلسل خاموشی اور رونے کی آواز سُن کر سنجیدہ ہوا۔

آپ یہ شادی نہیں کر سکتے۔ وہ روتے ہوئے بولی۔

وجہ بتاؤ میں کیوں یہ شادی نہیں کر سکتا۔ وہ اس کا انداز دیکھ کر ٹھٹھکا۔ لیکن پھر بھی اپنے لہجے کو نارمل کرتا ہوا گویا ہوا۔

کیونکہ آپ صرف میرے ہیں۔ آپ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔

وہ دو قدم اس کے قریب آتی اس کی آنکھوں میں دیکھتی براہ راست بولی۔

کیا مطلب ہے اس بکواس کا۔ تحمل کا مظاہرہ کرنے کے باوجود اس کی آواز بلند ہو گئی۔

اس کی آنکھوں میں وہ اپنے لیے غصہ دیکھ سکتی تھی اس کے باوجود وہ خاموش نہ رہی۔

میں نے اپنے ساتھ ہمیشہ سے صرف آپ کو سوچا ہے صرف آپ سے محبت کی ہے۔

آپ سمجھتے کیوں نہیں۔ وہ بے بسی سے بولی۔

تم اپنی بکواس بند کرو اور دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ فی الحال میں کسی بھی بکواس سُننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ وہ انگلی سے اسے باہر کی جانب اشارہ کرتا ہوا۔

میں نہیں جاؤں گی جب تک آپ میری بات نہیں مان لیتے۔وہ ڈھٹائی سے گویا ہوئی۔
اس کی باتیں سُن کر اس کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔مجھے شرم آرہی ہے یہ سوچتے ہوئے جسے ہمیشہ میں نے اپنی چھوٹی بہن سمجھا وہ کبھی آکر یوں میرے سامنے کھڑے ہو کر یہ باتیں بھی کر سکتی۔اس سے پہلے میں کچھ غلط کر جاؤں چلی جاؤ یہاں سے اور یہ خرافات بھی اپنے دماغ سے نکال دو۔
اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ ذوہان اسے کھینچ کر دروازے کے پاس لے گیا۔تم یہ سمجھ لو ان سب کے بعد میرے دل میں تمہارے لیے جو عزت تھی جو مان تھا وہ سب ختم ہو چکا ہے۔وہ اسے کمرے سے نکال کر دروازہ بند کر چکا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اُسے کمرے سے نکال کر خود سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔اس نے تو کبھی اُسے خود سے گھلنے ملنے بھی نہ دیا تھا پھر کہاں پر اس سے غلطی ہو گئی جو وہ ایسی خرافات دماغ میں پال کر بیٹھ گئی۔
اگر اُس نے گھر والوں سے اس کے بارے میں بات کر لی تو وہ کیا سوچیں گے اس بارے میں۔ایسی سوچیں مسلسل اس کے دماغ میں آرہی تھی۔

وہ چھٹانک بھر کی لڑکی پتہ نہیں کیا خرافات پال کر بیٹھی تھی۔اسے بھنک تک نہ ہو سکی۔اگر اسے بروقت علم ہو جاتا تو وہ اُسی وقت اُسے ٹوک دیتا۔جو بھی تھا اسے جلد سے جلد منسا سے بات کرنی تھی کہ وہ اپنی یہ اوٹ پٹانگ خواہشات گھر میں کسی سے بھی شومت کرے۔فی الحال اس کا کسی سے بھی بات کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

مجھے یہاں آنے ہی نہیں چاہیے تھا آتے ہی یہ سب ہو گیا۔اس سے اچھا تو تھا میں ماما کے کہنے پر بھی نہ آتا۔وہ یہ سوچ سوچ کر جھنجھلا رہا تھا۔

وہ دونوں یوں اچانک بغیر بتائے آکر سب کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔اسی لیے انہوں نے کسی کو انفارم ہی نہ کیا تھا۔

دونوں نے چار سال کے بعد پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔دونوں کی دوستی مثالی تھی۔تبھی ارسم کی اپنے گھر والوں کی ناراضگی کی وجہ سے ہارب بھی اکیلے پاکستان نہ آیا۔ارسم کے ہزاروں دفعہ کہنے کے باوجود وہ نہ مانا۔

کیسا فیل ہو رہا ہے واپس آکر۔ارسم نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

ظاہری سی بات ہے اچھا فیل ہو رہا ہے کون اپنے وطن اپنے گھر اپنوں کے درمیان آکر اچھا فیل نہیں کرے گا۔ہارب ارد گرد ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑاتا ہوا بولا۔جب کسی کو انفارم نہیں کیا تھا تو ظاہری سی بات تھی کے خود ہی جانا تھا۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی روکی پھر ارسم کو اشارہ کرتا ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ارسم بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔

دونوں کا گھر ایک ہی کالونی میں تھا۔ان کی دوستی کی ایک بڑی وجہ دونوں کے والد کی دوستی تھی۔ارسم اور اسکے والد آپس میں کزن ہونے کے ساتھ بزنس پارٹنر بھی تھے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سلام بابا! وہ گارڈ کو سلام کرتا گیٹ کھولنے کا اشارہ کر گیا۔

ہارب بیٹا آپ ایسے اچانک۔گھر پر بتا دیتے کوئی لینے آجاتا آپ نے کیوں زحمت کی۔ آپ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔سب آپ کو بے حد یاد کرتے تھے۔آپ بھی تو کتنے عرصے کے بعد آئے ہیں۔

بس خان بابا میں تو آنا چاہ رہا تھا پر کچھ وجوہات کی وجہ سے نہیں آپایا۔وہ انہیں تفصیلات سے آگاہ کرتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اس نے ہولے سے لاؤنج میں قدم رکھا۔خالی لاؤنج دیکھ کر اس نے برا سامنہ بنایا۔

بیگ نیچے رکھتا وہ اندر آ گیا۔

گاؤں باسیوں! کوئی ہے گاؤں میں! تو اس غریب مسافر کی مدد ہی کر دو۔وہ شرارتی آواز میں بولا۔

منسا جو اس وقت نیچے ہی موجود تھی اس کی آواز سُن کر باہر آ گئی۔

بھائی! وہ اسے دیکھ کر خوشی سے چلائی۔تقریباً سب ہی لاؤنج میں آ گئے تھے۔

منسا خوشی سے اس سے لپٹ گئی۔بھائی میں نے آپ کو بے حد مس کیا۔جب بھی میں نے آپ کو بلایا آپ آئے کیوں نہیں۔وہ شکوہ کرتی ہوئی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

سوری گڑیا! وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

کیسے ہو برو؟ ذوہان جو سب کی آوازوں سے لاؤنج میں آ گیا تھا اس سے پوچھتا ہوا بولا۔

منسا نے اس کی آواز سُن کر مزید اپنا منہ ہارب کے سینے میں دیا۔

میں بالکل ٹھیک بھائی آپ کیسے ہیں؟ گڑیا باقی سب سے تو ملنے دو۔وہ محبت سے اس کے سر پر بوسہ دیتا ہوا بولا۔

وہ خاموشی سے نگاہیں جھکائے سائیڈ پر ہو گئی۔

ہارب آگے بڑھتا ذوہان کے گلے لگ گیا۔ پھر باری باری سب سے مل کر کچھ دیر ان کے ساتھ وہی بیٹھ گیا۔

وہ جو کل سے ہی بخار میں پھنک رہی تھی جس کی وجہ سے سب گھر والے پریشان تھے۔ اب تھوڑی سی طبیعت سنبھلتے ہی وہ کمرے سے باہر آگئی تھی اور یہاں آکر اسے کتنا اچھا سرپرائز ملا تھا۔ اس کا پیارا بھائی انہیں سرپرائز دینے پہنچ گیا تھا۔

منسا میری جان طبیعت ٹھیک ہے جو یوں کمرے سے باہر آگئی ہو۔ سارہ بیگم فکر مندی سے اپنی لاڈلی کا چہرہ دیکھتی ہوئی بولی جو بخار کی وجہ سے اب بھی سُرخ ہو رہا تھا۔

ذوہان نے بس ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ پھر ایکسکیوز کرتا وہاں سے اُٹھ کر چلا گیا۔ منسا نے اس کا یوں خود کو اگنور کرنا اچھے سے محسوس کیا تھا۔

کیا ہوا میری گڑیا کو؟ ہارب اسے حصار میں لیتا فکر مندی سے بولا۔

کچھ نہیں بھائی ہلکا سا بخار ہے یہ سب ایویں ٹینشن لے رہے ہیں۔ وہ فی الحال ساری سوچیں ذہن سے جھٹکتی ہوئی بُجھے بُجھے لہجے میں بولی۔ وہ چاہ کر بھی خود کو ہشاش بشاش ظاہر نہ کر سکی۔

تم نا اپنا خیال نہیں رکھتی۔ اب میں آگیا ہوں نا تمہارا خیال رکھنے کے لیے۔

منسا اس کی بات پر ہلکا سا مُسکرائی۔

اسے معلوم تھا اس کے واپس آنے سے اگر گھر میں کوئی حقیقتاً خوش ہو گا تو وہ صرف اس کی ماں ہو گی۔ کیونکہ جاتے ہوئے وہ جو ڈرامہ گھر پر لگا کے گیا تھا اُس کے بعد وہ کسی سے اُمید بھی نہیں رکھ سکتا تھا کہ وہ اس کے آنے پر خوش ہونگے۔

اس نے اندر قدم رکھ کر نگاہ ارد گرد دوڑائی تھی سامنے ہی اس کی ماما کسی کو ڈانٹنے میں مصروف تھی۔

تاشا کیا کرتی ہو؟ کب سے کہاں ہوا ہے کہ چائے اپنے بڑے صاحب کے کمرے میں دے آؤ پر تم کبھی کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کر سکتی۔

وہ چپکے سے چلتا پیچھے سے ان کے گلے میں باہنیں ڈال گیا۔

آئرہ ابھی میں غصے میں ہوں۔ ابھی ذرا مجھے اس تاشا کی خبر لینے دو۔

وہ جیسے ہی پیچھے مڑی وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا کہ ان کا اکلوتا لختِ جگر واپس آ گیا ہے اور ان کے سامنے کھڑا ہے۔

ارسم! وہ کپکپاتے ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھامتی رُندھی ہوئی آواز میں بولی۔

وہ ان کی کیفیت سمجھتا انہیں خود سے لگا گیا۔ کیسی ہیں آپ؟ وہ محبت سے اپنی جنت کو دیکھتا ہوا بولا۔ اُسے احساس تھا کہ ان سب کی وجہ سے اُس کی مما کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔

شدید ناراض ہوں تم سے۔ جھگڑا تمہارا تمہارے باپ سے تھا اور تم میرے کہنے پر بھی ایک بار بھی مجھ سے ملنے نہ آئے۔ اب بھی نہ آتے۔ وہ اس سا ہاتھ جھٹکتی ہوئیں بولیں۔

سوری ماما! وہ کان پکڑتا معصوم سا منہ بنا کر بولا۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ پلیز معاف کر دیں اپنے ارسم کو۔

انہیں وہی چار سال پُرانا ارسم یاد آگیا۔ جو انہیں یوں ہی مناتا تھا۔

وہ اس کے ہاتھ کان سا ہٹاتی ہوئی بولیں۔ صرف ایک شرط پر معاف کروں گی اگر تم مجھ سے وعدہ کرو کہ جو بھی ہو آئندہ تم میری بات نہیں ٹالو گے۔ گھر سے دُور نہیں جاؤ گے۔

پکا پرامیس ینگ لیڈی۔ وہ لاڈ سے ان کے کندھے پر سر رکھتا ہوا بولا۔

تم نے بتایا کیوں نہیں کہ تم آنے والے ہو۔

بس آپ کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ وہ کندھے اچکاتا ہوا بولا۔

ابھی وہ باتوں میں مصروف تھے جب دروازے سے اسد چاچو اور اس کے ڈیڈ اندر آتے ہوئے نظر آئے۔ وہ اپنی بزنس کی گفتگو کرتے ہوئے اندر آرہے تھے۔ جب ابراہیم صاحب اس کی پکار پر تھمے تھے۔

ڈیڈ! وہ انہیں پکارتا قدم قدم چلتا ان کے نزدیک آیا۔

اسد صاحب کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ وہ ان کا لاڈلا تھا پر جب سے اس نے ان کی لاڈلی بیٹی کی تذلیل کی تھی اُس کا دل دُکھایا تھا تب سے وہ اس سے فاصلہ اختیار کر گئے۔

کیسے ہیں ڈیڈ؟

میں ٹھیک ہوں۔ وہ یہ دو الفاظ ادا کرتے اس کا کندھا تھپتھپاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

ان کے اس رُوکھے انداز پر ارسم کچھ مایوس سا ہوا۔ ان کے رشتے میں کتنی بڑی خلیج آ گئی تھی۔ ان سب کی وجہ اسے صرف اور صرف آئرہ لگی۔ وہ سر جھٹکتا اسد صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی وہ کچھ کہتا کہ وہ بغیر اسے دیکھے وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

ارسم سب کے رویوں سے مایوس سا ہوا۔ لبنٰی بیگم اس کا مایوس سا چہرہ دیکھتی اس کے نزدیک آ گئی۔

تم فکر مت کرو دیکھنا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جاؤ تم جا کر فریش ہو جاؤ میں تمہاری پسند کا کھانا بنواتی ہوں۔

وہ اثبات میں سر ہلاتا سیڑھیاں چڑھتا اپنے رُوم کی طرف بڑھ گیا۔

ابراہیم اور اسد صاحب دو بھائی تھے جو شہریار صاحب (ہارب کے والد) اور وجاہت صاحب (ذوہان کے والد) کے کزن اور بزنس پارٹنر تھے۔

ابراہیم صاحب کی شریکِ سفر لبنیٰ بیگم تھی جن کی ایک ہی اولاد تھی ارسم جو چار سال بعد تعلیم مکمل کر کے لوٹا تھا۔ ابراہیم صاحب سے چھوٹے اسد صاحب تھے جن کی شریکِ حیات لائبہ بیگم تھی ان کی بھی ایک ہی اولاد تھی۔ آئرہ۔

آئرہ اور ارسم کا نکاح بچپن میں ان کے دادا کی خواہش پر کر دیا گیا تھا۔ چار سال پہلے تک وہ دونوں اس بات سے انجان تھے لیکن چار سال پہلے جب وہ اور ہارب اپنی تعلیم کے سلسلے میں یورپ جانا چاہتے تھے تب ان کی خواہش تھی کہ ان کے نکاح کا باقاعدہ اعلان کر دیا جائے تاکہ سب خاندان والے اس رشتے سے آگاہ ہو جائے پر وہ نکاح کی بابت سُنتا ہتھے سے اُکھڑ گیا۔

وہ سب گھر والوں سے ناراض ہو کر یہاں سے چلا گیا۔ان سب میں وہ یہ بات بھول چکا تھا کہ جسے وہ سزا دے رہا تھا اُس کا اِن سب میں کوئی قصور نہیں تھا وہ بھی اس رشتے سے اُتنی ہی انجان تھی جتنا وہ تھا۔پر اس سب کے باوجود وہ اُس کی بُری طرح ذلیل کر چکا تھا۔بار بار اُس کی ذات کی نفی کر تا وہ اسے خود سے بے حد متنفر کر چکا تھا۔

اب یہ دیکھنا تھا کہ اُن کے رشتے کا کیا انجام ہونے والا تھا۔

آئرہ گھر نہیں چلنا۔آخری پیریڈ ختم ہوتے ہی ساری کلاس تقریباً خالی ہو چکی تھی۔

مصفرہ ساری بکس سمیٹتی اُسے وہی بیٹھا دیکھ کر بولی۔

آئرہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

کیا ہوا آئرہ؟مصفرہ اس کے ساتھ بیٹھتی اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

کچھ نہیں بس یہ سوچ سوچ کر وحشت ہو رہی ہے کہ اُسے واپس آنے کی اجازت مل گئی ہے وہ آج نہیں تو کل واپس تو آئے گا۔ایک دفعہ پھر میری ذات کی خامیاں گنوا کر اس رشتے سے رہائی چاہے گا۔

توکیا تم اُس سے محبت کرتی ہو۔۔۔ مصفرہ جھجھکتی ہوئی اپنی بات مکمل کر گئی۔اُسے لگا شاید وہ اس بات پر اُداس ہے کہ وہ آکران کے درمیان موجود اس پاکیزہ رشتے کو ختم نہ کردے۔

ہر گز نہیں۔ تمہیں لگتا ہے میں ایسے انسان سے محبت کرنے کی غلطی کر سکتی ہوں جو یوں سب کے درمیان میری تذلیل کر گیا۔بس مجھے اُس انسان سے نفرت ہے بے تحاشہ نفرت۔میں کبھی اُسے اپنے دل میں جگہ دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔وہ لہجے میں اُس انسان کے لیے نفرت سموئے بولی۔

وہ یونی سے تھکی ہاری گھر میں داخل ہوئی۔اسے معلوم تھا کہ اس وقت اس کی مما گھر نہیں ہونگی۔اس نے ایک نظر اپنے بابا کے کمرے کی طرف دیکھا۔یہ اطمینان کر لینے کے بعد کے وہ سوگئے ہیں وہ خاموشی سے دروازہ بند کرتی باہر آگئی۔جب اسے دروازہ کُھلنے کی آواز آئی۔اسے حیرانی ہوئی کہ اس کی مما جلد واپس آگئی۔

وہ یہی سوچتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی جب سامنے ہی کوئی انجان شخص بڑے دھڑلے سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہو رہا تھا جب پیچھے سے اس کی مما کی آواز آئی آنے والا شخص اُن کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔وہ خاموشی سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

صاحب جی کچھ چاہیے۔وہ جھجھکتی ہوئی بولیں۔وہ اسے اندر گھر میں دیکھ چکی تھی کہ وہ اس گھر کا چھوٹا بیٹا ہے۔ذوہان کو تو وہ جانتی تھی۔وہ بھی چھ سات ماہ کے بعد چکر لگاتا تھا۔

وہ یہ بات تو جانتی تھی کہ اُن کا ایک بیٹا تعلیم کے سلسلے میں باہر تھا۔اس کا ذکر گھر میں اکثر ہوتا تھا۔جو آج ہی اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد واپس آیا تھا۔

نہیں کچھ نہیں چاہیے وہ میں تو انیکسی کا چکر لگانے آیا تھا۔

وہ صاحب جی اب یہ انیکسی ہمارے زیر استعمال ہے۔وہ بات کرتے کچھ جھجھک سی رہی تھی۔کہیں اُسے کسی بات پر غصہ نہ آجائے۔

اووسوری! مجھے نہیں پتہ تھا کیونکہ جب میں گیا تھا تب تک تو یہ انیکسی خالی تھی۔مجھے لگا ابھی بھی یہ خالی ہی ہو گی۔میں چلتا ہوں میں تو بس یوں ہی گھومنے آیا تھا۔وہ خاموشی سے بات کرتا آگے کی طرف بڑھ گیا۔

ماما بہت بھوک لگی ہے۔وہ دس منٹ پہلے ہی یونی سے واپس آئی تھی۔وہ فریش ہو کر سیڑھیوں سے اُترتی چلائی تھی۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اُترتی نیچے کی طرف آرہی تھی جب اوپر آنے والے وجود سے ٹکرائی تھی۔

کیا مسئلہ۔۔۔سامنے والے وجود کو دیکھ اس کی بات درمیان میں رہ گئی تھی۔اسے اپنے حواس منجمد ہوتے محسوس ہوئے۔

سامنے والا وجود بھی اسے دیکھ کر تھم گیا تھا۔اسے کہیں سے بھی وہ پُرانے والی آئرہ نہ لگی۔بے پرواہ حُلیے میں رہنے والی اس وقت مناسب سے ڈریس میں سادگی کے باوجود بھی بے حد اچھی لگ رہی تھی۔جب آخری بار اُسے دیکھا تھا اسے یاد تھا اُس کے بال بمشکل کندھوں تک آتے جو اس وقت کمر کے نیچے تک لہرا رہے تھے۔

آئرہ خود پر قابو پاتی ایک سائیڈ سے ہوتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔اس نے نوٹ کیا تھا وہ پہلے سے زیادہ خوبرو ہو گیا تھا۔اس نے سر جھٹکتے اپنی سوچوں پر قابو پایا۔

ارسم کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا۔

--

میری بے بسی کی کتاب کا۔۔۔

کوئی ورق تُو نے پڑھا نہیں

تجھے کیا خبر کہاں مر گئیں

میری خواہشیں تیرے شہر میں۔۔

وہ تیزی سے چلتی وہاں سے نکلتی کچن میں آ گئی۔اسے بالکل بھی یقین نہیں تھا وہ اتنی جلدی واپس آ جائے گا۔ابھی تو وہ خود کو ان سب کے لیے تیار کر رہی تھی اور وہ یوں اچانک آ گیا تھا۔اسے سامنے دیکھ کر اس شخص کے منہ سے اس کے خلاف ادا ہوا ایک ایک لفظ اس کے ذہن میں پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔

آئرہ ابھی تم نے بھوک کی رٹ لگائی تھی اور اب میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں کہ کھانا کھا لو آ کر۔لیکن تم نا جانے کن سوچوں میں گُم ہو۔لائبہ بیگم اس کے قریب آتی کندھا ہلاتی ہوئی بولیں۔

وہ چونکتی ہوئی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔جی ماما! کیا کہا آپ نے؟ وہ اپنی سوچوں میں ایسی گُم تھی کہ اُن کی کوئی بھی بات سُن نہ سکی۔

کچھ نہیں میں کہہ رہی تھی کہ آکر کھانا کھالو۔

جی آگئی۔وہ خاموشی سے کھانا کھانے بیٹھ گئی۔

وہ آج منسا کو خود چھوڑنے آیا تھا۔منسا کب کی اُتر کر جا چکی تھی۔پر اس کی نظر ایک منظر پر جم سی گئی تھی۔سفید ڈریس میں ملبوس وہ چھوٹی سی لڑکی چہرے پر اداسی سجائے اسی کی طرف آرہی تھی۔

سفید ڈریس میں اس کا چاند سا چہرہ دمک رہا تھا۔نیلی آنکھیں ساری دُنیا سے خفا تھی۔

گاڑی سے اُترتے اس کے قدم خود بخود اس کی طرف اُٹھنے لگے وہ ٹرانس کی کیفیت میں قدم قدم چلتا اسی کی طرف جانے لگا۔

وہ لڑکی اس کے قریب سے ہوتی ہوئی یونی میں داخل ہو گئی۔وہ وہی کھڑا ایک ٹک اسی کو جاتا دیکھ رہا تھا یہاں تک کے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔بیوٹی۔۔۔۔بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔اس کے جاتے ہی وہ جیسے کسی گہری نیند سے جاگا تھا۔اس کا موبائل پچھلے پانچ منٹوں سے لگاتار بج رہا تھا پر وہ تو شاید کسی اور ہی دنیا میں گُم تھا۔ایک بار پھر

اس کا موبائل رِنگ ہوا جسے اس بار وہ جیب سے نکال گیا۔اس نے موبائل پر نظر ڈالی جہاں ارسم کالنگ لکھا آرہا تھا۔وہ بغیر تاخیر کے کال پِک کر چکا تھا۔

اوئے کدھر تھا کب سے تجھے کالز کررہا ہوں۔فون کے دوسری طرف سے ارسم کی چنگھاڑتی ہوئی آواز گونجی۔

یہی تھا وہ بس منسا کو یونیورسٹی چھوڑنے آیا تھا اس لیے کال کا پتہ نہیں چلا۔وہ بات کو گول مول کرتا ہوا بولا۔

اچھا ٹھیک ہے ایک گھنٹے تک مجھے مل۔ارسم اسے ملنے کا حکم دیتا کال بند کر چکا تھا۔

ہارب سر جھٹکتا کار کی طرف بڑھ گیا۔اسے اپنی بے خودی پر حیرانی سے ہو رہی تھی۔ کیسے وہ اتنا بے اختیار ہو گیا تھا۔وہ ابنی بے اختیاری پر ہنستے ہوئے بالوں میں ہاتھ چلاتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

وہ سیڑھیاں اُترتا نیچے آیا جہاں سب لوگ ناشتے میں مصروف تھے وہ بھی سلام کرتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

مماڈیڈ اور چاچو نہیں نظر آرہے۔وہ املیٹ کا ٹکڑا منہ میں رکھتا ہوا بولا۔

وہ آج جلدی چلے گئے اُن کی کوئی میٹنگ تھی۔

اس کے بیٹھتے ہی وہ کرسی دھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ارسم نے بے ساختہ نگاہ اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ ایک پل کے لیے وہ نظریں پلٹنا بھول گیا۔

نیوی بلیو کلر کے سٹائلش سے کُرتے میں اس کی گوری رنگت خوب چمک رہی تھی۔ سر پر ڈریس کے ہم رنگ سکارف لپیٹے وہ اسے چار سال پہلے والی آئرہ سے یکسر مختلف لگی۔

خود پر قابو پاتا وہ فوراً نظروں کا زاویہ بدل گیا۔

مما میرا ناشتہ ہو گیا ہے خان چاچا کو بولیں مجھے یونیورسٹی چھوڑ دے۔ اس کو دیکھ کر اس کا موڈ پل میں بگڑ چکا تھا۔

بیٹا اُنہیں تو تمہارے پاپا نے کسی کام سے بھیجا ہے۔ وہ پریشانی سے بولیں۔

ماما مجھے دیر ہو رہی ہے۔

اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ جانے کیسے اس کالبوں سے پھسلا تھا۔ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

وہ جو پریشان سی کھڑی تھی اس کی آفر پر مڑے بغیر تڑخ کر بولی۔ میں اجنبیوں کا احسان لینا پسند نہیں کرتی۔ وہ اجنبی لہجے میں بولی۔

وہ اس کی بات پر لب بھینچ کر رہ گیا۔

ماما میں چلتی ہوں۔گارڈ انکل سے کہہ کر ٹیکسی کروالوں گی۔وہ ماں کے گلے لگتی گال پر بوسہ دیتی باہر کی جانب بڑھ گئ۔

وہ جو کب سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔بلآخر اسے آتا دیکھ کر پُر سکون سانس خارج کرتا ہوا بولا۔بد تمیز انسان مجھے بُلا کر خود کتنا لیٹ آیا ہے۔میں جانے ہی والا تھا اگر اور دو منٹ تو نہ آتا۔

سوری یار ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔اس لیے دیر ہو گئ۔وہ عجلت میں اس کے قریب آتا معزرت کرتا ہوا بولا۔

دو دن ہوئے ہیں ہمیں آئے کو اور تجھے میری یاد بھی آنے لگی جو یوں ملنے کے لیے بلا لیا۔چل بتا کیوں بلایا۔اب کیا ہو گیا۔ہارب اسے دیکھتا ہوا بولا۔

کیا مطلب میں تجھے بغیر وجہ ملنے کے لیے نہیں بلا سکتا۔وہ نارا ضگی سے بولا۔

چل اب نخرے چھوڑ اور کام کی بات پر آ۔ہارب سکون سے بولا۔

یار کیا بتاؤ گھر میں سب مجھ سے ناراض ہیں۔ڈیڈ تو میری طرف دیکھتے بھی نہیں۔اور چاچو جہاں میں موجود ہوتا ہوں وہاں پر بیٹھنا تک گوارا نہیں کرتے۔چچی بھی مجھ سے

ناراض ہیں۔ایسے میں مجھے لگتا ہے کہ میں علیحدگی کی بات کروں گا تو وہ ڈیڈ مجھ سے مزید ناراض ہو جائیں گے۔تو ہی بتا ایسے میں میں کیا کروں۔

تجھے اتنی جلدی کیوں ہے علیحدگی کی۔ابھی تجھے آئے دو دن ہوئے ہیں ابھی گھر والوں کو منا اُن کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر۔اور کیا پتا انکل خود تجھ سے یہ بات کر لیں۔ہارب سادہ سے لہجے میں بولا۔

جلدی ہے مجھے یار تو نہیں جانتا میں جلد سے جلد اس ان چاہے رشتے سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔جب تک یہ رشتہ قائم رہے گا مجھے یوں ہی محسوس ہو گا کہ میں اس ان چاہے بندھن کی قید میں ہوں۔

ہارب جو خاموشی سے اس کی باتیں سُن رہا تھا اسے خاموش ہوتا دیکھ کر بولا۔اور تیری منکوحہ صاحبہ کا رویّہ تجھ سے کیسا ہے۔

وہ مجھے دیکھ کر ایسے راستہ بدلتی ہے جیسے میں اُسے کچا چبا جاؤں گا۔وہ اُس کا صبح والا رویہ یاد کرتا ہوا بولا۔

ویسے تجھے ایک بات کہوں ارسم۔وہ اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے بولا۔

ارسم اثبات میں سر ہلاتا اجازت دے گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دیکھ یار تجھے ایک مخلص مشورہ دوں گا۔ میں ملا ہوں آئرہ سے اچھی لڑکی ہے۔ بس کچھ بچپنا ہے اُس میں اب ان چار سالوں میں وہ بھی شاید دور ہو گیا ہو گا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان میچور ہو جاتا ہے۔ پھر تجھے اُس سے کیا مسئلہ ہے۔ تم ایک بار ٹھنڈے دماغ سے اس رشتے کو آگے بڑھانے کے بارے میں سوچ۔

تو اپنا منہ بند رکھ۔ وہ اس کی بات پر جھنجھلاتا ہوا بولا۔

اگر میرے مشورے تجھے اتنے ہی بُرے لگ رہے ہیں تو میں اُٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ میرا موڈ بہت اچھا اپنی بکواس سے خراب مت کر۔ وہ اسے گھوری سے نوازتا ہوا بولا۔

اچھا موصوف کا موڈ آج صبح صبح ہی اچھا ہے اور لگ بھی فریش رہا ہے۔ کیا بات ہے؟ وہ آئیبرو اچکاتا ہوا بولا۔

کچھ خاص نہیں بس آج صبح صبح ایک پری کا دیدار ہو گیا تھا بس اُسے دیکھتے ہی موڈ خود بخود اچھا ہو گیا۔ وہ جیسے اس کا حسین چہرہ آنکھوں کے پردے پر لاتا ہوا بولا۔

اہم اہم! اسے خیالوں میں کھوئے دیکھ کر ارسم شرارتی انداز میں بولا۔ عشق وشق کا معاملہ تو نہیں برخودار۔

چل اوئے منہ بند رکھ ایسا کچھ نہیں ہے میں تو مزاق کر رہا تھا۔ وہ ہری جھنڈی دکھاتا ہوا بولا۔

کبیر بیٹا! وہ عجلت سے گھر میں داخل ہوا جب اپنے نام کی پکار پر اسے رُکنا پڑا۔

جی ماما۔ وہ مڑتا ہوا بولا۔

ادھر میرے پاس آؤ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔ میں چاہ رہی تھی کہ مصفرہ کی رخصتی اب کروا لینی چاہیے۔ تم دونوں کے نکاح کو کافی ٹائم ہو چکا ہے۔ اور مجھے لگتا ہے اتنا وقت کافی ہوتا ہے ایک دوسرے کو سمجھنے میں۔ ویسے بھی مصفرہ بہت اچھی لڑکی ہے مجھے نہیں لگتا تمہیں اسے پرکھنے کی ضرورت ہے۔

نو مام ابھی بالکل نہیں۔ ابھی مجھے میرے کیریئر پر فوکس کرنے دیں ابھی مجھے ان سب جھنجھٹ میں نہیں پڑنا۔ وہ اٹل انداز میں بولا۔

تم بھی بات کو سمجھو۔ اُس کی ماں کو بھی ٹینشن ہو گی۔ تم تو جانتے ہو کہ اُن کے گھر کے کیا حالات ہیں ایسے میں ہم اُن کا احساس نہیں کریں گے تو کون کریں گا۔ اور یہ مت بھولو اس رشتے میں تمہاری رضامندی بھی شامل تھی۔ تم سے پوچھ کر ہی یہ سب ہوا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں تمہارا رویہ دن بدن بچی کے ساتھ کیسا ہو رہا ہے۔ جب سے تم نے جاب شروع کی ہے تم جانے کس سمت چل نکلے ہو۔ تم اپنی حرکتوں سے مجھے یہ

سوچنے پر مجبور مت کرو کہ تمہاری بات مان کر میں نے کوئی غلطی کر دی ہے۔وہ جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی بولیں۔

ایسی کوئی بات نہیں ہیں موم۔۔۔بس مجھے کچھ وقت دے دیں۔

ہم! وہ اس کی بات سُنتی ہنکار بھر گئ۔

کبیر نیازی کا نکاح مصفرہ سے اس کی رضامندی جاننے کے بعد ہوا تھا مگر اب اُسے لگتا تھا کہ اُس نے اپنی ماں کی بات مان کر غلطی کر دی ہے اُسے مصفرہ سے بہتر لڑکی مل سکتی تھی۔

وہ ٹیکسی کے پچھلی طرف خاموش کھڑی ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کاش اسکا کوئی بھائی ہوتا جو اس مشکل وقت میں ان کی ڈھال بن سکتا۔انہیں زمانے کے سرد و گرم سے بچاتا۔وہ اپنی سوچوں میں اتنی محو تھی کہ آنے والے کی آہٹ بھی محسوس نہ کر سکی۔

وہ جوار سم سے ملنے کے بعد گھر میں بیٹھا بور ہو رہا تھا۔کچھ دیر گارڈن میں بیٹھ گیا۔
گارڈن سے ہوتا ہوا اب وہ انیکسی کی بیک سائیڈ پر آ چکا تھا۔وہاں کسی لڑکی کی موجودگی
اسے حیرانی میں مبتلا کر گئی۔

وہ اس کے نزدیک آتے سنجیدگی سے پوچھ بیٹھا۔کون ہو تم اور تم یہاں کیا کر رہی ہو؟
وہ کسی کی آواز سُنتی اس کی طرف متوجہ ہوتی چونک کر اس کی طرف مڑی۔میں
کیوں۔۔۔بتاؤں۔۔۔کون ہوں میں؟پہلے تم یہ بتاؤ۔۔۔تم کون ہو اور اندر
۔۔۔کیسے آئے؟وہ کمر پر ہاتھ ٹکائی کڑے تیوروں سے گویا ہوئی۔

ہارب اسے دیکھتا فریز ہو چکا تھا۔تم یہاں۔وہ کم از کم اس کی توقع نہیں کر رہا تھا۔وہ تو
سُن ہی نہ سکا کہ اُس نے اس سے کیا کہا ہے وہ تو بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے
کے ایک ایک نقش کہ نہار رہا تھا۔

میں۔۔۔کچھ۔۔۔پوچھ۔۔۔رہی ہوں۔۔۔میری بات۔۔۔کا جواب۔۔دو۔

ہارب جو غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کے بولنے کے انداز پر چونکا تھا۔اس نے
تو اب غور کیا تھا کہ وہ بولتے ہوئے اٹکتی ہے۔تھوڑی دیر پہلے دل جو اس کی موجودگی پر
خوشگوار سا احساس ہوا تھا اب دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

وہ خاموشی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مصفرہ نے اسے حیرانی سے وہاں سے جاتا دیکھا۔وہ سر جھٹکتے پھر سے سامنے ڈوبتے سورج پر نظریں ٹکا گئی۔

وہ وہاں سے نکلتا اپنے رُوم میں بند ہو چکا تھا۔اُسے اپنے گھر میں دیکھتا وہ کتنا خوش ہوا تھا اس سب میں وہ یہ بات بھی فراموش کر چکا تھا کہ وہ یہاں کیوں موجود تھی۔

اسے جانے کیوں اُسے ایسے اٹکتے ہوئے بولتے دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔مجھے کیوں ان سب سے فرق پڑ رہا ہے۔میں کیوں اُس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔کیا لگتی ہے وہ میری۔میں ہر گز بھی اب اُس کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔

وہ من ہی من میں یہ پلان بھی کر چکا تھا کہ وہ صبح پھر منسا کو چھوڑنے جائے کیا پتہ پھر اُس پری کا دیدار ہو جائے۔

اسے کہاں معلوم تھا کہ اس کے دل کی خواہش اتنی جلدی پوری ہو جائے گی وہ بھی ایسے۔میں اب اُس کے بارے میں نہیں سوچوں گا جب مجھے اُس سے کوئی سروکار نہیں رکھنا یہ سب جاننے کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔وہ اٹل انداز میں خود کو ڈپٹتا ہوا بولا۔

سارہ دو بجے تک تیار رہنا۔میں نے بھابھی کو فون کر کے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم آ رہے ہیں۔

میں نے سرسری ساذکر کیا تھا میں چاہ رہی تھی وہاں جاکر مناسب طریقے سے بات کا آغاز کریں۔کیا خیال ہے؟وہ اپنی بات ان کے سامنے رکھتی ہوئیں بولیں۔

سہی کہا بھابھی ایسی باتیں فون پر اچھی نہیں لگتی۔آپ نے ٹھیک کیا۔اور بے فکر رہیے میں ٹائم پر ریڈی ہو جاؤں گی۔میں ذوہان کے لیے بے حد خوش ہوں بس خدا سے دُعا ہے کہ وہ دونوں ساتھ خوش رہے۔وہ آمنہ بیگم کی بات کے جواب میں بولیں۔

منسا جو نقاہت کے باعث سارہ بیگم کی گود میں سر رکھ کر لیٹی تھی۔آمنہ بیگم کی بات پر چونک سی گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں ہادیہ کی شبیہہ لہرائی۔ایسا کیا خاص تھا اُس میں جو ذوہان اُس کو ترجیح دے رہا تھا۔دو آنسو خاموسی سے ٹوٹ کر سارہ بیگم کی گود میں جذب ہوئے۔

وہ خاموشی سے اُٹھتی کمرے سے باہر کو نکلنے کو تھی جب سارہ بیگم اسے باہر جاتا دیکھ کر بولیں۔منسا بچے کدھر جا رہی ہو۔

ماما میری طبیعت نہیں ٹھیک اپنے کمرے میں جارہی ہوں کچھ دیر آرام کروں گی۔وہ مڑے بغیر بولتی باہر نکل گئ۔وہ دونوں اب بھی ذوہان اور ہادیہ کے رشتے کی بابت بات کررہی تھیں پر وہ کان لپیٹتی وہاں سے نکلتی چلی گئ۔

وہ بغیر دستک دیے دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔اسے گہری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر وہ دُھپ سے آکر صوفے پر بیٹھا۔

ذوہان چونکتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

واہ بھائی! ابھی بھابھی آئی بھی نہیں ہیں اور آپ ابھی سے ان کی یادوں کے حصار میں کھوئے ہیں۔وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے شرارتی انداز میں گویا ہوا۔اس کا اشارہ ہادیہ کی طرف تھا۔جن کی طرف آج گھر والے جارہے تھے۔

کیا بکواس کررہا ہے میں سمجھا نہیں؟ وہ اس کی گول مول باتوں پر جھنجھلا کر بولا۔وہ پہلے ہی منسا کی وجہ سے پریشان تھا۔اس نے تو اُس سے بات کرنا بھی چھوڑ دیا تھا کہ وہ سمجھ جائے کہ وہ جو سوچ رہی ہے ایسا ممکن نہیں۔پر دوسری طرف پچھلے کچھ دنوں سے اُس کی مسلسل خراب طبیعت اسے ٹینشن میں مبتلا کررہی تھی۔

یہ دیکھیے بھائی آپ پھر بھابی کو سوچنے لگے پھر کہے گے کہ میں بکواس کر رہا ہوں۔

ہارب منہ بناتا ہوا بولا۔

تم مہربانی کر کے اپنا منہ بند رکھو اور یہاں سے نکل۔وہ تقریباً اسے دفع ہو کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔بس منہ سے کہنے کی کسر باقی تھی۔

بھائی آپ کو ذرا بھی احساس نہیں ہیں میں اتنے سالوں بعد لوٹا ہوں۔میرا حال احوال پوچھے میرے ساتھ وقت گزاریں۔اب آپ کو احساس نہیں ہے میں خود ہی آ گیا اور آپ اب بھی مجھے باہر نکال رہے ہیں۔دیٹس ناٹ فیئر۔وہ مسکین شکل بناتا ہوا بولا۔

ذوہان کو اس کے انداز پر ہنسی آئی تھی۔تو نا ایک نمبر کا نوٹنکی ہے۔سب پتہ ہے مجھے۔میرے سامنے یہ مسکین شکل بنانے کی ضرورت نہیں ہے خوب اچھے سے آگاہ ہوں تیری چالاکیوں سے۔وہ اسے آنکھیں دکھاتا ہوا بولا۔

ہارب نے منہ بناتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

کبیر نیازی جس آفس میں کام کرتا تھا وہاں آج افرا تفری مچی تھی وجہ باس کی بیٹی اپنی تعلیم مکمل کر کے لندن سے لوٹی تھی۔آج وہ آفس جوائن کرنے والی تھی۔سب کو یہی معلوم تھا کہ وہ نک چڑھی اور مغرور سی ہے۔

باہر سے انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ نتاشہ غازی آچکی ہے۔جیسے ہی ہیل کی ٹک ٹک کی گونجی سارہ سٹاف الرٹ ہو چکا تھا۔اپنی نوکری سب کو پیاری تھی کوئی بھی غلطی کر کے وہ لوگ اپنی نوکری سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتے تھے۔

وہ مغرور سی چال چلتی کسی کو کو بھی مخاطب کیے بنا بے نیاز سی اپنے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔

کبیر کافی حد تک اس کی پرسانیلٹی سے متاثر ہو چکا تھا۔ابھی وہ انہی سوچوں میں گُم تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ اس کا بلاوا آچکا ہے۔میم نتاشہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ایک ورکر اسے آگاہ کر کے جا چکا تھا۔

وہ پریشان سا ہو گیا کہ اس نے ابھی ایسا کچھ کیا بھی نہیں پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔بہر حال جو بھی تھا جانا تو اسے تھا وہ خود کو کمپوز کرتا نتاشہ کے کیبن کی طرف بڑھ گیا۔اس نے دروازہ نوک کر کے اندر آنے کی اجازت لی۔اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوا۔احمد غازی اس کے ساتھ ہی براجمان تھے۔اسے دیکھتے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

نتاشہ بیٹی اس سے ملو یہ ہے کبیر نیازی اسے کام کرتے ابھی کچھ ہی وقت ہوا ہے پر اس تھوڑے سے وقت میں ہی یہ اپنے آپ کو منوا چکا ہے۔مجھے اس کے کام کرنے کا انداز پسند ہے۔

وہ نتاشہ کو اس کے حالیہ پراجکٹ کے بارے میں بتانے لگے۔نتاشہ نے امپریس ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

نتاشہ بچے ہم چاہ رہے ہیں کہ آپ کبیر کے ساتھ مل کر کام کرو تاکہ ان سے آپ بھی کچھ سیکھ سکے اوکے۔

نتاشہ اثبات میں سر ہلا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔آپ سے مل کر اچھا لگا اُمید ہے ہم ساتھ میں اچھا وقت گزاریں گے۔اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے کبیر خوشی خوشی تھام چکا تھا۔

وہ آفس سے باہر آ کر لاشعوری طور پر نتاشہ کا موازنہ مصفرہ سے کرنے لگے اسے ہر طرح سے نتاشہ کا پلڑا بھاری ہوتا محسوس ہوا۔وہ ہر لحاظ سے مصفرہ سے بہتر تھی یہ اس کی سوچ تھی۔ہاں ایک چیز تھی کہ مصفرہ نتاشہ سے کئی زیادہ خوبصورت تھی۔پر اس کا ماننا تھا کہ صرف خوبصورت ہونا کافی نہیں انسان میں خوبیاں بھی ہونی چاہیے۔مصفرہ کا

سوچتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہو چکا تھا۔اسے ایک دفعہ پھر اپنی جلدی بازی پر افسوس ہوا جو وہ مصفرہ کے ساتھ نکاح کر کے کر چکا تھا۔

وہ لوگ خوشی خوشی رشتے کی بات کرتے گھر لوٹے تھے۔انہوں نے سوچنے کا وقت مانگا تھا انہیں سو فیصد یقین تھا کہ اُن کی طرف سے مثبت جواب ہی ہو گا۔وہ ابھی ریلیکس ہو کر بیٹھے ہی تھے جب صبورہ بھاگتی ہوئی آئی۔بی بی جی! وہ تقریباً چلاتی ہوئی نیچے آئی۔

کیا ہو گیا صبورہ! کیوں شور مچا رہی ہو۔سارہ بیگم اسے ڈپٹتے ہوئے بولیں۔

بی بی جی وہ میں منسا بی بی کے کمرے میں کھانا دینے گئی تھی پر وہ تو زمین پر بے ہوش پڑی تھی میں نے انہیں اُٹھانے کی کوشش کی پر وہ بالکل بھی نہیں اُٹھ رہی۔

اس کے بولنے پر سب سے پہلے ہارب کو ہی ہوش آیا تھا وہ بھاگتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتا منسا کی کمرے کی طرف بڑھا۔باقی سب بھی اس کے پیچھے بھاگے۔ایک منٹ پہلے ماحول کتنا خوشگوار تھا اور اب سب ہی ٹینشن میں تھے۔ذوہان جوان کی آواز سنتا لاؤنج

میں آیا تھا منسا کی حالت دیکھتا لب بھینچ گیا۔ہارب اسے لیکر فوراً گاڑی کی طرف بھاگا اس کا رُخ قریبی ہسپتال کی طرف تھا۔

ایک گھنٹہ وہاں پریشانی میں بیٹھنے کے بعد اس کی طبیعت سنبھلی تھی۔ڈاکٹر کے باہر نکلنے کے بعد ہارب ان سے مخاطب ہوا۔ڈاکٹر میری بہن کیسی ہے؟وہ ٹھیک تو ہے کوئی پریشانی والی بات تو نہیں۔اس کے لہجے میں واضح بے چینی تھی۔

جی اب وہ پہلے سے بہتر ہیں۔انہوں نے کسی بات کی ٹینشن لی ہے بخار بھی بے حد تیز تھا لیکن اب ان کی کنڈیشن سٹیبل ہے۔ان کی ڈرِپ کے مکمل ہوتے ہی آپ انہیں گھر لے جاسکتے ہیں بس اُن کی ڈائٹ کا خاص خیال رکھے اور ٹینشن،پریشانی وغیرہ سے دُور رکھیں۔اس کی طبیعت کی بہتری کا سُن کے سب نے سُکھ کا چین لیا۔

وہ دروازے نوک کرتی اجازت ملتے ہی اندر آئی۔سامنے ہی اس کے بابا اور بڑے پاپا دونوں ہی موجود تھے۔

بڑے پاپا آپ نے بلایا؟وہ جھجھکتی ہوئی بولی۔

ہاں میری جان ادھر آؤ۔ وہ دونوں سامنے صوفے پر ہی براجمان جانے کیا راز و نیاز کرنے میں مصروف تھے اسے دیکھتے ہی اپنے نزدیک جگہ بنا گئے۔ ابراہیم صاحب نرمی سے کہتے اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کر چکے تھے۔ وہ اپنے بابا سے زیادہ اپنے بڑے پاپا کی لاڈلی تھی۔ وہ اس کے بیٹھتے ہی اس کے گرد اپنا حصار قائم کر گئے۔

میری بیٹی کی سٹڈی کیسی جا رہی ہے؟ کوئی پرابلم تو نہیں ہو رہی۔

اچھی جا رہی ہے بڑے پاپا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

آئرہ میں نے آپ سے کچھ اہم بات کرنے کے لیے آپ کو یہاں بلایا ہے۔ وہ کچھ جھجکتے ہوئے بولے انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کا آغاز کہاں سے کریں۔ ان کے بیٹے کی ہٹ دھرمی انہیں چھوٹے بھائی کے سامنے ذلیل کروا گئی تھی۔ یہ تو ان کا ظرف تھا کہ اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی وہ ان سے کچھ نہیں بولے تھے۔ کوئی سوال کرنے نہیں آئے تھے۔

میں کوئی تمہید نہیں باندھوں گا سیدھا مدعے کی بات پر آؤں گا۔ تم جانتی ہو یہ نکاح تمہارے مرحوم دادا حضور کی خواہش تھا۔ میں اور اسد دونوں ہی اس وقت نکاح کے لیے راضی نہیں تھے کیونکہ ہم نہیں چاہتے تھے کہ آگے جا کر تم دونوں میں سے کوئی اس کی مخالفت کرے۔ خیر یہ نکاح تو ابا حضور کی خواہش پر ہو گیا۔ لیکن ہوا وہی جس کا

ہمیں ڈر تھا۔ تم نہیں جانتی چار سال تک اس کی اس گھر سے دوری کی وجہ اس کی وہ شرط تھی جو میں نے ماننے کے انکار کر دیا تھا۔ میں نے اُسے چار سال سے وقت دیا کہ وہ سنبھل جائے مگر۔ وہ کچھ توقف کے لیے خاموش ہوئے جب آئرہ کی بات انہیں پریشان کر گئی۔

میں جانتی ہوں وہ وجہ بڑے پاپا وہ سر جھکاتی دھیمے سے لہجے میں بولی۔

انہوں نے حیرانگی سے اسد صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ واحد انسان تھے جو ان کے علاوہ ساری حقیقت سے واقف تھے پر انہیں تو وہ منع کر چکے تھے۔ پھر کیسے وہ سب جانتی تھی۔ اسد صاحب نے ان کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلایا جیسے کہنا چاہتے ہوں کہ وہ خود نہیں جانتے کہ اسے کیسے معلوم۔

وہ ان کی حیرانگی کو دیکھ کر بولی۔ مجھے اس بارے میں کسی نے نہیں بتایا میں نے خود آپ لوگوں کی باتیں سُنی ہیں۔ میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا یہ ایک غیر ارادی عمل تھا۔ وہ ہونٹ کاٹتی اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

ابراہیم صاحب نے ایک گہرا سانس بھرا۔ تم جانتی ہوئی کہ وہ کیوں واپس آیا ہے۔

جانتی ہوں۔

میں چاہتا تھا کہ تم دونوں کا یہ رشتہ برقرار رہے۔ تمہیں ہمیشہ اپنی بیٹی مانا ہے اس لیے چاہتا تھا کہ اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے اپنے پاس روک لوں پر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور ہے۔ تم جانتی ہو سب کچھ تو یہ سمجھ لو کہ میں چاہتا ہوں کہ اس بار پہل ہماری طرف سے ہو۔ میں اُسے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا تو میری بیٹی کو بھی نہیں پڑتا۔ آپ ایسا چاہتی ہو۔ انہوں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

میں تو بہت پہلے سے یہ سب چاہتی تھی تب سے جب سے انہوں نے واپس آنے کی شرط رکھی تھی پر صرف آپ لوگوں کی وجہ سے خاموش تھی۔ پر اب جب میری رائے جاننا چاہتے ہیں تو میری خوشی اس شخص سے علیحدگی میں کیونکہ میرے لیے میری سیلف ریسپیکٹ سب سے اہم ہے۔ وہ بول کر خاموش ہوئی۔

جو میری بیٹی چاہتی ہے ویسا ہی ہوگا تم فکر مت کرو۔ وہ اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے بولے۔ ہو سکے تو اپنے بڑے پاپا کو معاف کر دینا وہ غمزدہ سے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ گئے اس نے تڑپ کر ان کے ہاتھ کھولے۔ بڑے پاپا یہ کیا کر رہے ہیں آج کے بعد ایسا کرنے کی سوچیے گا بھی مت ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی۔ ان سب میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ ان کے کندھے پر سر رکھتی لاڈ سے بولی۔

کاش ان کا بیٹا اس عظیم لڑکی کی قدر کر لیتا۔اس نے اتنی اچھی لڑکی گنوا دی۔انہوں نے یہ بات دل میں سوچی کہنے کی ہمت نہیں تھی۔بار بار وہی بات دھرا کر وہ اسے تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔

وہ آرام دہ حالت میں بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔اُسے ہسپتال سے آئے تین دن گزر چکے تھے۔ان دنوں میں وہ خاموش سی ہو کر رہ گئی تھی۔آنکھیں بند کیے وہ اب بھی اُسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔بند آنکھوں سے آنسو موتیوں کی صورت میں بہہ رہے تھے۔ان کچھ دنوں میں وہ مسلسل چہکنے والی لڑکی مرجھا سی گئی تھی۔اُس کی سوچیں جانے کہاں پرواز کر رہی تھی جب کوئی اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔وہ ہنوز آنکھیں بند کیے پڑی رہی۔

"یہ سب کر کے تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہوں بولو۔سب کی توجہ خود کی طرف دلوانا چاہتی ہو"۔وہ چیختا ہوا بولا۔

اس کی دھاڑ نما آواز نے منسا کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔اس نے شکوہ کناں نظریں اُٹھا کر سامنے والے کی طرف دیکھا پر اُس پتھر پر جیسے کوئی اثر ہوا ہی نہیں۔وہ اس پر سے نظر ہٹا کر رُخ موڑ گئی۔

اپنی بات کے جواب میں منسا کی خاموشی نوٹ کر کے اُس کا غصہ عود آیا۔وہ خاموشی سے منہ موڑے بیٹھی تھی۔اور اس کا منہ موڑنا بھی اس نے شدت سے نوٹ کیا تھا۔ وہ ہونٹوں پہ ایسے قفل لگائے بیٹھی تھی جیسے نہ بولنے کی قسم کھائی ہو۔

"تم یوں خاموش نہیں رہ سکتی میرے سوال کا جواب دو کیا مطب سمجھوں تمہاری اس خاموشی کا" وہ اپنی بات پر زور دیتا ہوا بولا۔

"یہی کے میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی "فی الحال آپ یہاں سے چلے جایئے۔وہ آہستہ آواز میں سادہ سے لہجے میں بولی۔

"مگر میں بات کرنا چاہتا ہوں" وہ دانت پیستا ہوا بولا۔

"کیوں آپ بار بار میرا ضبط آزمانے آجاتے ہیں۔کیوں نظر نہیں آتی آپ کو میری محبت۔جایئے یہاں سے" آنکھوں سے قیمتی موتی بے مول ہونے لگے تھے پر سامنے والا یوں تھا جیسے اُس پر کوئی اثر ہی نہ ہو رہا ہو۔

ذوہان نے اس کی گہرے پانیوں سے بھری شہد رنگ آنکھوں میں جھانکا تھا اس پل جانے کیوں ان آنکھوں میں یہ آنسو بُرے لگے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"میں جانتی ہوں آپ کو کونسی چیز یہاں کھینچ لائی ہے آپ کو ڈر ہے کہ کہیں میں گھر والوں کے سامنے اپنی محبت کا اظہار نہ کر دوں۔ تو بے فکر رہیے ذی! میں کسی سے بھی اس بات کا ذکر نہیں کروں گی" وہ سانس لینے کے لیے لحظہ بھر رُکی۔

"آپ بے فکر ہو کر اپنی شادی کی تیاریاں کریے میں آپ کی راہ میں حائل نہیں ہو نگی "مجھے ہر چیز سے بڑھ کر آپ کی خوشیاں عزیز ہیں۔ اس کے لہجے میں واضح بے بسی تھی جو سامنے والا جیسے محسوس ہی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"واہ بہت خوب منسا شہریار "کیا کہنے آپ کے۔ وہ استہزایہ انداز میں بولا۔

"میں تو تمہیں ایویں ناسمجھ اور معصوم سمجھتا رہا۔ تم تو پکی کھلاڑی نکلی۔ سب کر کے کہہ رہی ہو میں کچھ نہیں کروں گی"۔ تمہیں تو داد دینے کا دل چاہ رہا ہے۔ وہ با قاعدہ تالی بجا کر بولا۔

"میں سمجھی نہیں" وہ رونا بھول کر نا سمجھی سے اُس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"واہ کیا ہی کہنے آپ کے اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو تمہاری اس معصوم شکل پر یقین کر لیتا" پر میں تم سے اور تمہاری چالاکی سے اچھے سے واقف ہوں۔

"آپ یہ پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں" سیدھی طرح سے بتاتے کیوں نہیں کہ میں نے کیا کیا ہے۔ وہ جھنجھلاتی ہوئی بولی۔

ہمنہ ! تم نے ماما کو ان سب سے آگاہ کیا ہے۔ تبھی تو وہ مجھے انسسٹ کر رہی تھی کہ میں تم سے رشتے کی ہامی بھر دوں۔

میں نے۔۔۔۔۔انہیں کچھ نہیں بتایا۔ وہ بمشکل بولی تھی۔

"اوہ رئیلی ! تم نے کچھ نہیں بتایا تو انہیں الہام ہوا ہے تم نے مجھے بے وقوف سمجھا ہے جو تمہارے اس جھانسے میں آجاؤں گا تو یہ تمہاری بھول ہے "

"میں نے انہیں واقعی ہی کچھ نہیں بتایا" آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ ہونٹ کاٹتی ناچاہتے ہوئے بھی اسے اپنی صفائی دے رہی تھی۔

"خاموش ! وہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ چکا تھا۔ میں کچھ نہیں سُننا چاہتا بس تم کچھ بھی کر کے ماما کو انکار کرو گی اور میں نہیں جانتا تم انہیں کیسے انکار کرو گی یہ تمہارا سر درد ہے۔ " سمجھی تم۔۔۔

وہ اپنی بات پوری کرتا جانے کے لیے مڑا جب آمنہ بیگم کو بیچ راستے میں ایستادہ پایا وہ ٹھٹھک کر رُکا۔ اُن کے چہرے سے یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ انہوں نے کیا سُنا تھا کیونکہ وہ سپاٹ انداز میں کھڑی تھی نہ ان کے چہرے پر کوئی غصہ تھا نہ ناراضگی۔ وہ سر جھٹکتا ان کے قریب سے ہوتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

منسا نے بے بسی سے اُسے وہاں سے جاتے دیکھا۔

دو دن قبل

آمنہ بیگم اس کے سرہانے بیٹھی اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھی۔انہوں نے محبت سے اس کا من موہنا چہرہ دیکھا تھا پچھلے کچھ دنوں سے وہ بجھی بجھی سی رہتی تھی۔ منسا سارہ بیگم سے زیادہ ان کے نزدیک تھی وہ ہمیشہ سے اپنی ہر بات ان سے شیئر کرتی آئی تھی۔

وہ اپنے سوچوں میں مگن تھی جب منسا کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

''ذی آپ یہ نہیں کر سکتے میرے ساتھ'' آمنہ بیگم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو نیند میں بڑبڑا رہی تھی۔اس کی بچپن سے عادت تھی اکثر وہ نیند میں بڑبڑاتی تھی۔ کچھ شاید دوائی کا اثر تھا۔اس کی باتوں سے بالکل اخذ نہ کر سکیں کہ وہ کس بارے میں بات کر رہی تھی انہیں کچھ سمجھ نہ لگی۔

''آپ ہادیہ سے شادی نہیں کر سکتے'' اس کی نیند میں کی گئی بڑبڑاہٹ انہیں بہت کچھ سمجھا گئی۔انہیں افسوس ہوا کہ وہ کیوں نہ سمجھ سکی کہ وہ اتنے دنوں سے کیا ٹینشن لے

رہی تھی۔اس کی حالت انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گئ۔وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکیں تھیں۔

وہ شدید طیش کے عالم میں اُس کے کمرے سے نکلا تھا اُسے سوچ سوچ کر غصہ آرہا تھا کہ وہ سب کچھ بتانے کے باوجود اس بات کو جھٹلا رہی تھی۔اسے زیادہ غصہ اس بات پر آیا کہ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔اور جھوٹ سے اسے سخت نفرت تھی۔

اس کے دماغ میں بیک وقت مختلف باتیں گردش کر رہی تھی۔اس کی سوچ دو دن پہلے ہونے واقعے کی طرف بھٹکی۔

دو دن قبل

"ذوہان تم فری ہو مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے" آمنہ بیگم اس کے نزدیک آتی سنجیدگی سے بولیں۔

"جی ماما میں فری ہوں آپ بتائیے کیا بات کرنی ہے" وہ ان کے چہرے پر سنجیدگی دیکھتا پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم تحمل سے میری بات سنو گے اور مجھے مایوس نہیں کرو گے" وہ تمہید باندھتی ہوئی بولیں۔

"آپ بتائیے آپ کیا چاہتی ہیں پہلے کبھی آپ کو مایوس کیا ہے" وہ ان کے ہاتھ تھامتا محبت سے بولا۔

"میں چاہتی ہوں تمہاری شادی منسا سے ہو" وہ کچھ توقف کے لیے رُکی۔

ذوہان نے بے یقینی سے ان کی طرف دیکھا۔"ماما ایسا خیال آپ کے دل میں کیوں آیا؟ حالانکہ آپ ہادیہ کے ساتھ رشتے کی بات کر چکی ہیں اور میں رضامندی بھی دے چکا ہوں" وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتا ہوا بولا۔

اسے منسا پر بے تحاشا غصہ آیا جو اس کے منع کرنے کے بعد بھی آمنہ بیگم سے بات کر چکی تھی۔اس کا دل منسا سے بدگمان ہوا۔

"بس تم یہ جان لو میں یہ چاہتی ہوں تمہیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دے رہی ہوں اگر تمہیں میری خوشی عزیز ہو گی تو تم انکار نہیں کرو گے تمہاری رضامندی دیکھتے

ہوئے ہی میں باقی گھر والوں سے بات کروں گی ” وہ اٹل لہجے میں بولتی اس کے قریب سے اُٹھ کر جا چکی تھیں۔

وہ کل سے مسلسل آئرہ کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا جتنا وہ اس کی سوچ سے پیچھا چھوڑوانا چاہ رہا تھا اتنا ہی وہ اس کے ذہن پر سوار ہو چکی تھی۔ کل سے اسے یہ بات بھی کنفیوژ کر رہی تھی وہ اس کے گھر میں کیوں تھی۔ جب سے اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے ڈیڈ کے ڈرائیور کی بیٹی ہے۔ اسے خود پر اور غصہ آ رہا تھا کہ کیوں وہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

گارڈن میں کھڑا اب بھی وہ اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب وہ اسے کل والی مخصوص جگہ (انیکسی کی بیک سائیڈ) پر جاتی ہوئی دیکھائی دی۔ اس کے قدم بے ساختہ اُس کے پیچھے بڑھے۔ وہ آج بھی کل کی طرح اپنی مخصوص جگہ پر کھڑی کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے میں مصروف تھی۔ جب وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب پہنچا۔

”جادوگرنی!" وہ اسے دیکھ کر بڑبڑایا۔

مصفرہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔کیا۔۔۔۔ مطلب ہے۔۔۔اس بب۔۔۔۔

بات کا؟

"وہی جو تمہیں لگا وہی مطلب ہے۔جب سے تم سے ملا ہوں تم میرے ذہن پر ایسے

سوار ہو کے نکلنے کا نام نہیں لے رہی۔ضرور تم نے ہی کچھ کیا ہے ورنہ ایسا ہو ہی نہیں

سکتا کہ میں تم جیسی لڑکی کی طرف راغب ہوں"

"آپ۔۔۔۔اپنی۔۔۔لِمِٹ۔۔۔۔کراس کر رہے۔۔۔ہیں "وہ اس کی طرف دیکھتی

سنجیدگی سے بولتی وہاں سے جانے کے لیے مڑی۔اسے یہی لگا تھا کہ وہ ضرور سب کی

طرح اس کا مزاق اُڑانے کا کوئی نیا طریقہ سوچ رہا ہے۔اس کی آنکھوں میں سامنے

والے کے لیے سرد مہری در آئی۔اتنا تو وہ جان گئی تھی کہ جن کے گھر میں وہ رہتی ہے

ان سے بدتمیزی کر کے نمک حرامی نہیں کر سکتی۔اس لیے وہ خاموشی سے وہاں سے

نکل جانا چاہتی تھی۔

اس کا سنجیدہ چہرے دیکھ کر ہارب کی زبان پر قفل لگا جو اسکی باتوں کی وجہ سے مزید

سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کہا جا رہی ہو ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی" وہ اسے جاتا دیکھ کر سنجیدگی سے ٹوک

گیا۔

وہ اس کی طرف مڑ کر سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوئی۔"اگر آپ بھی باقی سب کی طرح میرا مذاق اُڑانا چاہتے ہیں تو آپ سے گزارش ہے کہ مجھ میں اب اور ہمت نہیں ہے سب کے حقارت بھرے لہجے سہنے کا۔ہاں میں جانتی ہوں میری ذات میں کمی ہے پر ہر ایک کا مجھے اس بات کا احساس دلانا ضروری ہے۔میں بھی انسان ہوں مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔میں تھک چکی ہوں لوگوں کے ان لہجوں کو برداشت کرتے کرتے" اتنے دنوں کا لاوا آج ہارب کے ذرا سے چھیڑنے پر پھٹ گیا تھا۔

"تم سب مجھے میرے حال پر کیوں چھوڑ نہیں دیتے" وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے نہ روئے آنسوؤں کو ضبط کرنے کے چکروں میں اس کا چہرہ سُرخ ہو چکا تھا۔کوشش کے باوجود اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی کو وہ دیکھ چکا تھا۔وہ مزید اپنی ذات کا تماشہ نہیں لگانا چاہتی تھی اس لیے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

ہارب اپنی جگہ ساکت ہوا تھا۔وہ تو کب کی وہاں سے نکل کر جا چکی تھی پر اسے ہوش ہی کہاں تھا وہ تو اس کے لفظوں میں چھُپی تکلیف محسوس کر کے تھم سا گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں موجود چمکتی نمی دیکھ اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔اس پل اس کا وہ غرور، ہر چیز میں سٹینڈرڈ ڈھونڈنا جیسے پاش پاش ہوا تھا۔اس پل اپنے دل کی حقیقت اشکار ہوئی تھی۔قدرت نے اس کے منہ پر ایسا تھپڑ مارا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔

اسے اس پل ماہ نور یاد آئی تھی جسے اس نے یہ کہہ کر اگنور کیا تھا بلکہ اس کی انسلٹ کی تھی کہ تم میری حیثیت سے میل نہیں کھاتی۔اسے ایسا محسوس ہوا کہ ارد گرد موجود ہر چیز اس پر ہنس رہی ہے اس کا مزاق اڑا رہی ہے۔

اس نے اپنے حواس قابو کرنے کے لیے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔پھر ایک نظر اِدھر اُدھر گُھماتا گاڑی نکالتا گھر سے نکلتا چلا گیا۔

کتنا بے خوف ہو بے درد نہ کیوں ہو آخر

آئینہ دیکھ کر اعمال سے ڈر جاتا ہے

وہ بالکنی سے جانے کے لیے مڑا ہی تھا جب اس کی نظر گارڈن میں آتی آئرہ پر پڑی جو فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔وہ اسے دیکھ کر وہی رُک گیا۔اس نے غور سے اُس کا معائنہ کیا جو بلیو کلر کے سٹائلش سے ڈریس میں کافی جاذبِ نظر لگ رہی تھی۔

وہ فون بند کر کے اب سامنے لگے پھولوں کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔اس نے ذرا سا جھک کر پھول کی خوشبو کو محسوس کیا۔وہ بے ساختہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔اس کی اس ادا

پرارسم کے ہونٹوں کو بھی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔اسے خود بھی اندازہ نہ تھا کہ وہ مسکرا رہا تھا۔

آئرہ نے کسی کی نظروں کی تپش خود پر محسوس کی اس نے ذرا سی نظریں اُٹھا کر اوپر دیکھا تھا اُس کی ہنسی کو فوراً بریک لگی۔وہ بغیر ایک بھی لمحہ ضائع کیے وہاں سے جاچکی تھی۔

ارسم نے اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کیا تھا۔اس کے جاتے ہی اُسے سارا نظارہ پھیکا پھیکا سا لگنے لگا تھا وہ بھی سر جھٹکتا بالکنی سے ہٹتا اندر روم کی طرف بڑھ گیا۔

آمنہ بیگم اس کے جاتے ہی کمرے میں آئی۔جیسے وہ اس کے قریب بیٹھی وہ ان سے لپٹ کر آنسو بہانے لگی۔آمنہ بیگم اس اچانک ہونے والی افتاد پر گھبرائی تھیں۔

''منسا میری جان کیا ہوا؟''وہ اس کی کمر تھپتھپاتی ہوئیں بولیں۔مگر دوسری طرف سے جواب ندارد۔وہ حقیقی معنی میں گھبرائی۔''منسا میری جان۔۔۔جب تک تم مجھے بتاؤ گی نہیں مجھے کیسے پتہ چلے گا "

''بڑی ماما! آپ کو سب کیسے پتہ چلا؟ میں نے تو آپ کو کچھ نہیں بتایا''وہ آنسو صاف کرتی جھجھکتی ہوئی اپنی بات ان سے کہہ گئی۔

''میں اپنی بیٹی کے دل کی بات نہیں سمجھوں گی تو کون سمجھے گا'' وہ محبت سے اس کے بال سنوارتی ہوئیں بولیں۔

''بڑی ماما! انہیں لگتا ہے میں نے آپ کو سب بتایا ہے۔ وہ مجھ سے بدگمان ہو گئے ہیں۔ بڑی ماما! کیا میں اچھی نہیں ہوں؟ کیا ہادیہ آپی مجھ سے زیادہ پیاری ہیں؟ وہ کیوں میرے ساتھ ایسا کر رہے ہیں؟'' وہ سسکتی ہوئی بولی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو منسا؟ تم خود کا موازنہ کیوں کر رہی ہو دوسروں سے۔ میری بیٹی سب سے پیاری ہے تمہیں کوئی ضرورت نہیں دوسروں کے لیے خود کو ہلکان کرنے کی سمجھی تم'' وہ ذرا رُعب بھرے انداز میں اسے ڈپٹتی ہوئیں بولیں۔

''اگر تم ذوہان کی بات کر رہی ہو تو وہ بالکل پاگل ہے اُس نے پہلے تمہیں کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا تو ایسا برتاؤ کر رہا ہے۔ تم دیکھنا جلد ہی وہ تمہارے ساتھ بہتر ہو جائے گا'' وہ اسے تسلی دیتی ہوئیں بولیں۔

''بڑی ماما! آپ میری بات مانیں گی'' وہ ان کا ہاتھ پکڑتی التجائیہ انداز میں بولی۔

''ہاں میری جان بولو نا۔ بھلا کیوں نہیں مانوں گی اپنی بیٹی کی بات'' ان کے لہجے میں اس کے لیے محبت ہی محبت تھی۔

"اب آپ ذی سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گی وہ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہو گا""" پلیز بری ماما۔۔۔۔۔۔۔میں نہیں چاہتی کہ وہ اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ آپ کے دباؤ میں آکر لے۔انہیں یہ نہ لگے کہ آپ نے میری وجہ سے انہیں مجبور کیا ہے
"

آمنہ بیگم اسے کچھ کہنا چاہتی تھی پر اُس کا اٹل انداز دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

آج یونی میں نئے آنے والے سٹوڈنٹز کی فیئرویل تھی جس کے سلسلے میں مصفرہ اور آئزہ دونوں نے جانے کا پلان بنایا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ کچھ وقت کے لیے دماغ فریش ہو جائے گا۔دونوں نے ہی ایک جیسی ڈریسنگ کرنے کا سوچا تھا۔
وہ اس وقت سی گرین کلر کے سٹائلش سے شارٹ فراک میں ملبوس انتہائی حسین لگ رہی تھی۔موقعے کے مناسبت سے کیا گیا لائٹ میک اپ اس کی گوری رنگت پر خوب جچ رہا تھا۔ہیزل براؤن آنکھوں میں لگایا گیا کاجل اسے اور حسین بنا رہا تھا۔
اس نے ایک تنقیدی نظر اتنی تیاری پر ڈال کر پُر سکون سانس خارج کی۔بیڈ سے اپنا موبائل اُٹھا کر مصفرہ کا نمبر ملایا۔"السلام علیکم !مصفرہ ریڈی ہو گی؟"

دوسری طرف کی بات سُن کر گویا ہوئی۔"اوکے میں بس نکل رہی ہوں گھر سے تمہاری طرف ہی آ رہی ہوں تم ریڈی رہنا تمہیں پِک کرلوں گی ایک ساتھ ہی جائے گے۔"خداحافظ کہہ کر وہ فون رکھ چکی تھی۔

)آئرہ اور مصفرہ ایک ہی کالونی میں رہتی تھی اس وجہ سے انہیں کبھی کوئی مشکل پیش نہ آئی تھی۔جب آئرہ کو پتہ لگا تھا کہ وہ شہریار انکل (ہارب کے والد) کے گھر ان کی انیکسی میں رہتی ہے تو اسے بے تحاشہ خوشی ہوتی تھی ان کا جب دل کرتا وہ ایک دوسرے کی طرف آجاتی تھی۔(

ایک آخری نظر آئینے پر ڈال کر وہ باہر بڑھ گئی۔وہ سیڑھیاں اُترتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تاکہ اپنی مما کو اذنے جانے کے بارے میں آگاہ کر سکے۔

مما ! وہ ہوا کے جھونکے کی طرح مما کی پکار کرتی اندر داخل ہوئی جب اپنے دھیان میں کچن سے باہر آتے ارسم سے ٹکرائی۔اس کا توازن بگڑا اس نے گرنے سے بچنے کے لیے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ارسم نے بھی بروقت اسے کمر تھام لیا۔

ارسم کا ایک ہاتھ اس کے گرد لپٹا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو تھام رکھا تھا۔ اس وقت جیسے وہ پوری کی پوری اس کے حصار میں قید تھی۔وہ اس کے ایک ایک نقوش کو نہار رہا تھا۔ارسم نے کاجل سے لبریز اس کی ہیزل براؤن آنکھوں میں جھانکا

تھا۔یہی وہ لمحہ تھاجب محبت اپناآپ منواتی اس کے دل میں پورے طمطراق سے براجمان ہوئی۔وہ دل کی اس بے ایمانی پراحتجاج بھی نہ کرسکا۔

تیری مُسکراتی یہ تابندہ آنکھیں
ہیں گھوارہ دوشیزہ صُبحِ نوکا
کہ آکاش کے دوستاروں کا سنگم
بھٹکتے ہوئے جیسے دو نیلے شبنم
مجھے اُڑنے دے ان کی نیلی فضاء میں
یہاں تک کہ طے کرکے یہ ساری دنیا
میں ہوجاؤں گُم ان کی گہرائیوں میں
روپہلی سنہری سی پرچھائیوں میں
تیری مسکراتی یہ تابندہ آنکھیں

وہ جواس کی آنکھوں میں گُم اردگرد کا ہوش بُھولائے بیٹھا تھا۔اس کے ہاتھ جھٹکنے پر ہوش میں آیا تھا۔اُسے آئرہ کی آنکھوں میں خود کے لیے صرف سرد مہری،اجنبیت اور بیزارگی دِکھی۔وہ اس کی آنکھوں میں موجود شکوے دیکھ کر تھم سا گیا تھا۔وہ اسے پتھر کا کرکے جاچکی تھی۔

وہ وہاں سے نکلتی بنا اپنی ماما کو آگاہ کرتی یونی جانے کے لیے نکل گئی تھی۔ پہلے اس نے مصفرہ کو پِک کیا۔ مصفرہ کب سے اس کی خاموشی نوٹ کر رہی تھی۔ پر ابھی کچھ بھی پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔ یونی تک کا سفر خاموشی سے کٹا۔ ڈرائیور انہیں ڈراپ کر کے جا چکا تھا۔

"آئرہ! کیا ہوا یار؟ میں کب سے تمہیں ہی نوٹ کر رہی ہوں تم خاموش خاموش سی ہو۔ کیا وجہ ہے؟ مجھے نہیں بتاؤ گی۔" مصفرہ اس کی چُپی کو نوٹ کرتی آخر کار اسے مخاطب کر بیٹھی۔ اس وقت وہ دونوں ایک سُنسان گوشے میں بیٹھی تھی۔

اس کی پکار پر جیسے وہ گہری نیند سے جاگی تھی۔ "ہاں! کیا کہا تم نے" وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں پوچھ رہی ہوں تم اتنی خاموش کیوں ہو؟ کیا وجہ ہے؟" وہ اس کا ہاتھ تھام گئی۔

"پتہ نہیں مصفرہ کیا لکھا ہے میری زندگی میں؟ کل بڑے پاپا نے مجھے بلایا تھا۔ وہ میری رائے جاننا چاہتے تھے کہ میں کیا چاہتی ہوں اس رشتے کو نبھانا چاہتی ہوں یا نہیں"

''پھر تم نے کیا کہا؟''مصفرہ بے چینی سے بولی۔

''میں اس سے علیحدگی کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کر چکی ہوں''وہ لحظہ بھر کے لیے خاموش ہوئی۔

''پر کیوں آئرہ؟تم ایک دفعہ دل سے سوچوں تو سہی اس رشتے کو آگے بڑھانے کے لیے۔کیا پتہ ارسم بھائی بھی یہی چاہتے ہو''وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

''بالکل بھی نہیں میں جانتی ہوں اُسے وہ کتنا ہٹ دھرم ہے تم شاید بھول گئی ہو اس کی واپس آنے کی شرط ہی یہی تھی تو تم کیسے سوچ سکتی ہو کہ وہ اس رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا ہو گا۔بالفرض اگر وہ کبھی یہ چاہے گا بھی تو میری طرف سے انکار ہے۔میں کبھی نہیں بھول سکتی اُس کا پورے خاندان کے سامنے میری تذلیل کرنا۔ہر گز نہیں۔تم سوچ بھی نہیں سکتی میں اُس سے کتنی نفرت کرتی ہوں۔وہ انسان عزت کے قابل ہے ہی نہیں۔اُسے صرف خود کی ذات عزیز ہے۔میں ایسے انسان کے ساتھ کوئی بھی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''وہ اٹل انداز میں بولی۔

مصفرہ اس کا اٹل انداز دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

''کیا بات ہے آج بڑا خاموش ہے تو۔ وہ ہارب کے چہرے پر نگاہیں جماتا ہوا بولا۔

''میری چھوڑ اپنی بتا تو بڑا خوش لگ رہا ہے۔'' ہارب اس کے مسکراتے چہرے کی طرف دیکھ کر بولا۔

''ہائے! کیا بتاؤں آج کا دن بڑا اچھا رہا میرے لیے۔ تو سہی کہتا ہے وہ اتنی بھی بُری نہیں ہے۔ انفیکٹ کافی اچھی ہے'' وہ آنکھوں کے پردے پر اس کا من موہنا چہرہ لاتا ہوا بولا۔

''کل تک تو تجھے وہ زہر لگتی تھی اب اچانک سے ایسا کیا ہو گیا کہ تجھے وہ اچھی لگنے لگی۔''

وہ آئبرو اچکاتے ہوئے بولا۔

''کیا تجھے خوشی نہیں ہو رہی کہ میں اُس کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اس رشتے کو ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔''

''مجھے کیوں خوشی نہیں ہو گی میرے لیے وہ بالکل منسا کی طرح ہے مت بھول وہ میری بھی کزن ہے بے شک سکینڈ کزن ہی ہے۔ لیکن میں نے ہمیشہ اُسے اپنی چھوٹی بہن ہی سمجھا ہے یہ الگ بات ہے کہ تیرے غلط فیصلوں میں نے ہمیشہ ہی تیرا ساتھ دیا ہے۔ کیونکہ تیرے ساتھ دل کا رشتہ ہے۔'' وہ کوفی کا ایک سپ لیتے ہوئے بولا۔

''ہاں اتناتو میرا ساتھ دینے والا۔۔۔۔تو بھول گیا اسی وجہ سے تو پورے ہفتے مجھ سے ناراض رہا تھا مجھ سے بات تک نہیں کی تھی پاگل انسان'' ارسم نے اسے ایک گھوری سے نوازا۔

''چل چھوڑ تو یہ بتا تو اب کیا چاہتا ہے'' اس بار ہارب سنجیدگی سے اسے مین مسئلے کی طرف لاتا ہوا بولا۔

''پتہ نہیں پر میرا دل اُس کی طرف راغب ہونے لگا ہے۔دل اُس کے ساتھ کی خواہش کرنے لگا ہے۔جب وہ آس پاس ہوتی ہے سب اچھا لگتا ہے اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہوتی میری نظریں اُس کو ہی تلاش کرتی ہیں۔میں اس رشتے کو ایک موقع دینا چاہتا ہوں۔مجھے لگتا ہے وہ مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔'' وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

''مجھے تو لگ رہا ہے بات اچھی لگنے سے بہت آگے بڑھ چکی ہے'' ہارب شرارت سے گویا ہوا۔

''چل اوئے بکواس بند کر'' ارسم اسے اچھی خاصی گوری سے نوازتا ہوا بولا۔

"ارسم! تونے آئرہ سے پوچھا وہ کیا چاہتی ہے۔کیونکہ جو تو کر چکا ہے میرا نہیں خیال وہ اتنی آسانی کے راضی ہوگی۔اگر وہ تیرے ساتھ نہ رہنا چاہے پھر تو کیا کرے گا۔" ہارب نے اس کی توجہ دوسری جانب بھی مبذول کروائی۔

"میں جو چاہتا ہوں وہی ہوگا۔میں ہرگز اسے خود سے دور جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔اسے ہر حال میں مجھے برداشت کرنا ہوگا۔میں فیصلہ کر چکا ہوں۔اور میں بہت جلد ڈیڈ سے اس بارے میں بات کرنے والا ہوں۔"اس کے لہجے میں آئرہ کے لیے محبت سے زیادہ پوزیسیونس تھی۔

ان سب میں ہارب تو بھول ہی گیا تھا کہ اُس نے ارسم کو خود کا مسئلہ ڈسکس کرنے کے لیے بلایا تھا۔

ذوہان اس وقت سٹڈی روم میں بیٹھا کچھ فائلز سٹڈی کر رہا تھا۔جب سے وہ اسلام آباد سے آیا تھا اس کا اچھا خاصہ کام ڈسٹرب ہو چکا تھا۔

"اگر تمہارے پاس کچھ وقت ہے تو میں بات کر سکتی ہوں" آمنہ بیگم چہرے پر سنجیدگی طاری کیے اجازت لینے والے لہجے میں بولی۔

آمنہ بیگم کا لہجہ اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر گیا۔"کیسی بات کر رہی ہیں ماما؟آپ کو مجھ سے بات کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔آپ حکم کریں"ذوہان ان کے لہجے کو اگنور کرتا محبت سے بولا۔

"جان گئی ہوں کتنی ویلیو ہے میری بات کی تمہاری نظروں میں۔اگر میری بات کی اہمیت ہوتی تو تم منسا کو یوں دھمکانے نہ جاتے کہ وہ مجھے اس رشتے کے لیے انکار کرے۔مجھے افسوس ہو رہا ہے تم اس بچی کو اتنی باتیں سُنا کر آئے ہو حالانکہ اُس نے مجھے کچھ نہیں بتایا اس سب کے بارے میں۔خیر تم آزاد ہو اپنا فیصلہ لینے میں۔اب میں تم پر اپنا کوئی بھی فیصلہ نہیں تھوپوں گی۔تم جو کرنا چاہتے ہو کر لو۔اگر یہاں سے جانا چاہتے ہو اسلام آباد واپس تو جا سکتے ہو میری طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں ہو گی۔"وہ اپنی بات کہتی اٹھتی ہوئی باہر کی طرف بڑھنے لگی جب ذوہان پھُرتی سے ان کا ہاتھ تھامتا انہیں روک چکا تھا۔

"ماما!یوں تو مت کریں میرے ساتھ۔یوں ناراض مت ہو مجھے معاف کر دیں۔میں جانتا ہوں مجھے ایسے منسا سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی پر کیا کروں ماما آپ ہم دونوں کی عمروں کا تضاد بھی تو دیکھیں۔میں نے کبھی اُسے اس نظریے سے نہیں دیکھا بس

اس لیے غصہ میں یہ سب کر گیا۔میں آپ کی ناراضگی نہیں برداشت کر سکتا آپ جیسا چاہے گی ویسا ہی ہوگا۔ " وہ ان کا ہاتھ تھامتا التجائیہ انداز اپنا گیا۔

"نہیں ذوہان میں نہیں چاہتی تن جذبات میں آکر کوئی فیصلہ کرو۔اچھے سے سوچ لو پھر کسی نتیجے پر پہنچو۔میں نہیں چاہتی تمہیں بعد میں کوئی پچھتاوا ہو۔تمہیں لگے کے یہ سب تمہارے ساتھ زبردستی ہوا ہے۔کیونکہ میں منسا کے ساتھ کوئی بھی ناانصافی برداشت نہیں کروں گی۔"ان کی باتوں سے اس کے چہرے پر سوچ کی لکیر اُبھری۔ وہ اسے خاموش دیکھ کر وہاں سے اُٹھ کر جاچکی تھی۔وہ اسے سوچنے کا وقت دینا چاہتی تھی۔

وہ اس وقت اکیلا سٹڈی میں بیٹھا یہی سوچ رہا تھا۔سوچ سوچ کر اس کا دماغ گھوم رہا تھا پر اُسے کچھ سمجھ نہیں لگ رہی تھی۔اب دیکھنا یہ تھا ان کی زندگی میں آگے کیا لکھا تھا۔اسے فی الحال اپنی سارے پریشانیوں کی جڑ منسا لگی۔

وہ خوش باش سا گھر میں داخل ہوا۔جب وہ اسے سامنے لاؤنج میں ہی نظر آ گئی۔وہ موبائل میں کچھ دیکھنے میں بیزی تھی۔وہ انہماک سی موبائل سکرین پر نظریں ٹکائے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بیٹھی تھی۔ارسم نے اس کے چہرے پر پھیلے تجسس کے رنگوں کو دیکھا۔اسے دیکھ کر ارسم کی آنکھیں چمکیں۔وہ خاموشی سے چلتا اس کے قریب آیا۔

اسکی آنکھوں میں شرارتی سی چمک اُبھری۔وہ صوفے پر اس کے انتہائی نزدیک تقریباً اس سے چپک کر بیٹھ گیا۔ایک ہاتھ صوفے کے پیچھے اس طرح سے گزارا کہ وہ مکمل اس کے حصار میں قید ہو چکی تھی۔آئرہ نے اس اچانک ہونے والی افتاد پر چونک کر اسے دیکھا۔وہ اس کی جسارت پر لمحہ بھر کے لیے حیران ہوئی۔ابھی وہ اس سے سنبھل ہی نہ پائی تھی وہ مزید پھیلا۔وہ شاید اسے مزید تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"ہے کیوٹی پائی! کیا کر رہی تھی؟ مجھے بھی دیکھاؤ۔میں بھی دیکھوں کہ اتنی توجہ سے تم دیکھ کیا رہی تھی۔وہ اس کا گال کھینچتا ہوا بولا۔

منسا کو وہ چار سال پہلے کے ارسم کی یاد دلا گیا۔وہ اکثر ہی اسے تنگ کرتا تھا۔کبھی اس کے رخساروں کو کھینچ کر کبھی اس کے بالوں کو کھینچ کر۔وہ ماضی کی بھول بھلیوں میں سفر کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں ارسم کی آواز گونجی۔

"بڑی پیاری ہو گئی ہو رُو۔۔۔خیر کیوٹ تو تم بچپن میں بہت تھی پر اب تو اور بھی پیاری ہو گئی ہو۔وہ انگھوٹے سے اس کا گال سہلاتا ہوا بولا۔آئرہ اس کی جسارتوں پر سُن ہو چکی تھی۔وہ تو ایسا برتاؤ کر رہا تھا جیسا کچھ ہوا ہی نہ ہو۔جیسے ان کے درمیان یہ چار

سال آئے ہی نہ ہو۔ابھی وہ مزید پیش قدمی کرتا وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑی ہو چکی تھی۔

"کیا سمجھتے ہیں اپنا آپ کو؟آپ کی ہمت بھی کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی۔اگر آپ کو کوئی دل بہلانے کا سامان چاہئے تو کہیں اور جا کر ڈھونڈیے خدایا مجھے بخش دیں . میں آپ کو پہلی اور آخری وارننگ دے رہی ہوں مجھ سے دور رہے ورنہ مجھ سے کسی بھی قسم کی توقع مت رکھیے گا۔" وہ چیختی ہوئی بولتی وہاں سے جا چکی تھی۔

ارسم کو اس کے لہجے پر کچھ خاص حیرانگی نہیں ہوئی تھی وہ جانتا تھا وہ اس سے شدید ناراض ہو گی۔پر جس چیز نے اسے بے چین کیے تھا وہ تھی اس کی آنکھوں اور لہجے میں موجود اپنے لیے نفرت۔یہ چیز اس کی برداشت سے باہر تھی .

اس کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر وہی کھڑا رہا پھر خود کو تسلی دینے والے انداز میں بولا۔

"ابھی وہ ناراض ہے اس لیے ایسا ریئکٹ کر کے گئی ہے میں منا لوں گا اُسے۔"

محبت آزماتی ہو تو بس اتنا ہی کافی ہے

ذرا سا روٹھ کر دیکھو منانے کون آتا ہے

وہ شان بے نیازی سے چلتا ہوا کچن میں داخل ہوا۔ اسے کوفی کی بڑی شدید طلب ہو رہی تھی۔ موڈ بھی کچھ چڑچڑا سا ہو رہا تھا۔ مگر سامنے موجود دلکش نظارہ اس کی ساری بیزاریت کو خوشگواریت میں تبدیل کر گیا۔ وہ یک ٹک اسے کام میں منہمک دیکھ رہا تھا۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا اسے آئرہ کی صرف ایک سائیڈ نظر آ رہی تھی۔ وہ کچھ قدم چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔ ایک قدم کے فاصلے پر آ کر وہ ٹھہر گیا۔ کل والی اپنی عزت افزائی کا سوچ کر اس کے مسکراتے لب سُکڑے۔ پھر سر جھٹک کر ایک نئی امید کے ساتھ اس سے مخاطب ہوا۔

"کیوٹی پائی! ایک کپ کوفی بنا دو"

وہ جو اپنے لیے چائے بنا کر فارغ ہوئی تھی اتنے قریب سے اس کی آواز سُن کر اچھلی۔ پھر ناگواری سے رُخ موڑ کر تڑخ کر بولی۔

"آپ کی نوکر نہیں ہوں سمجھے آپ"

ارسم نے غور سے اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کی تھی اس ناک سکیڑنا، اس کا رُخ موڑنا۔ جانے اسے کوئی بھی بات بُری کیوں نہ لگی تھی۔

"میں نے ایسا کب کہا کیوٹ لٹل گرل۔" وہ ایک قدم چلتا ہوا اس کے نزدیک ہوا۔ شیلف پر پڑا اس کا چائے کا کپ دیکھ اس کی آنکھیں شرارت سے چمکی۔

''کوئی بات نہیں میں اس چائے سے بھی کام چلالوں گا'' وہ شیلف پر پڑا اس کا چائے کا کپ اچک چکا تھا۔

''یہ میری چائے ہے بد تمیز انسان واپس رکھو'' وہ نادانستگی میں اس کے قریب آتی اس کے بازو پر ہاتھ رکھتی چیخ کر بولی۔

ارسم نے ایک نظر اپنے بازو پر موجود اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھامتا ہو نٹوں سے لگا چکا تھا۔

اس کی بے ساختہ حرکت پر وہ اپنی جگہ سے اچھلی۔ وہ تیزی سے اس سے دور ہٹی مگر غصے سے اسے دیکھنا نہ بھولی تھی۔ ''لگتا ہے کل والی وار ننگ بھول گئے ہو''

''ایکچولی جانم! دراصل میری یاداشت بڑی کمزور ہے مجھے صبح کی بات شام تک یاد نہیں رہتی تم کل والی بات کر رہی ہو۔ چائے اچھی ہے ویسے۔'' وہ معصومیت سے اس کی طرف دیکھتا چائے کا ایک گھونٹ بھرتا ہوا بولا۔

وہ ایک ہاتھ اس کی طرف ہلاتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ آئرہ نے اس کی پیٹھ کو ایسے گھورا جیسے سالم نگل جائے گی۔

''جانم! ایسے نہ گھوروں بندہ بشر معصوم سا ہے تمہاری بڑی بڑی آنکھوں سے ڈر جاتا ہوں'' وہ مڑے بغیر بولتا اسے حیران کر گیا۔

آئرہ نے منہ کھول کر دسے دیکھا تھا۔ ”جن نہ ہو تو“ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔وہ کل سے اس کا بدلہ برتاؤ دیکھ رہی تھی اسے جانے کیوں اس کے رویے پر رتی برابر بھی خوشی نہ ہوئی تھی۔اسے یہ بھی اس کا کوئی نیا پلان لگا تھا۔اس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا تھا۔دوبارہ چائے بنانے پر لعنت بھیجتی وہ خود بھی کچن سے باہر نکل گئی۔

وہ نفرتوں کے سوال کر کے

محبتوں کے جواب مانگے

کہ میرے حصے میں کانٹے لکھ کر

وہ مجھ سے تازہ گلاب مانگے

یہ چاہتوں کی کڑی مسافت

چلے ہیں تنہا شکستہ خوردہ

کوئی تو میرا بھی درد جانے

کوئی تو اس سے بھی حساب مانگے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جیسے جیسے کبیر کی نتاشا کے ساتھ نزدیکیاں دن بدن بڑھتی جارہی تھی ویسے ہی اس کا مصفرہ کو چھوڑنے کا فیصلہ شدت پکڑتا جارہا تھا۔

"کبیر! کہاں کھوئے ہو؟ میں کب سے تمہیں بلا رہی ہوں" نتاشہ اس کا کندھا ہلاتے ہوئے بولی۔

"کہی نہیں ادھر ہی ہوں تم بتاؤ کیا کہہ رہی تھی" وہ اس کی آواز پر چونکتا ہوا اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تمہیں میں کیسی لگتی ہوں کبیر" وہ اس کی طرف دیکھتی بے باکی سے بولی۔

"یہ کیسا سوال ہے؟ ظاہری سی بات ہے اچھی لگتی ہو" وہ غور سے اس کے ایک ایک نقوش کا معائنہ کرتا ہوا بولا۔ جدید ڈیزائن کے ڈریس میں چہرے پر کیے گئے ڈارک میک اپ سے وہ کافی جاذب نظر لگ رہی تھی۔

"پر کیا فائدہ۔۔۔۔ تم تو شادی شدہ ہو۔ کاش تم مجھے پہلے مل جاتے۔" وہ ٹھنڈی آہ بھرتی ہوئی بولی۔

کبیر اس کی بات پر چونک سا گیا تھا۔ وہ سمجھ تو گیا تھا وہ اسے اشاروں میں کیا سمجھانا چاہ رہی ہے۔ اس کا دماغ بیک وقت مختلف تانے بانے بُن رہا تھا۔

"تم روز یہاں آکر ہی کیوں کھڑی ہوتی ہو" وہ اسے اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا دیکھ کر بولا تھا۔

مصفرہ چونکتی ہوئی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں یہاں تنہائی میں اس لیے آتی ہوں تاکہ کچھ پل خود کو محسوس کر سکوں۔ کچھ لمحے سکون کے گزار سکوں اس خود غرض دنیا میں بسنے والے باشندوں سے دُور۔ آپ کے آنے سے پہلے تک تو یہاں صرف میں ہوتی تھی یا میری تنہائی پر اب لگتا ہے یہ جگہ بھی مجھ سے اُکتا گئی ہے اس لیے مجھے خود سے دُور کر رہی ہے" وہ سرد سانس کھینچتی وہاں سے جانے کے لیے مڑی۔

"تم ہمیشہ ہی ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔ میں نے جب بھی تمہیں دیکھا ہے اداس ہی دیکھا۔ وجہ جان سکتا ہوں۔" وہ پچھلے تین دن سے خود پر ضبط کے پہرے بٹھائے اس کو اگنور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پر آج دل کے ہاتھوں وہ پھر اسی جگہ پر موجود تھا۔

"نہیں آپ وجہ نہیں جان سکتے کیونکہ آپ جاننے کا حق رکھتے ہی نہیں" وہ یہ کہہ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ اس کے لیے سوچوں کے نئے در وا کر کھول کر۔

ہارب نے اسے خود سے دور جاتے دیکھا۔ وہ یہ فاصلے سمیٹنا چاہ رہا تھا پر چاہ کر بھی وہ یہ نہ کر پا رہا تھا۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے،
یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے
کہیں اک حسین خواب ہے
کہیں جان لیوا عذاب ہے
کبھی کھو لیا، کبھی پا لیا
کبھی رو لیا کبھی گا لیا
کہیں رحمتوں کی ہیں بارشیں،
کہیں تشنگی بے حساب ہے
کہیں چھاؤں ہے کہیں دھوپ ہے،
کہیں اور ہی کوئی روپ ہے
کہیں چھین لیتی ہے ہر خوشی،
کہیں مہربان بے حساب ہے
یہ جو زندگی کی کتاب ہے،

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہ کتاب بھی کیا کتاب ہے

ذوہان کی رضامندی کے بعد آمنہ بیگم کا ارادہ باقی گھر والوں سے بات کرنے کا تھا۔ کل رات ہی ذوہان انہیں یہ خوشی کی نوید سُنا کر گیا تھا جس کے بعد سے ان کے پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔

سب کو ماسوائے منسا کے ایک ہی جگہ لاؤنج میں جمع دیکھ کر انہوں نے ان سے بات کرنے کی ٹھانی۔ انہوں نے گلہ کھنکھار کے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"مجھے آپ لوگوں اسے بہت ضروری بات کرنی ہے۔" وہ تمہید باندھتی ہوئی گویا ہوئیں۔

"جی بھابھی بولیے نا۔" شہریار صاحب احتراماً گویا ہوئے۔

"میں بہت دنوں سے ایک بات سوچ رہی تھی۔ جیسے کے آپ سب جانتے ہیں کہ میں ذوہان کی شادی کروانا چاہتی ہوں" وہ لمحے بھر کے لیے رُکی۔

ذوہان جو جانتا تھا کہ وہ وہی بات کرنے والی ہیں۔اس نے بیزاریت کے سب کو دیکھا۔ رشتے کی بات پر ہارب نے ایک شرارتی مسکان اس کی طرف اچھالی۔ذوہان نے گھور کر اسے دیکھا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ جب گھر میں لڑکی موجود ہے تو ہم باہر کیوں ڈھونڈیں۔منسا مجھے پہلے ہی اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز ہے اب تو میں اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی بیٹی بنانا چاہتی ہوں'' وہ بات مکمل کر کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوتی۔

''بھابھی مجھے تو آپ کی تجویز پسند آئی ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر میں منسا کی رضامندی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا۔شہریار صاحب کو ان کی تجویز پسند آئی تھے پر وہ منسا سے بھی اس کی رائے جاننا چاہتے تھے۔

آمنہ بیگم نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''شہریار! کیسی باتیں کر رہے ہیں۔میری طرف سے اس رشتے پر اعتراض ہے آپ کیسے یہ سب سوچ سکتی ہیں بھابھی۔مجھے اعتراض ہے کیونکہ منسا اور ذوہان کی عمروں میں کتنا فرق ہے جو آپ لوگوں کو نظر نہیں آ رہا۔میں ہر گز کسی کو اجازت نہیں دوں گی کہ وہ میری معصوم بیٹی کی زندگی برباد کرے۔'' وہ بدتمیزانہ لہجے میں بولیں۔

آمنہ بیگم ان کا لہجہ اگنور کرتی تحمل سے گویا ہوئیں۔"سارہ کیسی باتیں کر رہی ہوں ہم کیوں چاہیں گے منسا کی زندگی برباد کرنا۔اس کی رضامندی سے ہی ہو رہا ہے یہ سب" ناچاہتے ہوئے بھی وہ یہ انکشاف کر گئیں۔

منسا ان سب کی آواز سنتی سیڑھیوں میں آکر کھڑی ہوئی۔اس نے اپنی ماں کا لہجہ اور باتیں بخوبی سنی تھی۔اسے تکلیف ہوئی کہ اس کی وجہ سے اس کی ماما اس کی بڑی ماما سے بدتمیزی کر رہی ہیں۔

"ایسا ہو ہی نہیں سکتا ضرور آپ نے ہی میری بیٹی کو ورغلایا ہو گا۔ورنہ وہ تو ابھی بچی ہے اس کے ذہن میں ایسی باتیں ضرور آپ نے ہی بھری ہیں۔بہر حال جو بھی ہو میری طرف سے انکار سمجھیں" وہ سیڑھیوں پر کھڑی منسا کو اگنور کرتی ہوئیں بولیں۔

"بس! چچی جان میں تب سے خاموش ہوں صرف اس لیے کیونکہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ میری ماما کے ساتھ جو بھی رویہ اختیار کریں گی میں اسے چُپ چاپ اگنور کرلوں گا۔اگر آپ کو اتنا ہی یقین ہے تو اپنی بیٹی سے پوچھیے یہ رشتہ اس کی منشا پر ہی ہو رہا ہے خاموش کیوں کھڑی ہو بولو" وہ منسا کو دیکھ دھاڑتا ہوا بولا۔

جو پہلے ہو کھڑی آنسو بہا رہی تھی اس کے لہجے کے ڈر سے آنسو میں روانی آ گئی۔

"ذوہان تم دو منٹ چُپ کرو گے۔" آمنہ بیگم اسے روتا دیکھ تحمل سے بولیں۔

سارہ بیگم کو دوبارہ منہ کھولتا دیکھ شہریار صاحب دھاڑ کر بولے۔ان کی دھاڑ نما آواز سارہ بیگم کو خاموش کروا گئی۔

"ابھی ہم بیٹھے ہیں سارے فیصلے لینے کے لیے آپ فی الحال خاموش رہیے۔مجھے ہر گز یہ امید نہیں تھی کہ آپ بھابھی سے یوں بد تمیزی بھی کر سکتی ہیں شاید آپ بھول گئی ہیں وہ ہماری بڑی ہیں" انہوں نے اشارے سے منسا کو قریب بُلایا۔

وہ جھجھکتی ہوئی ان کے قریب آ گئی۔اسے اب بھی ذوہان کی نظریں خود پر محسوس ہو رہی تھی وہ غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

شہریار صاحب اسے بازو کے حلقے میں لے چکے تھے۔"کیا میری بیٹی اس رشتے پر راضی ہے؟" وہ محبت سے اسے دیکھ کر بولے۔

ذوہان کی باتوں کو سوچ اس کا دل کیا انکار کر دیں۔پر سامنے کھڑی اپنی بڑی ماما پر ایک نظر ڈال کر اس کا ارادہ ڈگمگایا۔ان سب میں اُن کا قصور کہا تھا وہ تو اسی کی خاطر سب سے لڑ رہی تھی اس کی ماما کی باتیں سُن رہی تھی۔"

اس نے محض اثبات میں سر ہلایا بولنے کی ہمت نہیں تھی۔

"برخودار! آج تو ہماری بیٹی سے اس لہجے میں بات کر لی آگے سے سوچنا بھی مت"

اس کو سر ہلاتا دیکھ کر وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا جب شہریار صاحب کی بات پر وہ ایک منٹ رُکا پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

سب کی باقاعدہ رائے پر ذوہان اور منسا کی منگنی کا فنکشن دو ہفتوں بعد کا طے پایا تھا۔

دونوں گھروں میں افرا تفری مچی ہوئی تھی۔

بس ایک وہ تھا جسے کسی چیز کی فکر نہیں تھی۔اب بھی وہ بارہ بجے تک کان لپیٹ کر سویا رہا۔تاشا اسے دو بار جگانے آچکی تھی۔اب بارہ بجے کے قریب وہ اُٹھ کر فریش ہوا تھا۔ جب ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی۔تاشا اسے ابراہیم صاحب کا پیغام دے کر جا چکی تھی۔وہ اسے اپنے کمرے میں بلا رہے تھے۔اسے بے انتہا حیرانگی ہوئی تھی کیونکہ جب سے وہ آیا تھا انہوں نے اس سے سیدھے منہ بات تک نہیں کی تھی۔وہ جلدی جلدی بال میں برش کرتا ان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے پر دستک دیے بغیر وہ اندر داخل ہوا۔وہ چیئر پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں گُم تھا۔اس کے آنے پر بھی وہ متوجہ نہ ہوئے۔اس نے گلہ کھنکھارتے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔

”ڈیڈ آپ نے بلایا تھا“ ارسم ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہمممم!''انہوں نے ہنکار بھرتے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ خاموشی سے سامنے بیٹھ کر ان کے بولنے کا انتظار کرتا رہا۔

وہ خاموشی سے اپنی جگہ سے اُٹھ کر الماری کی طرف بڑھ گ ئے۔وہاں سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

ارسم نے حیرانگی سے ان کی طرف دیکھا۔''اس میں کیا ہے؟''ان کی خاموشی کو دیکھ کر بلاآخر وہ خود ہی پوچھ بیٹھا۔

''یہ تمہاری آزادی کا پروانہ ہے بقول تمہارے''وہ سنجیدہ سے بولے۔

ان کے الفاظ سے اس کا ماتھا ٹھٹھکا۔''کیا مطلب ہے اس بات کا''فی الحال وہ اس بارے میں سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

''وہی جو تم چاہتے تھے یہ ڈائیورس پیپرز ہیں ان پر سائن کردو''ان کا انداز سپاٹ تھا۔

اسے یوں لگا جیسے اس کا دماغ سُن ہو گیا ہو۔''ڈیڈ!پر آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں؟''اسے اپنی آواز ہی بیگانی سی لگی تھی۔

''جب میں جانتا ہوں کہ تم یہی چاہتے ہو۔خیر تم سائن کردو تاکہ میں جلد سے جلد یہ وکیل صاحب کو دے دوں۔آگے کی کاروائی میں بھی کچھ وقت درکار ہوگا۔''وہ خاموشی کو اس کی رضامندی تصور کرتے بولتے چلے گ ئے۔

وہ غائب دماغی سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔اسے سمجھ نہ آیا کہاں سے بات کا آغاز کرے کیسے انہیں بتائے کو وہ اس رشتے کو دل سے نبھانا چاہتا ہے۔

"آپ نے آئرہ کی مرضی جانے بنا اتنا بڑا فیصلہ کر لیا۔" کہنا تو بہت کچھ چاہتا تھا مگر زبان سے محض یہ چند الفاظ ادا ہوئے۔جتنے زعم میں اس نے اس رشتے کو جھٹلایا تھا اب خود میں ہمت نہیں ہو رہی تھی اپنے دل کی حقیقت ان پر آشکار کرنے کی۔

"تم بے فکر رہو آئرہ کی رضامندی سے ہی یہ سب ہو رہا ہے۔انفیکٹ وہ ان پر سائن بھی کر چکی ہے" ان کے منہ سے نکلے یہ الفاظ اس کے حواس منجمد کر گئے۔

وہ کیسے کر سکتی ہے یہ میرے ساتھ۔یا شاید وہ بھول رہا تھا کہ وہ خود بھی کبھی یہی چاہتا تھا۔اس کے سائن کا سُن کر اس کا دماغ گھوما تھا۔وہ ایک جھٹکے میں کھڑا ہو کر بڑے تحمل سے بولا تھا ورنہ اسے آئرہ پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا۔

"مگر میں یہ ڈائیورس نہیں چاہتا اور نہ ہی میں ان پر سائن کروں گا۔کیونکہ میں اس نکاح کو ختم کرنے کے حق میں نہیں ہوں" وہ اپنی بات کہتا جانے کے لیے مڑا جب ابراہیم صاحب کی تیز آواز اس کے پیروں میں قفل ڈال گئی۔

''کیا بکواس کر رہے ہو؟ ضروری نہیں ہر بار تمہاری مرضی دیکھی جائے ہر بار وہ نہیں ہو گا جو تم چاہتے ہو۔اس دفعہ میں آئرہ کے ساتھ ہوں وہ جو کہے گی وہی ہو گا۔اس لیے تم خاموشی سے سائن کرو'' وہ غصہ میں اپنے سر پھرے بیٹے کو دیکھتے ہوئے بولے۔

''ہر گز نہیں میں سائن نہیں کروں گا اور آپ کی بیٹی کی عقل میں خود ٹھکانے لگالوں گا۔'' وہ ڈائیورس پیپر کو دو ٹکرے کرتا باسکٹ میں پھینکتا مزید ان کی کوئی بھی بات سُنتا غصے سے دروازہ دھکیلتا باہر نکل گیا۔

کل رات سے جب سے وہ بڑے پاپا سے مل کر آئی تھی اسے ایک منٹ بھی نیند نہیں آئی تھی۔ڈائیورس پیپرز پر وہ سائن تو کر آئی تھی پر تب سے ہی اسے گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔ کبھی اُسے لگتا اس نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے اب وہ بالکل آزاد ہو گی اس ان چاہے رشتے سے۔ کبھی نا جانے کیوں لگتا کہ وہ غلط فیصلہ کر چکی ہے۔

''نہیں میں نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے آج نہیں تو کل یہ تو ہونا تھا۔'' وہ خود سے مخاطب ہوئی۔

کل رات کا سارا واقعہ اس کی ذہن میں گردش کر رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ بڑے پاپا کے بلانے کے بعد اُن کے سامنے تھی۔ وہ خاموش بیٹھی ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی۔

"یہ ڈائیورس پیپرز ہے تم چاہو تو سوچنے کے لیے وقت لے سکتی ہو۔ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا" وہ مہربان مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتے ہوئے بولے۔

جانے اس کے دل میں کیا سمائی وہ ٹیبل پر جھکتی ایک جھٹکے میں ان پر سائن کرتی چلی گئی۔

"اب میں مزید نہیں سوچنا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی کہ میں ایک فیصد بھی کمزور پڑوں۔ "

ابراہیم صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اپنی سوچ میں محو تھی جب کوئی تن فن کرتا کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ناگواری سے آنے والے کو دیکھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی ڈائیورس پیپرز پر سائن کرنے کی۔" وہ اس کے سر پر پہنچ کر دھاڑا۔ غصے سے اس کے دماغ کی نسیں پھولی ہوئی تھی۔

اسے یوں اس کا غصہ ہونا سمجھ نہ آیا وہ بھی تو یہی چاہتا تھا۔ وہ سکون سے اس کا انداز ملاحظہ کرتی اس کے مقابل آتی ہوئی بولی۔

"جیسے آپ کی ہمت ہوئی تھی میری تذلیل کرنے کی۔میں آپ کے سامنے ہرگز بھی جواب دہ نہیں ہو۔جو مجھے ٹھیک لگا میں نے وہی کیا ہے" وہ دوبدو انداز میں گویا ہوئی۔

اس کی بات پر جیسے اس پر گڑھوں پانی پڑا۔ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی وہ۔وہ کیوں اسے کسی بھی بات کا جواب دیتی یہ سب اس نے خود ہی خراب کیا تھا اسے ٹھیک بھی اسی کو کرنا تھا۔وہ خود پر قابو پاتا تحمل سے سے گویا ہوا۔

ایک قدم نزدیک آتا وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ جماتا سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھو رُو! میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا ہے تمہیں ہرٹ کیا ہے اس کے لیے میں تم سے معافی مانگنے کے لیے بھی تیار ہوں۔پر تم یقین مانو میں دل سے ہمارے اس رشتے کو نبھانا چاہتا ہوں تم مجھے ایک موقع تو دے کر دیکھو۔" وہ امید بھری نظریں اس پر جماتا ہوا بولا۔

"آپ نے مجھے سمجھ کیا رکھا کہ میں آپ کے ہاتھ کی کٹھ پتلی ہوں جب آپ کا دل کیا چھوڑ کر چلے گئے اور جب دل کیا واپس آ گئے۔بہت خوب ارسم صاحب۔۔۔۔۔یہ ضرور آپ کا کوئی نیا ڈرامہ ہے پر اس بار میں آپ کے کسی بھی بہکاوے میں نہیں آنے والی۔" نا چاہتے ہوئے بھی آخر میں اس کی آواز بھرا گئی۔

''نہیں رُو! یہ کوئی بھی ڈرامہ نہیں ہے یار۔ تمہیں کیسے یقین دلاؤں۔'' وہ اس کے چہرے کے گرد اپنی ہتھیلیاں رکھتا بے بسی سے بولا۔

آئرہ نے ناگواری سے اس کے عمل کو دیکھا۔وہ اس کے ہاتھ جھٹکتی تڑپ کر پیچھے ہٹی۔

''کتنی بار آپ سے کہوں مجھ سے دور رہیں۔آخری بار سمجھا رہی ہوں مجھ سے دور رہ کر بات کیا کریں۔ سمجھے آپ'' وہ انگلی اُٹھاتی وارننگ دینے والے لہجے میں بولی۔

''میں یہ کرنا چاہ رہا ہوں تم سے دور رہنا چاہتا ہوں پر نہیں کر پا رہا یہ۔بتاؤ کیا کروں۔ بس ایک بار یقین کر لو مجھ پر۔'' وہ ڈھیٹائی سے اس کی ساری باتوں کو اگنور کرتا اس کے بے حد نزدیک آگیا۔

آئرہ نے ڈھیٹائی کی اس اعلٰی مثال کو غصے سے گھورا۔پر اس کی آنکھوں میں پنپتے جذباتوں کو زیادہ دیر نہ دیکھ پائی۔اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر کے وہ گھبراہٹ سے بولی۔

''جائیے یہاں سے۔۔۔'' اپنے لہجے کی کپکپاہٹ پر بمشکل قابو پاتی لہجے کو مضبوط بناتی بولی۔

"مجھے پتہ ہے یہ سب بالکل اچانک ہوا ہے اس لیے تم کنفیوژ ہو اور شاید مجھ سے ناراض بھی۔ کوئی بات نہیں تم جتنا وقت لینا چاہتی ہو لو۔" اس کا انداز خود بخود محبت بھرا ہو گیا۔

"میں یہاں آیا تو اس لیے تھا تا کہ اس رشتے کو ختم کروا سکوں پر جب سے یہاں آیا ہوں جانے کونسی کشش ہے جو مجھے تمہاری طرف کھینچتی ہے۔ جب تم آس پاس ہوتی ہو سب اچھا اچھا لگتا ہے پر جب تم پاس نہیں ہوتی تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کچھ ادھورا ہے کہیں کوئی کمی ہے۔ میں نہیں جانتا یہ محبت ہے یا نہیں پر یقین مانو آج تک کسی لڑکی کے لیے یہ محسوس نہیں کیا جو تمہارے لیے ہوتا ہے۔" وہ یک ٹک اس کی ہیزل براؤن آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

آئرہ اس کے اظہار محبت کو سُن کر اپنی جگہ فریز ہو گئی تھی۔ اسے اس شخص سے تو ہر گز بھی یہ اُمید نہ تھی۔

وہ اس کی خاموشی نوٹ کرتا مزید بولا۔ "تمہیں پتہ ہے جب تم اداس ہوتی ہو تو تمہاری یہ آنکھیں بھی تمہارا ساتھ دیتی ہیں۔ اور جب تم خوش ہوتی ہو تو تمہاری آنکھوں میں جو چمک ہوتی ہے مجھے وہ بے حد پسند ہے۔" وہ اس کی آنکھوں کو ہلکے سے چھوتا ہوا بولا۔

ارسم نے اس کی بند آنکھوں پر ہولے سے ہونٹ ٹکائے تھے۔

آئرہ نے اس کے لمس پر گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔ارسم اس کے انداز پر ہلکے سے ہنسا۔

"یہ سب بہت اچانک ہوا ہے اس لیے تمہیں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ مجھے یقین ہے میں بہت جلد تمہارے دل میں جگہ بنالوں گا۔اور ایک بات اب اپنے ذہن سے یہ طلاق وغیرہ کی باتیں نکال دو۔ جتنا ٹائم لینا چاہتی ہو تم لے سکتی ہو پر مجھ سے دُور جانے کی بات مت کرنا۔" وہ شدت سے کہتا اس کا گال تھپتھپا کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ پچھلے دو دنوں سے اس کا انتظار کر رہا تھا پر وہ اس دن کے بعد وہاں آئی ہی نہیں تھی۔ وہ جھنجھلاتا ہوا وہاں سے ہٹ گیا۔وہ وہاں سے ہٹتا ٹیکسی کے قریب آیا جب وہ اسے اندر کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی۔

"ہے مصفرہ! سنو۔" وہ دور سے ہی اسے مخاطب کرتا ہوا بولا۔

مصفرہ نے چونک کر اسے دیکھا تھا وہ بھلا اسے کیوں بُلا رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''تم آئی کیوں نہیں وہاں۔ میں دو دنوں سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ وہی تو وقت ہوتا ہے جب تم مجھے نظر آتی ہو۔ نہیں تو مجال ہے جو پورا دن تم کہیں نظر آ جاؤ۔ وہ اس کے قریب آتا ہوا بولا۔

''ایکسکیوز می! آپ میرا انتظار کیوں کر رہے تھے؟ میرے خیال سے ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں جس کی بنا پر آپ مجھ سے ایسے سوال کر سکیں۔'' وہ اس کی باتوں کے جواب میں بولی۔

''جانتا ہوں ایسا کوئی حق نہیں ہے تم پر۔ وہی حق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارے اوپر سارے اختیارات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم سمجھ رہی ہو میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔'' وہ اسکے سپاٹ چہرے پر نظریں ٹکائے بولا۔

''دیکھئے ہارب سر۔۔۔۔ہمارے درمیان ایک ہی تعلق ہے مالک اور نوکر کا۔ اور اسے ہی قائم رہنے دیں آپ کی مہربانی ہو گی'' وہ جان بوجھ کر سر کا لفظ ادا کرتی ہوئی اُس پر زور دیتی ہوئی بولی۔

''کیوں نہیں ہو سکتا یہ میں وجہ جاننا چاہتا ہوں'' وہ ماتھے پر بل ڈالتا ناگواری سے بولا۔

''میں بتانا فرض نہیں سمجھتی۔'' وہ اس کی مزید کوئی بھی بات سنے بغیر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

کچھ دُور کھڑا اوجود ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ اپنے دماغ میں شیطانی پلان بُن چکا تھا۔

وہ عجلت میں گھر کے اندر داخل ہوا۔اس کے انداز میں واضح بے چینی تھی۔اس کے دماغ میں مسلسل مصفرہ کا انکار کرنا گھوم رہا تھا۔

"ہارب بیٹا!"اسے عجلت میں اندر آتا دیکھ سارہ بیگم اسے اپنی طرف متوجہ کر گئی۔

وہ پریشانی سے سر مسلتا ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی ماما۔"

وہ اس کا پریشان چہرہ دیکھ پوچھ بیٹھی۔"کوئی مسئلہ ہے بچے۔"

ہارب نے ماتھا مسلتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔جانے وہ کیسا ریئکٹ کریں گی۔"ماما! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔"

"ہاں بولو نا ہارب کیا بات ہے۔"وہ اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر پریشان ہو چکی تھیں۔

"مجھے کسی سے محبت ہو گئی۔میں اُسے ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔پہلی بار کوئی ایسی ملی ہے جسے دیکھ کر اس دل نے کہا ہے ہاں یہی ہے میری سول میٹ۔"وہ ان کا ہاتھ پکڑتا لجاجت سے گویا ہوا۔

"کون ہے وہ؟"ان کا انداز یکدم سنجیدہ ہو گیا۔

"مصفرہ۔۔۔ڈرائیور چاچا کی بیٹی۔"

جس لڑکی کا اُس نے نام لیا اُسے سُنتی وہ ہتھے سے اُکھڑ گئ۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ اس کا ہاتھ جھٹکے ہوئے بولیں۔

"تم نے کیا سوچ کر اُس دو ٹکے کی لڑکی کا نام لیا ہے۔وہ کام والی کی بیٹی وہ مر ئضہ بنے گی اب اس گھر کی بہو۔وہ لڑکی جو ایک لفظ کو دس ٹکڑوں میں توڑ کر بولتی ہے تمہیں لگتا ہے میں اُسے اپنی بہو کے طور پر تسلیم کروں گی۔تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔"

وہ اس کے لیے ایسے القاب سُن کر تڑپ اُٹھا تھا۔"مما۔۔۔۔"وہ احتجاجاً بولا۔وہ جو خود بھی یہی سوچ رکھتا تھا کہ دوستی اور رشتے داری ہمیشہ برابر والوں میں اچھی لگتی ہے۔

آج اپنی ماں کے منہ سے اُس کے لیے ایسے الفاظ اسے طمانچے کی طرح لگے تھے۔

"مما میری محبت ہے وہ آپ پلیز اُس کے لیے یہ الفاظ استعمال مت کریں۔" وہ ایک دفعہ پھر تن کر ان کے سامنے گویا ہوا۔

"جانتی ہوں ایسی دو ٹکے کی لڑکیوں کو جو بڑے گھروں میں کام کے بہانے ایسے کام کرتی ہیں۔ویسے تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ وہ نکاح شدہ ہے۔یہ بات نہیں بتائی اُس نے تمہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں مسکرائی۔

ایک لمحے کو وہ سُن ہوتا الجھن بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔ان کی بات سُن کر اسے یوں محسوس ہوا کہ وہ اپنی جگہ سے ہِل نہیں پائے گا۔اس کے کانوں میں صرف یہی بازگشت ہو رہی تھی کہ وہ پہلے سے ہی کسی کے نکاح میں ہے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ تو صرف میری ہے۔" وہ ہولے سے بڑبڑایا۔

"آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ " اپنی کیفیت پر قابو پاتا وہ سُرخ آنکھوں کو اُٹھا اُن کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے کیا پڑی ہے جھوٹ بولنے کی۔وہ دھوکے باز لڑکی تمہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی میرے بیٹے کو تو ہر چیز پرفیکٹ چاہیے ہوتی ہے تو اُسے وہ دو ٹکے کی اٹک اٹک کر بولنے والی وہ مریضہ کیسے پسند آ گئی۔" وہ اپنے بیٹے کی خاموشی سے جان چکی تھی کہ تیر بالکل نشانے پر لگا ہے۔انہیں اِس وقت اپنے بیٹے کی بے وجہ خاموشی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔وہ جان کر بھی انجان بن رہی تھی کہ وہ اپنے الفاظ سے اُسے تکلیف پہنچا چکی ہیں۔

وہ جانے اُس لڑکی کے خلاف کیا کیا بول رہی تھی وہ خاموش سا اپنی سوچوں میں اُلجھا ان کی بات کہاں سُن رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''آئرہ بیٹا! میں اندر آجاؤں۔''لائبہ بیگم دروازے کے پاس کھڑی اسے اپنی طرف متوجہ کر گئیں۔

''مما آپ وہاں کیوں کھڑی ہیں اندر آیئے نا۔''وہ کتابیں سمیٹتی ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

لائبہ بیگم اس کے نزدیک ہی بیڈ پر بیٹھ چکی تھیں۔ ''کیا کر رہی تھی میری بیٹی۔''وہ اس کے بال سنوارتی ہوئیں بولی۔

''کچھ نہیں ماما کوئی کام تھا آپ کو''وہ ان کے کندھے پر سر ٹکاتی ہوئی بولی۔

''ہمممم! بات تو کرنی ہے تم سے۔''وہ ہنکار بھرتی ہوئی بولیں۔

''میری بات تحمل سے سُننا پھر کوئی فیصلہ کرنا میری جان۔ نمرہ کی شادی پر تمہیں وحید نے پسند کر لیا ہے۔کافی اچھا لڑکا ہے ڈیسنٹ سا۔اس نے تمہارے بابا سے رشتے کی بات کی ہے۔وہ بار بار اصرار کر رہے ہیں اس لیے ہم انہیں ڈنر پر انوائیٹ کر چکے ہیں۔ تاکہ تم دونوں کی ملاقات بھی ہو جائے۔''وہ اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھتی ہوئیں بولیں۔

"پر ماما ابھی کیا جلدی ہے ان سب کی۔ ابھی تو میرا ڈائیورس بھی نہیں ہوا۔" اس کے لہجے میں واضح کرب تھا۔

"جانتے ہیں ہم۔ پر ہم کونسا ابھی شادی کر رہے ہیں۔ بس وہ آج دیکھنے آ رہا ہے۔ اگر تمہیں وہ پسند ہو گا پھر ہی بات فائنل کی جائے گی۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا تم۔ اگر تم انکار کرو گی تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"ٹھیک ہے ماما۔۔۔ پر اس کے بعد مجھے شادی کے لیے فورس نہ کیا جائے۔" وہ اپنی بات ان کے سامنے رکھ گئی۔

"فکر مت کرو میری جان جیسا تم کہو گی ویسا ہی ہو گا۔" وہ اس کا گال تھپتھپاتے اُٹھ کر جا چکی تھیں۔

وہ خاموشی سے بند دروازے پر نظریں ٹکائے بیٹھی تھی۔ یعنی ابھی اس کی آزمائش ختم نہیں ہوئی تھی ایک اور نیا امتحان۔ اس نے یہ سوچتے ہوئے گہرا سانس بھرا۔

وہ سکون سے سیڑھیاں اُترتا نیچے آیا۔اس نے حیرانگی سے لاؤنج میں موجود مہمانوں کو دیکھا تھا۔وہ شاید زندگی میں پہلی بار انہیں دیکھ رہا تھا۔ان کے قریب آتا وہ فارمیلٹی کے لیے سلام کر چکا تھا۔

ایک نظر اپنی متاعِ حیات پر ڈالی جوان کے درمیان خاموش سی جیسے ساری دنیا سے خفا بیٹھی تھی۔اس کی آواز پر سب نے نظریں اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔پر اس کی نظر تو صرف اپنی فیری کی طرف تھی۔جب اس کے کانوں میں سامنے بیٹھی عورت کی آواز گونجی۔

"بھئی ہم تو کرتے ہیں سیدھی بات۔آپ کی بیٹی کا قد چھوٹا ہے۔اگر میرے بیٹے کی ضد نہ ہوتی تو کبھی اس رشتے کے بارے میں سوچتی بھی نہیں۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

لمحے کے ہزارویں حصوں میں وہ سمجھ چکا تھا کہ بات اس کی زندگی کے بارے میں ہو رہی ہے۔اس نے بے یقین نظروں سے اپنی شریک حیات کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اس عورت کی بات پر ایک سایہ سا آکر گزرا۔

اس نے بڑی مشکل سے خود کو تیار کیا تھا۔اب ایک دفعہ پھر اس کی ذات پر اعتراض اسے چار سال پیچھے دھکیل گیا۔اس نے کرب سے آنکھیں میچی۔کیا اس کا خود کا اختیار تھا جو بھی آتا اس کی ہائٹ پر چوٹ کرتا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔کس کا رشتہ ہو رہا ہے۔"وہ دھاڑتا ہوا بولا۔

"تم چُپ کرو برخودار۔ "بڑے پاپا نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"لو بھلا ہم نے کیا غلط کہا سہی تو کہہ رہے ہیں اب لڑکی میں کمی تو ہے بھئی۔اگر اتنی ہی عزیز ہے تو گھر بٹھا کر رکھو۔اگر ہم رحم کھا کر رشتے کے لیے ہاں کر رہے ہیں تو اسے غنیمت سمجھو۔"آنٹی جی نے اپنی ٹانگ پھنسانا ضروری سمجھا۔

ابراہیم صاحب نے ناگواری سے اس عورت کی بات سُنی۔

اس عورت کی باتیں ارسم کی برداشت سے باہر تھی۔

"کیا کمی کمی لگا رکھا ہے کوئی کمی نہیں ہے میری اینجل میں۔اگر آپ کی جگہ یہ بات کسی مرد نے کی ہوتی تو گُدی سے اُس کی زبان کھینچ لیتا۔اپنا بوریا بسترا سمیٹیے اور نکلیے یہاں سے اپنے اس چھچھوندر بیٹے کو لیکر۔"اُس کی دھاڑ نما آواز پر لاؤنج میں سکوت سا چھا گیا۔

وہ ایک ہی جست میں اس تک پہنچا جو خاموشی سے سر جھکائے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔اسے حیرانی ہوئی تھی اس کے ایسے رویے پر۔ نہیں تو وہ خاندان کی سب سے دبنگ بندی کے نام سے مشہور تھی۔پر وہ شاید بھول گیا تھا کہ جب زخم اپنوں سے ملے تو انسان واقعی کمزور پڑھ جاتا ہے۔

”پاپا سمجھیئے رُخصتی ہو گی آپ کی بیٹی کی۔“وہ اُس کی کلائی جھکڑتا ہوا بولا۔

تم اُسے نہیں لے جا سکتے یہ میری ہونے والی بیوی ہے۔رشتے کے لیے آیا لڑکا جس کا نام غالباً وحید تھا تن کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس نے غصے سے پنچ بنا کر اُس کے ناک پہ مارا۔”میری بیوی کا نام آج سے اپنے ذہن میں بھی نہ لانا نہیں تو زندہ گاڑ دوں گا۔سمجھے تم۔“آج اس کا یہ رُوپ سب کو حیران کر رہا تھا۔

”چلو اینجل۔“اس نے اپنے ہاتھوں میں مقید اس کی کلائی کو اپنی طرف کھینچا پر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔اسے اپنی جگہ سے ہلتے نہ دیکھ وہ بغیر ارد گرد کی پرواہ کیے ایک ہی جست میں اسے اُٹھا چکا تھا۔

وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں اس کی بے باقی پر کان تک سُرخ پڑی۔"نیچے اُتارو مجھے بے شرم انسان۔"وہ غصے کی شدت سے چیخی۔

ابراہیم صاحب بھی اسے آوازیں دیتے رہے پر وہ سنی ان سنی کرتا لاؤنج پار کرتا سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں لا کر اسے نیچے اُتار دروازہ بند کرتے اس کی طرف غصے سے مڑا۔

"کیا تھا یہ سب تم بتانا پسند کرو گی۔ کیا کرنے آئے تھے وہ لوگ۔ تم میرے نکاح میں ہو۔ تمہیں میرے علاوہ کسی کو سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ بات اپنے اس چھوٹے سے دماغ میں بٹھالو۔" وہ دو انگلیوں سے اس کے سر پر نوک کرتا ہوا بولا۔

اسے اپنے قریب دیکھ کر اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔ دونوں بازو اس کے ارد گرد رکھتا اسے اپنے حصار میں قید کر چکا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ اس کے ماتھے پر جھکتا شدت بھرا لمس چھوڑ گیا۔

آئرہ کو اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر پڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کے لمس پر وہ دم سادھ چکی تھی۔ اب وہ اس کے کانوں میں کچھ سرگوشی کر رہا تھا پر اسے تو اُس کے لمس سے وحشت ہو رہی تھی۔ اس نے پوری شدت لگا کر اسے خود سے دور دھکیلا تھا۔

دور رہے مجھ سے۔ مجھے نفرت ہے آپ سے۔ آپ کے لمس سے مجھے وحشت ہو رہی ہے۔

اس نے حیرانی سے نظر اُٹھا کر اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھا جو اس کی بیسٹ فرینڈ تھی۔ آج وہ اس سے نفرت کی دعوٰی دار تھی۔

وہ کمرے میں بیٹھی ہارب کی باتیں یاد کر رہی تھی۔اسے یہی لگتا تھا کہ وہ جذباتی ہو رہا ہے اس لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔جب ٹھنڈے دماغ سے سوچے گا تو اسے خود ہی اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہو گا۔اپنی طرف سے وہ اسے انکار کر چکی تھی۔اسے لگا تھا اب وہ اس کے آس پاس بھی نظر نہ آئے گا۔

پر شاید وہ بھول گئی تھی کہ قسمت کے فیصلے اگر انسان کے خود کے ہاتھ میں ہوتے تو بات ہی الگ تھی۔اوپر وہ کاتبِ تقدیر بیٹھا تھا سب کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے کے لیے۔

"جانے میرے ساتھ ہی ہمیشہ کیوں غلط ہوتا ہے۔میں ہی ہر بار کیوں آزمائی جاتی ہوں۔کیا میرے زندگی کبھی سہل نہیں ہو گی؟" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھی۔

وہ چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس آکر کھڑی ہو چکی تھی۔ نظریں گہری رات میں دور پرے آسمان پر موجود چمکتے چاند پر ٹکائے وہ خود کے ماہ و سال کا حساب کر رہی تھی۔کیا ملا اسے بچپن سے اب تک۔لوگوں کے طعنے۔کسی کا اسے حقارت بھری نظروں سے دیکھنا تو

کسی کا ہمدردی بھری۔اب تو اسے اس سب کی عادت ہو چکی تھی۔وہ سر جھٹک کر ساری سوچوں کو بھی جھٹکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دیکھا ہے زندگی کو کچھ اتنے قریب سے

چہرے تمام لگنے لگے ہیں عجیب سے

"ذوہان!"اسے سیڑھیاں اترتے دیکھ آمنہ بیگم اسے مخاطب کر بیٹھی۔

"جی ماما! کیا بات ہے؟"وہ مکمل ان کی طرف متوجہ ہوتا ان کے نزدیک صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"میں چاہ رہی تھی تم منسا کو منگنی کے لیے اس کی پسند کی شاپنگ کروالاؤں۔"

"پر ماما میرے پاس فارغ وقت نہیں ہے۔"وہ منسا کے نام پر بیزاریت سے بولا۔

"ٹائم نکال کر اسے لے جانا۔"وہ اسے حکم صادر کرتی دوٹوک لہجے میں بولیں۔

ذوہان نے جھنجھلاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔اب اس بلا کو شاپنگ بھی کروانی پڑے گی۔وہ ایسا منہ بناتا ہوا سوچ رہا تھا جیسے منہ میں کڑوا بادام ڈال دیا ہو۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کمرے میں دو نفوس کی موجودگی پر بھی جامد خاموشی تھی۔جب اس خاموشی کو چیرتی آئرہ کی آواز گونجی۔

"شاید آپ کو وہ لمحات بھول گئے ہیں جب بہت شان سے پورے خاندان والوں کے سامنے مجھے دھتکار کر گئے تھے سب کو میری خامیاں گنوا کر گئے تھے۔آپ کو یاد ہے یا بھول گئے ہیں۔" وہ اس کی خاموشی نوٹ کرتی پھر سے بولی۔

"نہیں یاد کوئی بات نہیں میں یاد کروا دیتی ہوں۔کیا بولا تھا آپ نے؟ہاں۔۔۔۔۔یہ سامنے کھڑی لڑکی اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔کہاں سے آپ کو یہ میرے قابل لگتی ہے۔ہر وقت جوکر بنی گھومتی رہتی ہے۔میں ایسی لڑکی کو کبھی بھی اپنی لائف پارٹنر تصور بھی نہ کروں۔ہنہنہ۔یاد ہے یہ سب۔" وہ ہذیانی سی ہو کر چلائی۔

ارسم کے دماغ میں اپنے کہے گئے الفاظ کی ہی بازگشت ہونے لگی۔

(چار سال قبل)

سارے گھر والے اس وقت ایک ساتھ موجود تھے۔ارسم اور ہارب دونوں کا رزلٹ کچھ دن پہلے ہی آؤٹ ہوا تھا۔جس میں انکی شاندار کامیابی پر ایک دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔سب گھر والے تقریباً ادھر ہی جمع تھے۔ارسم کی ایک ہی پھپھو تھی رضیہ بیگم وہ بھی یہی موجود تھی۔سمعیہ ان کی اکلوتی اولاد تھی جو بچپن سے ارسم کو پسند کرتی تھی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

لیکن وہ اس کی چپکنے والی عادت سے نالاں رہتا تھا۔اس لیے ارسم کو اس سے چڑ سی تھی۔رضیہ بیگم کی بھی یہی خواہش تھی ان کے مطابق سمعیہ کا حق تھا کہ اس کا نکاح ارسم سے ہوتا کیونکہ وہ آئرہ سے بڑی تھی۔لیکن اپنے باپ کی مخالفت نہ کر سکی جو بچپن میں ہی ان کے نکاح کرنے کے بعد منوں مٹی تلے جا سوئے تھے۔ان کی یہ حسرت حسرت ہی رہ گئی۔جب جب وہ آئرہ کو دیکھتی انہیں تب تب اپنے باپ کا کیا گیا وہ فیصلہ یاد آجاتا۔

آئرہ کو دو دن پہلے ہی اپنے نکاح کا پتہ چلا تھا اسے یہ جان کر بے انتہا خوشی ہوئی تھی کہ اس کا بیسٹ فرینڈ ہی اس کا ہمسفر بنے گا۔

چونکہ ارسم آگے سٹڈی کے لیے یورپ جانا چاہ رہا تھا تو سب گھر والوں کا یہ باہمی فیصلہ تھا کہ ان کے نکاح کو آفیشلی اناؤنس کر دیا جائے۔یہ ارسم کے لیے سرپرائز تھا پر شاید وہ نہیں جانتے تھے یہ سرپرائز ان پر بھاری پڑنے والا تھا۔

وہ ہارب اور ذوہان کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔جب ابراہیم صاحب نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہے ایوری ون !کیا میں آپ کا کچھ وقت لے سکتا ہوں۔"وہ اونچی آواز میں سب کو اپنی طرف متوجہ کر گئے۔

”ادھر آؤ ارسم“ انہوں نے ارسم کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

ارسم خاموشی سے ان کے قریب آ گیا۔

”آج میں نے آپ سب کو یہاں صرف ان کے رزلٹ کی خوشی میں نہیں بلایا بلکہ وجہ اس سے بڑی ہے۔ یہ فیصلہ ہم سے زیادہ ارسم کے مرحوم دادا کا ہے۔“ ارسم نے الجھن بھری نظروں سے دیکھا اسے فی الحال ان کی ایک بھی بات پلے نہ پڑی تھی۔

وہ سب کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر مزید بولے۔

”ارسم اور آئرہ کا نکاح ان کے بچپن میں بابا صاحب کے فیصلے پر کر دیا گیا تھا۔ ہم چاہ رہے تھے کہ ارسم کے جانے سے پہلے سب کو اس رشتے سے آگاہ کر دیا جائے اس پارٹی کا مقصد یہ بھی تھا۔“ وہ اپنی بات کہتے خوشی سے اس کی جانب مڑے۔

ارسم ان کی بات سُن کر تھم سا گیا تھا۔ اسے ایک منٹ سمجھ نہ لگی اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ اس نے ایک نظر اُٹھا کر سامنے دیکھا جہاں ساری کزنز کے ہمراہ شرمائی سی کھڑی تھی۔ آج اس کا حلیہ باقی دنوں سے قدرے مختلف تھا۔ اس کے چہرے پر پل میں ناگواری چھائی۔

اس کے بدن میں شدید غصے کی لہر دوڑی وہ تو جیسا کسی کا لحاظ کیے بنا پھٹ پڑا۔

"کیا مزاق ہے یہ؟آپ لوگوں نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں خوشی خوشی ان سب پر راضی ہو جاؤں گا۔"

"پر وہ تو تمہاری بیسٹ فرینڈ ہے۔تم دونوں کی تو ہمیشہ سے بنتی ہے پھر تم یہ کیا بول رہے ہو۔" ابراہیم صاحب سب کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے تحمل سے بولے۔

"ہننہ!دوستی کی حد تک ٹھیک ہے پر وہ میری بیوی بننے کے لائق ہر گز نہیں ہے۔ہر وقت جوکر بنی گھومتی رہتی ہے آپ چاہتے ہیں میں اسے ارنی بیوی بنا کر سب سے سامنے اپنا مذاق بنواؤں۔آپ لوگوں جانے کیوں اپنے بچوں پر اپنے فیصلے تھوپتے ہیں بعد میں اس کا انجام بھی دیکھ لیتے ہیں۔" وہ سب کی طرف دیکھتا بپھرا ہوا بولا۔

آئرہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"سہی تو کہہ رہا ہے بچہ تم لوگوں نے ناانصافی کی ہے اس کے ساتھ۔کہاں سے جوڑ بنتا ہے ان دونوں کا۔کیسا اول جلول حلیہ بنائے گھومتی ہے کوئی کیوں پسند کرے گا ایسی لڑکی کو۔میں نے تو تب بھی آپ کو روکنا چاہا تھا پر آپ لوگوں نے میری اک نہ سُنی اب دیکھ لیجیئے انجام۔" رضیہ پھپھو ہمدرد بنتی اس کی حمایت میں بولی۔انہیں تو آئرہ کی ذات میں خامیاں نکالنے کا اتنا اچھا موقع مل گیا تھا وہ ہر گز بھی یہ سنہری موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

”رضیہ تم چپ کرو گی۔“ ابراہیم صاحب نے تنبیہ کرتے لہجے میں انہیں پکارا۔ انہوں نے ایک نظر اپنے چھوٹے بھائی کے چہرے پر ڈالی جو اپنی تکلیف کو چھپانے کی سعی کر رہے تھے کیونکہ یہاں بات ان کے جگر کے ٹکڑے کی ہو رہی تھی۔

”کیا غلط کہا ہے پھپھو نے سہی تو کہہ رہی ہیں۔“ ارسم فوراً اُن کی حمایت میں بولا۔

”ارسم! اپنی بکواس بند کرکے دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔“ وہ دھاڑ سے اسے چپ کروا گئے۔ انہیں ذرا بھی اس کے ایسے ردعمل کی توقع ہوتی تو یوں اتنے لوگوں میں یہ ذکر تک نہ چھیڑتے۔ انہیں تو لگا تھا کہ اسے خوشی ہوگی کے اس کی بیسٹ فرینڈ ہی اس کی لائف پارٹنر بنے گی۔ پر ضروری نہیں سب کچھ ہمیشہ ہماری توقع کے مطابق ہو۔

ارسم نے ایک نظر سب پر ڈالی پھر قدم بڑھاتا پھپھو کے نزدیک آگیا۔

”پھپھو! میں آپ سے سمعیہ کا رشتہ مانگتا ہوں میں واپس آکر اُس سے شادی کروں گا آپ میرا انتظار کیجیئے گا۔“ وہ یہ سب ضد میں آکر کر رہا تھا۔

آئرہ کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگی وہ سمعیہ کو اس پر فوقیت دے رہا تھا۔

”جب تک آپ مجھے اس رشتے سے آزاد نہیں کریں گے میں گھر واپس نہیں آؤں گا۔

”وہ ایک نظر سب پر ڈالتا گھر سے نکلتا چلا گیا۔

آئرہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی پُشت کو دیکھا۔وہ بخوبی سب کی ترحم بھری نظریں خود پر محسوس کر سکتی تھی۔

"یاد آیا کچھ۔"آئرہ کا طنزیہ لہجہ کمرے میں گونجا جو اسے ماضی سے حال میں پٹک چکا تھا۔

اس نے اپنے تاثرات کنٹرول کرنے کے لیے منہ پر ہاتھ پھیرا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں غلط کر چکا ہوں پر میں اب بھی یہی کہوں گا مجھے ایک موقع دے دو۔۔۔پلیز۔۔۔"وہ پھر اس کے نزدیک آتا اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالوں میں بھرتا ہوا بولا۔

"شاید آپ کو بھولنے کی بیماری ہے آپ مجھے نیچا دکھانے کے لیے کسی کو امید کے جگنو تھما کر گئے تھے۔"وہ ایک بار پھر اس کے ہاتھ ہٹاتی ہوئی بولی۔

"وہ میرا مسئلہ ہے میں ان سب کو ہینڈل کر لوں گا۔"

"آپ جو بھی کہے میرا جواب نہ ہی ہے۔اگر آپ تنہائی میں مجھے یہ سب باتیں سناتے تو شاید میں ایک دفعہ آپ کو معاف کرنے کا سوچ لیتی۔پر آپ نے سب خاندان والوں

کے سامنے میری ذات کی نفی کی ہے۔میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی'' وہ سر نفی میں ہلاتی بولی۔

''اب میرے قریب آنے کی دوبارہ کوشش بھی نہ کریے گا۔'' وہ اسے پیچھے دھکیلتی باہر نکلتی چلی گئی۔

ارسم اسی جگہ نظریں جمائے کھڑا تھا جہاں سے ابھی وہ گئی تھی۔

آمنہ بیگم کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ شاپنگ پر آئی تھی۔منسا نے ایک بار پھر چور نظر اس پر ڈالی تھی جو ماتھے پر بل ڈالے خاموشی سے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔

منسا کا پارہ اسے دیکھ دیکھ کر چڑھ رہا تھا وہ یوں برتاؤ کر رہا تھا جیسے وہ اسے شاپنگ پر لے جا کر احسانِ عظیم کر رہا تھا۔اس کی زبان پر کب سے کھجلی ہو رہی تھی یہ تو اس کی برداشت تھی جو وہ پچھلے پندرہ منٹوں سے خاموش تھی۔ورنہ مجال تھی جو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔وہ شدید جھنجھلاہٹ کے ساتھ باہر کے نظارے دیکھنے میں مگن تھی۔

جب اس کی نظر گول گپوں کے سٹال پر پڑی اسے پورا یقین تھا گر وہ اسے کہہ بھی دے تو وہ گاڑی تک نہیں روکے گا گول گپے کھلانا تو بہت دور کی بات تھی۔اس کی آنکھیں دماغ میں آنے والے شیطانی پلان پر چمکی۔

"ذوہان! گاڑی روکیے۔ مجھے شدید گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" وہ گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی بولی۔

ذوہان نے گھبراتے ہوئی گاڑی روکی۔ وہ شدید پریشانی میں اس کی طرف مڑا۔

"کیا ہوا منسا؟ تم ٹھیک تو ہو۔" اس کے لہجے میں واضح پریشانی تھی۔ وہ پل بھر میں اس کے لیے متفکر ہو چکا تھا۔

"مجھے گھبراہٹ سی ہو رہی ہے آپ ایسا کریئے سامنے سٹال سے میرے لیے گول گپے لے آیئے۔ کھٹا ٹھنڈا لایئے گا۔ جلدی جایئے۔" وہ مصنوعی نقاہت سے بولتی اسے اپنے مفید مشوروں سے نواز رہی تھی۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ مجھے پاگل سمجھ رکھا ہے جو میں وہاں تمہارے لیے یہ سب خریدنے جاؤں۔ پچھلی سیٹ پر پانی پڑا ہے۔ چپ کر کے پی لو خود ہی طبیعت سیٹ ہو جائے گی۔" وہ اسے غصے سے گھورتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا یہاں میری طبیعت خراب ہو رہی ہے اور آپ فضول کی ہانک رہے ہیں۔ اور مجھے پتہ ہے میری طبیعت کا پانی پینے سے ٹھیک نہیں ہو گی۔ اب جلدی جایئے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہیں۔" وہ منہ کے زاویے بناتی ہوئی بولی۔

"میں نہیں جا رہا چپ کر کے بیٹھو۔"

"آآآآآآ۔۔۔۔۔میں بڑی ماما کو بتاؤں گی کہ آپ کو میری بالکل بھی فکر نہیں ہے یہاں میری طبیعت خراب ہے اور آپ کو اپنی پڑی ہے۔" وہ روتی ہوئی بولی۔

ذوہان بوکھلاتا ہوا اس کی طرف متوجہ ہوا۔"اچھا چُپ کرو میں لا کر دیتا ہوں۔" وہ اسے روتا دیکھ کر جھنجھلاتا ہوا کار سے باہر نکل گیا۔

"یاہو ہو۔۔۔!اس کے جاتے ہی منسا نے نعرہ لگایا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک پلیٹ اس کی طرف بڑھا چکا تھا۔منسا نے بغیر اس کی طرف دیکھے ساری پلیٹ منٹوں میں چٹ کی۔

"اب تو تمہاری گھبراہٹ ٹھیک ہو گئی ہو گی آخر اسی وجہ سے ہو رہی تھی۔" وہ اس کی طرف دیکھتا طنزیہ لہجے میں بولا۔اس کا اشارہ گول گپوں کی طرف تھا۔

منسا نے اس کی بات پر کان دھرنا ضروری نہ سمجھا۔وہ خاموشی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

ذوہان سر جھٹک کر کار سٹارٹ کر چکا تھا۔

اسے جب سے اس کے نکاح کی بابت معلوم ہوا تھا تب سے ہی وہ غصہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ کیسے ہو سکتا تھا یہ۔

"میں جان لے لوں گا ہر اس شخص کی جو ہمارے درمیان آیا۔" وہ غائبانہ مصفرہ کو مخاطب کرتا ہوا بولا۔

اب اس کا رُخ انیکسی کی طرف تھا۔ وہ تن فن کرتا ہوا انیکسی کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔ اسے وہ لاؤنج میں بیٹھی ہی مل گئی۔ اس کی ماما بھی گھر نہیں تھی۔

مصفرہ نے چونک کر آنے والے کو دیکھا۔

"آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟" وہ کھڑی ہوتی ہوئی بولی۔

ہارب خاموشی سے سُرخ آنکھوں سے اسے گھورتا رہا۔ "تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یہ سب چھپانے کی۔ تم مجھے دھوکا دینا چاہتی تھی۔" وہ قدم قدم چلتا اس کے نزدیک آ رہا تھا۔

مصفرہ اس کے لہجے پر ٹھٹھکی۔ لیکن وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے۔ اس کے عجیب سے رویے پر اسے گھبراہٹ سی ہوئی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم کسی کے نکاح میں ہو۔ کیوں؟" وہ تقریباً اسے جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

''کیوں بتاتی؟آپ لگتے کیا ہیں میرے جو میں آپ کو وضاحتیں دیتی پھروں۔''وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر چلائی۔

اس کی بات پر وہ خاموش سا ہو گیا۔

''میں محبت کرتا ہوں تم سے۔''اب اس کی لہجے میں واضح بے بسی تھی۔

''میری زندگی میں پہلے ہی بے حد پریشانیاں ہیں آپ کیوں مجھے میرے حال پر نہیں چھوڑ دیتے۔کیوں میری مشکلوں کو بڑھا رہے ہیں؟''وہ اس کے سامنے بے بسی سے ہاتھ جوڑ گئی۔

کوئی زندگی کی آزمائشوں سے گزرا
کوئی عشق کا روگ لگا بیٹھا
کوئی قلم سے درد لکھنے لگا
کوئی شاعر خود کو بنا بیٹھا

''آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں یہ مجھ پر آپ کا احسان ہو گا۔''اس کے لہجے میں بے بسی ہی بے بسی تھی۔

اس کا یوں منت کرنا،ہاتھ جوڑنا ہارب کو ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"تم یہ کیا کر رہی ہوں۔ تمہارا یوں مجھ سے گزارش کرنا مجھے پسند نہیں آیا۔ تم حکم کرو تمہاری ہر بات مانوں گا بس اس ایک بات کے علاوہ۔ بس میری یہ ایک بات مان جاؤ اپنے اس شوہر کو چھوڑ دو وہ وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ تمہاری ہر بات مانوں گا۔" وہ اس کے جُڑے ہاتھوں کو کھولتا اپنے ہاتھ میں مقید کر گیا۔

مصفرہ نے تڑپتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ نکالا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ مجھے لگتا ہے آپ پاگل ہو چکے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو گی جائیے یہاں سے۔ مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپ سے۔" وہ اسے باہر کی جانب اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

"ابھی تو جا رہا ہوں لیکن جلد ہی تمہیں لینے آؤں گا۔ تمہارے اس شوہر کا بھی کوئی بندوبست کرتا ہوں۔ تمہاری زندگی پر اور تم پر صرف میرا حق ہے جو میں بہت جلد لے کر رہوں گا۔" وہ اپنی باتوں سے اسے اچھا خاصہ ڈرا چکا تھا۔ وہ جیسے تن فن آیا تھا ویسے ہی نکلتا چلا گیا۔

مصفرہ نے گھبرا کر اسے دیکھا۔ اس کے جاتے ہی وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی ایک ٹینشن ختم نہیں ہوتی تھی کہ دوسری نئی مصیبت منہ کھولے اس کا انتظار کر رہی ہوتی۔ جانے کب میری زندگی سہل ہو گی۔ اس نے کرب سے سوچا۔

جانے ہارب کیا کرنے والا تھا یہ نئی ٹینشن تھی۔

رضیہ بیگم اور سمعیہ کل ہی کراچی سے واپس آئی تھی۔وہ ایک شادی کے سلسلے میں کراچی گئی تھیں۔جیسے ہی انہیں ارسم کے آنے کا پتہ چلا وہ فوراً ادھر ہی آگئی تھی۔

"بھابھی آپ نے بتایا کیوں نہیں کہ ارسم واپس آگیا ہے۔"وہ لبنا بیگم کی طرف دیکھتی ناراضگی جتاتی ہوئیں بولی۔

"نہیں رضیہ ایسی کوئی بات نہیں بس تم گئی ہوئی تھی اگر میں بتا دیتی تو آپ لوگ فوراً واپس آجاتے۔اور میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ لوگ ٹھیک سے انجوائے بھی نہ کرسکیں۔"لبنا بیگم انہیں سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"ہممم!"انہوں نے محض ہنکار بھرا۔

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہارب اور آئرہ کی طلاق ہوگی کہ نہیں کیونکہ اب میں مزید انتظار نہیں کروں گی۔پہلے ہی بہت انتظار کرلیا۔"وہ نخوت سے بولی۔

سمعیہ خاموش بیٹھی اپنی ماں کی باتیں سُن رہی تھی۔جب اس کی ماں اس کے حق میں بول رہی تھی تو اسے کیا ضرورت تھی۔

ابھی لبنا بیگم کچھ کہتی کہ ہارب کی آواز پر وہ خاموش ہوگئیں۔

"السلام علیکم ! کیسی ہیں پھپھو؟" وہ لاؤنج میں آتا انہیں دیکھ کر بلند آواز میں سلام کرتا ان کا حال احوال پوچھنے لگا۔اسے کچھ کچھ تو ان کے آنے کے مقصد کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"پھپھو صدقے جائے۔۔۔پہلے سے زیادہ پیارا ہو گیا ہے۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی خوشامدانہ لہجے میں بولی۔

"یہ بتا کیسا ہے تو؟ تم تو ایسے گئے پھر پلٹ کر نہ دیکھا میں نے تو تمہیں بہت یاد کیا۔ ہمارا کوئی دن ایسا نہ گزرا جس دن تمہارا ذکر نہ ہو۔ہمارے گھر میں تو ہمیشہ تمہاری باتیں ہوتی رہتی تھی۔سمعیہ بھی تمہیں کتنا یاد کرتی تھی۔" رضیہ بیگم نے اس کی توجہ سمعیہ کی طرف دلائی جس پر اس نے ایک بھی نظر ڈالنا گوارہ نہ کیا تھا۔

سمعیہ اچھے خاصے اہتمام کے ساتھ آئی تھی۔مگر اب اس کا یہ سخت رویہ اور سنجیدہ انداز دیکھ کر دل مسوس کہ رہ گئی۔

"میں تو بھائی صاحب سے ناراض تھی۔تمہاری ڈیمانڈ ایسی بھی کوئی غلط نہ تھی جو ایسے ریئکٹ کیا جاتا۔تم چھوڑو یہ سب یہاں میرے پاس بیٹھو اور بتاؤ اتنے سال ہم لوگوں کے بغیر کیسے گزرے۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتی اسے اپنے قریب بٹھا گئی۔

"ٹھیک" وہ یک لفظی جواب دیتا خاموش ہو گیا۔

لاؤنج میں آتی آئرہ نے انہیں دیکھ کر سلام کیا۔ جس کا جواب انہوں نے منہ ٹیڑھا کر کے دیا تھا۔ان چار سالوں میں وہ اتنی نکھر گئی تھی کہ انہیں پہلے ہی وہ ناپسند تھی اب تو وہ انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس کا من موہنا روپ ارسم کو اپنی طرف مائل نہ کر لے۔اس لیے وہ جلد سے جلد اس قصے کو تمام کرنا چاہتی تھی۔

''بھئی اب تم لوگوں کو آئرہ کے متعلق سوچنا چاہیئے منسا اس سے چھوٹی ہے اس کی بھی کچھ دنوں میں منگنی ہے۔''پھپھو نے اسے دیکھ کر سنانا ضروری سمجھا۔

''پھپھو آپ کو آئرہ کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔چار سال پہلے جو غلطی میں کر کے گیا تھا اسے سُدھارنا چاہتا ہوں۔اور ڈیڈ نے بالکل سہی کیا میری بات نہ مان کے۔واقعی اگر وہ اس وقت میری بات مان لیتے تو آج میں پچھتا رہا ہوتا۔یہ حقیقت ہی ہے کہ ہمارے بڑے ہمارے لیے اچھا فیصلہ کرتے ہیں۔بس ہم سمجھ نہیں پاتے۔''وہ مسلسل آئرہ پر نظریں ٹکائے بولا۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا۔''وہ اس کی بات سمجھ تو گئی تھی پر ماننا نہیں چاہتی تھی۔

''وہی جو آپ سمجھنا نہیں چاہتی۔''وہ سکون سے بولا۔

اسد صاحب جو کب سے ان کی باتیں ملاحظہ کر رہے تھے۔اپنی باتوں میں آئرہ کو گھسیٹنا انہیں ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"مہربانی کر کے میری بیٹی کو اپنے معاملات سے دور رکھیں۔میں اس بار ہر گز یہ برداشت نہیں کروں گا کہ آپ لوگ میری بیٹی میں خامیاں نکالیں۔رضیہ آپا میں آپ کے بڑے ہونے کا لحاظ کر رہا ہوں آپ کو آئرہ کی فکر کرنے کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے اس کا باپ ابھی زندہ ہے۔"وہ کب سے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے پر آئرہ کے ذکر پر خاموش نہ رہ سکے۔

"اور تم بھی میری بیٹی کا پیچھا چھوڑ دو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔جتنا تم اس کے ساتھ کر چکے ہو بہت ہے۔ایک بات تو میں سمجھ چکا ہوں تم میری بیٹی کے قابل نہیں ہو۔"

اب ان کا رُخ ارسم کی طرف تھا۔

"پر چاچو میری بات تو سنیئے۔"اس نے کچھ کہنا چاہا جب اسد صاحب ہاتھ اوپر کر کے اسے مزید بولنے سے روک گئے۔

"آپ لوگوں کی چوائس بھی میں دیکھ چکا ہوں۔کل جو لڑکا آیا تھا اس سے کرنا چاہتے ہیں آپ آئرہ کی شادی۔کیا وہ قابل تھا آئرہ کے؟"ہارب بھی زیادہ دیر خاموش نہ رہ سکا۔

"تم سے زیادہ فکر ہے مجھے اپنی بیٹی کی۔ میں انہیں تب ہی انکار کر چکا ہوں۔ اگر مجھے ذرا بھی ان کی سوچ کا اندازہ ہوتا تو اس بات کا ذکر تک نہ چھیڑتا۔" وہ اس کا طنز بخوبی سمجھ چکے تھے۔

پچھلے کچھ دنوں سے اس کا آئرہ کی طرف جھکاؤ بخوبی محسوس کر رہے تھے پر جانے کیوں دل کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

آئرہ نے ڈبڈبائی آنکھوں میں اپنے باپ کی طرف دیکھا جو سب کے سامنے اسے پروٹیکٹ کر رہے تھے۔

وہ اس کے قریب آ کر اسے اپنے بازو کے حصار میں لے چکے تھے۔ انہیں اندازہ تھا کہ ان سب میں اس کا ساتھ زیادتی کر بیٹھے تھے۔ اسے ارسم بے حد عزیز تھا اس لیے انہوں نے آئرہ کو صرف اس رشتے کی بابت صرف اطلاع دی تھی اس کا رائے جاننا ضروری نہ سمجھا ان کا خیال تھا کہ وہ اس کے لیے اچھا فیصلہ کر رہے ہیں۔ تب بھی وہ ایک لفظ بھی نہ بولی تھی خاموشی سے ان کے فیصلے پر سر جھکا چکی تھی۔ لیکن ارسم کے رویے نے انہیں اس کے سامنے بری طرح شرمندہ کیا تھا انہیں ارسم پر خود سے زیادہ یقین تھا پر وہ ان کا یقین بری طرح توڑ چکا تھا۔ اب دل اس پر یقین کرنے سے قاصر تھا۔

"میری بیٹی کیوں رو رہی ہے۔آپ کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں ہوگا۔" وہ اس کا ماتھا چومتے اسے وہاں سے لے کر نکلتے چلے گئے۔

ارسم نے ماتھے پر شکن ڈالے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔وہ خود بھی مزید وہاں رُکے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تھکی ہاری ابھی یونی سے واپس آئی تھی آج آئرہ بھی نہیں آئی تھی اس لیے اسے بس سے آنا پڑا ورنہ اسے پک اینڈ ڈراپ کا کام وہی کرتی تھی۔

ابھی اسے بیٹھے کچھ دیر ہی ہوئی تھی جب حنا بیگم اسے دیکھ کر بولی۔

"مصفرہ بیٹا! جلدی سے ریڈی ہو جاؤ تمہاری چچی کا فون آیا تھا وہ بُلا رہی تھی۔ابھی کچھ دیر میں ان کی طرف نکلنا ہیں۔وہ کہہ رہی کہ کچھ ضروری بات کرنی ہے۔مجھے لگتا ہے وہ لوگ رخصتی کی بات کرنا چاہتے تھے۔ایک طرح سے یہ اچھا ہی ہے ویسے بھی تم لوگوں کے نکاح کو کافی وقت گزر چکا ہے اب رخصتی ہو جانی چاہیے۔" وہ اسے دیکھتی مسرور سی بولیں .

"پر ماما یوں اچانک۔ میں ابھی ریڈی نہیں ہوں اس سب کے لیے۔" وہ ہچکچاتی ہوئی بولی۔

"بیٹا انہوں نے ابھی ایسی کوئی بات نہیں کی یہ تو محض میرا خیال ہے۔ تم اُٹھ کر ریڈی ہو جاؤ پھر دیکھتے ہیں وہ کیا بات کرنا چاہتیں ہیں۔" وہ اسے اُٹھنے کا اشارہ کرتی خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

مصفرہ بھی سر جھٹکتی اپنے روم کی طرف بڑھ گئ۔

انہیں آئے کچھ دیر گزر چکی تھی پر وہ اس شخص کا سامنا بالکل بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابھی اسے وہ کہیں نظر بھی نہ آیا تھا۔جب جب اپنے باپ کو وہیل چیئر پر دیکھتی خود کو اذیتوں میں گھرا پاتی۔ اکثر اس کے دل میں خیال آتا کہ کاش کہ اس کے والد ٹھیک ہوتے تو وہ اپنی پریشانیاں ان سے شیئر کر لیتی۔

"پتہ نہیں کیا بات کرنی تھی کبیر نے اب خود جانے کہاں رہ گیا۔کل سے شور مچایا ہوا تھا اس نے کہ کوئی ضروری بات کرنی ہے۔" چچی ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"کوئی بات نہیں بھا بھی آجائے گا کچھ دیر تک۔" حنا بیگم شفقت سے بولیں۔

ابھی انہیں بیٹھے کچھ وقت مزید گزرا تھا جب وہ لاؤنج سے اندر آتا دیکھائی دیا۔ مگر وہ اکیلا نہیں تھا اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔ سب نے حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کون ہے یہ لڑکی کبیر" چچی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتی ہوئیں بولیں

"بتاتا ہوں ماما اتنی جلدی بھی کیا ہے" وہ چلتا ہوا مصفرہ کے سامنے آگیا۔

"تمہاری خامی کو جانتے بوجھتے میں نے تم سے نکاح کیا۔" وہ لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا۔

"پر تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ جلد ہی مجھ سے امیر انسان ڈھونڈ لیا۔"

"کیا مطلب اس بکواس کا۔" ضبط کے باوجود اس کی آواز بلند ہو گئی۔

"وہی جو تم سمجھنا نہیں چاہتی۔ میں پاگل نہیں ہوں جو اس لڑکے کا تمہارے ارد گرد منڈلانا نہ دیکھ سکوں۔ کیا نام ہے اس لڑکے کا۔" وہ سوچنے کی اداکاری کرتا ہوا بولا۔

"ہاں! ہارب۔ کون ہے وہ؟" وہ نخوت سے بولا۔

"آپ جانتے ہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ سب حرکتیں آپ کی فطرت میں شامل ہیں میری نہیں۔ پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں پھر دوسروں پر الزام لگائیے گا۔" وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی مگر یوں سب کے سامنے اپنے کردار پر الزام ہر گز نہیں۔

چچی جو کب سے کبیر کی بکواس سُن رہی تھیں اب ان کی بس ہوئی تھی۔

"کبیر تم اپنی بکواس بند کرو۔ تم اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لیے مصفرہ کو بیچ میں مت لاؤ۔ پہلے مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہاں کیوں موجود ہے۔"

اپنی ہی ماں کا مصفرہ کی حمایت میں بولنا اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

"آپ کو مجھ سے زیادہ اس پر یقین ہے۔" وہ نفرت سے مصفرہ کو دیکھتا ہوا بولا۔

"بالکل! تم سے زیادہ یقین ہے مجھے اس پر۔ "

"ٹھیک ہے آپ جو بھی کہے لیکن میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ سچ ہے اور میں ایسی لڑکی کے ساتھ بالکل نہیں رہ سکتا جس کے دل میں کوئی اور ہو۔ اور آپ جاننا چاہتی ہیں یہ کون ہیں؟ یہ میری بیوی ہے جو اس مصفرہ جیسی بالکل بھی نہیں ہے۔" وہ نتاشا کا ہاتھ تھامتا ہوا بولا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"کبیر یہ کیا بکواس ہے۔ اگر ہم تمہاری بکواس تحمل سے سن رہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہارا جو دل کرے بولتے جاؤ۔" اب کی بار کبیر کے والد اس پر دھاڑتے ہوئے بولے۔

"یہ کوئی بکواس نہیں ہے سچ ہے۔" وہ تحمل سے بولا۔

"یہ مصفرہ کے ساتھ ناانصافی ہے۔" اس بار چچی کے لہجے میں شرمندگی سی تھی۔ ان کا بیٹا انہیں ذلیل کروانے پر تلا تھا۔

"بے فکر رہیے آپ کی بیٹی کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہو گی۔"اس نے ایک لفافہ مصفرہ کی طرف اچھالا۔

"تمہاری آزادی کا پروانہ۔ "

"کب ختم ہو گا یہ ڈرامہ۔"نتاشا اس کا بازو ہلاتی ہوئی بولی۔

"میں تمہیں گھر سے بے دخل کر دوں گا۔"چچا جان دھاڑتے ہوئے بولے۔

"بے فکر رہیے ہم یہاں رُکے گے بھی نہیں۔"نتاشا کے پاپا کی یہی شرط تھی کہ وہ ان کے ساتھ رہے گا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامتا وہاں سے نکلتا چلا گیا یہ دیکھے بغیر کے اس کے الفاظ کسی کو موت کے منہ میں دھکیل گئے ہیں۔

مجید صاحب کی حالت پل میں بگڑی۔وہ وہیل چیئر سے نیچے گرتے چلے گئے۔حنا بیگم اسے دیکھتی ہوئی چلائی۔

مصفرہ کو سمجھ نہ لگی اس رشتے کی ختم ہونے پر خوش ہو یا باپ کی حالت پر ماتم کناں۔

وہ سب چیزوں کو اگنور کرتی باپ کی طرف متوجہ ہوئی۔وہ ان کو لیتی فوراً ہسپتال کی طرف بھاگی۔

انہیں فوراً ایمرجنسی وارڈ میں لیکر جایا گیا۔چاچا اور چاچی ان سے نظریں چرائے پھر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وارڈ کا دروازہ کھلا۔ڈاکٹر انہیں تسلی دے کر جا چکا تھا۔انہیں مائنر ہارٹ اٹیک آیا تھا جلد ہی ان کی کنڈیشن پر قابو پالیا گیا تھا۔وہ اب خطرے سے باہر تھے۔

مصفرہ نے ان کی حالت کی بہتری کا سنتے تشکر بھری سانس خارج کی۔

اس انسان سے علیحدگی تو وہ خود چاہتی تھی مگر اُس نے اس کے کردار پر وار کرنے کی کوشش کی تھی یہ چیز اسے غصہ دلا گئی تھی بے شک کسی نے اُس پر یقین نہیں کیا تھا۔سب کو اس پر یقین تھا۔

کبیر کو کیسے ہارب کے بارے میں پتہ چلا کہی یہ سب ہارب کا کیا دھرا تو نہیں۔اسے اُس دن ہارب کی وہ دھمکی یاد آئی تھی۔

وہ دونوں سے دیکھ رہا تھا ٹیکسی خالی تھی۔مصفرہ اور اس کے گھر والے جانے کہاں چلے گئے۔کہی وہ یہاں سے چلے تو نہیں گئے اس کا دل ایک پل کے لیے گھبرایا۔

”نہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے اگر وہ جاتے تو پاپا کو ضرور کوئی نا کوئی اطلاع دیتے۔پھر کیا وجہ ہو سکتی تھی۔“اس وقت اس کے دماغ میں مختلف سوچیں گردش کر رہی تھی۔

سوچ سوچ کر اب اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔کل سے کتنے چکر ہی وہ انیکسی کے لگا کے آچکا تھا۔

وہ کل سے صرف اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔جانے ان کی قسمت میں کیا لکھا تھا یہ تو آنے والا وقت بتانے والا تھا۔

تم کیا جانو محبت کے میم کا مطلب

اگر مل جائے تو معجزہ اور نہ ملے تو موت

دو دنوں بعد آج وہ لوگ مجید صاحب کو ہسپتال سے ڈسچارج کروا کر لائے تھے۔ان کی طبیعت اب پہلے سے کافی بہتر تھی۔

حنا بیگم ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے ایک حتمی فیصلے کر چکی تھی۔

مصفرہ نے ایک بات نوٹ کی تھی کہ وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھیں۔وہ کوئی بات پوچھتی بھی تو ہوں ہاں میں جواب دیتی وہاں سے ہٹ جاتی۔اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس سے ناراض ہیں۔

شاید کبھی نہ کبھی وہ اسے ان سب میں اسے قصوروار مان رہی تھیں۔یہی بات مصفرہ کو بے چین کر رہی تھیں۔وہ مجید صاحب کو کمرے میں لیٹا کر انہیں آرام کرنے کا بول کر باہر آچکی تھیں۔

حنا بیگم کمرے سے نکلتی کچن کی طرف جانے کے لیے مڑی جب مصفرہ نے ان سے دو ٹوک بات کرنے کی ٹھانی۔

"مما! کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"حنا بیگم اس کی بات پر رُ کی مگر مڑی نہیں۔

مصفرہ ان کو خاموش پا کر ان کے سامنے آتی ان کے ہاتھ تھام گئی۔

"مما! پلیز بتائیے نا کیا آپ کو لگتا ہے ان سب میں،میں قصوروار ہوں؟ کیا آپ کو لگتا ہے یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے؟ آپ کو لگتا ہے بابا کی اس حالت کی ذمہ دار بھی میں ہوں۔بولیے نا مما۔۔۔"وہ ان کی کے چہرے پر نظریں ٹکاتی ہوئی بے چینی سے بولی۔

"نہیں"وہ یک لفظی جواب دیتی اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ نکال گئیں۔

"مما"اس نے تڑپ کر انہیں پکارا۔

''آپ کیوں کر رہی ہیں میرے ساتھ ایسا؟ آپ میرا یقین کریں کبیر کا کہا گیا ایک ایک لفظ جھوٹ ہے۔ مما! وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے۔''

وہ ان کے رویے پر تکلیف دہ لہجے میں بولیں۔

انہوں نے گہرا سانس بھر کر اس کی طرف دیکھا۔

''دیکھو مصفرہ! مجھے تم پر پورا یقین ہے پر کچھ تو ایسا دیکھا ہو گا نا جو کبیر کے دماغ میں ایسی خرافات آئیں۔ غلطی کبیر کی ہو یا ہارب کی نقصان کس کا ہوا صرف تمہارا۔ کبیر کا تو کچھ نہیں گیا وہ شادی کر چکا ہے۔ اپنی زندگی میں آگے بڑھ چکا ہے۔ تمہاری زندگی کو بے رنگ کر کے۔ مجھے کسی کی فکر نہیں ہے سوائے تمہارے علاوہ۔'' وہ اسے گلے لگاتی شدت سے رو دی۔ اتنے دنوں کا غبار آنسوؤں کی صورت میں نکلنے لگا۔

''مجھے معاف کر دوں میری بچی کبیر ہمارا انتخاب تھا کاش ہم اس وقت اس رشتے پر راضی ہی نہ ہوتے۔'' مصفرہ بھی اپنی ماں کی آغوش ملتے ہی بکھر گئی۔ ضبط کے باوجود آنسو خود بخود اس کا چہرہ بھگونے لگیں۔

''مما! یہ سب کچھ اس ہارب کی وجہ سے ہوا ہے اس نے ہی کیا ہے۔'' وہ اس دن ہونے والا سارا واقعہ ان کے گوش گزار کر گئی۔

اس کی باتیں سُن کر وہ تھوڑی دیر پہلے اپنے دماغ میں پنپنے والے فیصلے پر یقین کی مہر ثبت کر چکی تھیں۔

"اسد سنیے! مجھے آپ سے بے حد ضروری بات کرنی ہے۔" لائبہ بیگم خاموش بیٹھے اسد صاحب کے نزدیک بیٹھتے ہوئے انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولیں۔

"ہمم! کہیے میں سُن رہا ہوں۔" وہ ان کی طرف مڑتے ہوئے بولے۔

"میں نے آج ارسم کی باتیں سنی۔مجھے لگتا ہے ہمیں ارسم کو ایک موقع دے دینا چاہئے۔" وہ ان کے تاثرات جاننے کے لیے خاموش ہوئیں جو ان کی بات تر سخت ہو چکے تھے۔

"ہر گز نہیں میں اب ارسم پر یقین کرنے کی غلطی نہیں کر سکتا۔پہلے ایک دفعہ یہ غلطی کر چکا ہوں جس کا انجام بُھگت چکا ہوں۔ ویسے بھی اب اس فیصلے کا حق میں آئرہ پر چھوڑ چکا ہوں۔وہ جو چاہے گی وہی ہو گا۔" وہ دو ٹوک انداز میں بولے۔

"ٹھیک ہے اگر آپ ارسم کے لیے راضی نہیں تو اشعر کے بارے میں کیا خیال ہے۔" انہوں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا اُس کا یہاں کیا ذکر۔" انہوں نے سوالیہ نظریں اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"ایک سال پہلے ہی وہ لندن سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آیا ہے۔اور پچھلے ایک سال سے وہ بہت اچھے سے سارا بزنس سنبھال رہا ہے۔آپی مجھ سے کافی دفعہ آئرہ کے لیے اشعر کے رشتے کی بات کر چکی ہیں مگر میں نے ہر دفعہ ٹال مٹول سے کام لیا ہے۔اگر آپ ارسم کے معاملے میں سریس نہیں ہیں تو اس بارے میں ایک دفعہ سوچا جا سکتا ہے۔" وہ امید بھری نظریں ان پر ٹکاتے ہوئے بولیں۔

"مگر ہم کچھ خاص نہیں جانتے اُس کے بارے میں۔ایسے میں کیسے میں اس رشتے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔" وہ اُلجھن بھرے انداز میں بولے۔

ان کے لہجے می نیم رضامندی دیکھ کر وہ مزید بولیں۔

"ہمم! یہ بات تو ہے۔وہ ایک بزنس ڈیل کے سلسلے میں کچھ وقت کے لیے یہاں آرہا ہے۔اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے ہمارے گھر انوائٹ کر لیتی ہوں جب تک وہ یہاں ہے وہ یہی رہے ایسے میں ہم بھی اُس کے بارے میں جان جائیں گے۔قریب سے اُس کی شخصیت کو بھی پرکھ لیں گے۔کیا کہتے ہیں آپ؟" وہ آنکھوں میں چمک لیے بولیں۔

"بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ تم اجازت دے دو اُسے یہاں آنے کی۔ لیکن ہو گا وہی جو آئرہ کہے گی۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولے۔

لائبہ بیگم نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"بڑی بی بی جی! مجھے صاحب جی سے ضروری بات کرنی ہے۔" حنا بیگم انہیں دیکھتی ہوئی مخاطب ہوئیں۔

"کوئی ضروری بات نہیں ہے تو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو" آمنہ بیگم ان کے سنجیدہ چہرے پر نظریں ٹکاتے ہوئے بولی۔

انہیں خاموش دیکھ کر وہ سمجھ گی کہ وہ کچھ نہیں بتائیں گی۔

"ٹھیک ہے تم ایسا کرو تم یہ چائے سٹڈی روم میں لے جاؤ۔ وہ وہی ہیں۔" آمنہ بیگم نے چائے کی ٹرے اس کی طرف بڑھائی۔

وہ خاموشی سے ٹرے لیتی سٹڈی روم کی طرف سٹڈی کی طرف بڑھ گئی۔

دروازے پر پہنچ کر انہوں نے گہری سانس بھری۔ ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

چائے ٹیبل پر رکھ کر وہ وہی کھڑی رہیں۔

"صاحب جی مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" وجاہت صاحب نے شہریار صاحب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔

"بولیے بہن جی۔ میں سُن رہا ہوں۔" انہوں نے بولنے کا اشارہ کیا۔

"آپ کا بے حد شکریہ آپ نے مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیا۔ میں آپ کی بے حد مشکور ہوں کہ جن حالات میں آپ نے ہمارا ساتھ دیا اس کے لیے جتنا شکریہ کروں کم ہے۔ مگر اب ہم اور یہاں نہیں رہ سکتے۔" انہوں نے پلوں کے نیچے سے انیکسی کی چابی نکال کر ان کی جانب بڑھائی۔

انہوں نے چابی لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ مختلف سوچوں کا جال ان کے ماتھے پر بکھرا۔

"کیوں کچھ ہوا ہے؟ کوئی مسئلہ ہے تو آپ شیئر کر سکتی ہیں۔" وہ متفکر لہجے میں بولے۔

"بس آپ سمجھ لیں اب ہمارا یہاں سے جانا ہی ٹھیک ہے۔ کیونکہ مجھ میں لوگوں کی باتیں سُننے کی ہمت نہیں ہے" وہ بے بسی بھرے لہجے میں بولی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ میں سمجھا نہیں۔ آپ کھل کر بتائیں ہوا کیا ہے۔ "

"میں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گی۔جب تک چھوٹے صاحب جی باہر تھا سب ٹھیک تھا لیکن جب سے وہ یہاں آئے ہیں ہماری زندگیاں اُتھل پُتھل ہو گئی ہیں۔" وہ رنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"کیا مطلب ہے کیا کیا ہے ہارب نے؟" ہارب کے ذکر پر شہریار صاحب بھی چونک سے گئے تھے۔

"شاید آپ کو میری بات پر یقین نہ آئے لیکن میں جو بھی بتانے جارہی ہوں بالکل سچ ہے۔" پھر وہ مصفرہ کی کہی ایک ایک بات انہیں بتاتی چلی گئی۔مصفرہ کی طلاق کی بابت بتاتی ہوئیں وہ آبدیدہ سی ہو گئیں۔

ان کی باتوں پر شہریار صاحب کے چہرے پر سختی سی آگئی تھی۔انہیں ہارب سے ہرگز بھی اس سب کی اُمید نہیں تھی۔

"اگر واقعی ہی ہارب نے یہ سب کیا ہے۔اگر وہ ایک پرسنٹ بھی ان سب میں انوالو ہوا تو میں اسے ہرگز بھی معاف نہیں کروں گا۔وہ اٹل انداز میں گویا ہوئے۔

وہ تیزی سے گنگناتی ہوئی ہارب کے کمرے کی جانب بڑھی جب سامنے سے آتے ذوہان سے ٹکرائی۔

وہ آفس سے ایک اہم فائل لینے آیا تھا جو صبح جلدی جلدی میں لینا بھول چکا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کی ایک ضروری میٹنگ تھی۔

وہ جو فون پر کسی سے بات کرتا اپنے دھیان سے جا رہا تھا۔ جب کوئی آندھی طوفان کی طرح اس کے وجود کا حصہ بنا۔ جس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل اور موبائل زمین کو سلامی پیش کر چکا تھا۔

اس نے جھنجھلا کر خونخوار نظروں سے سامنے والے کو دیکھا۔

منسا نے سر سہلاتے نظر اُٹھا کر سامنے دیکھا مگر یہ کیا سامنے تو اسی کا کھڑوس تھا۔ جو اُسے ایسے گھور رہا تھا جیسے سالم نگل جائے گا۔ اسے دیکھ کر منسا نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا جب اس کی دھاڑ اسے خاموش کروا چکی تھی۔

"دماغ تو تمہارا پہلے ہی خراب ہے لگتا ہے اب نظر آنا بھی بند ہو چکا ہے۔ دماغ کے ساتھ آنکھوں کا استعمال بند کر دیا ہے۔۔۔ سٹوپڈ گرل۔" وہ طنزیہ انداز میں اسے گھورتا ہوا بولا۔

منسا نے خاموشی سے اس کی بات سنی کیونکہ اس دفعہ واقعی ہی غلطی اس کی تھی۔ ورنہ وہ خاموشی سے کسی کا طنز برداشت کر جائے۔

وہ اس کو باتیں سُناتا اب فائل اور موبائل زمین سے اُٹھاتا تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

منسا نے سر جھٹکتے اس کی پُشت سے نظریں ہٹائی۔ پھر کچھ یاد آنے پر اپنے سر پر چپت رسید کرتی ہارب کے روم کی طرف بڑھ گئ۔

ہارب ابھی کچھ دیر پہلے فریش ہو کر فارغ ہوا تھا۔ شہریار صاحب تو اسے کب سے آفس جوائن کرنے کا کہہ رہے تھے۔ پر اس کے کہنا تھا کہ یہ ماہ وہ انجوائے کرنا چاہتا ہے اگلے مہینے سے سوچا جا سکتا۔

منسا نا دروازہ کھٹکھٹائے اندر آئی جب وہ اسے صوفے پر بیٹھا مل گیا۔ جو موبائل میں مصروف تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"بھائی! کیا کر رہے ہیں؟" وہ اس کے ساتھ براجمان ہوتے ہوئے بولی۔

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ صبح صبح میری یاد کیسے آ گئ۔" وہ موبائل سے نظریں ہٹا کر بولا۔

"صبح بھائی سیریسلی۔۔۔ ذرا ایک نظر ٹائم پر دوڑائیں تا کہ آپ کو اندازہ ہو کہ صبح کب کی گزر چکی ہے۔ ویسے ان سب باتوں کو چھوڑیں۔ بڑے پاپا اور ڈیڈ آپ کا سٹڈی میں انتظار کر رہے ہیں۔ ویسے آپ کو بتا دوں ڈیڈ کافی غصے میں لگ رہے تھے۔" اس نے جاتے جاتے اسے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

''اچھا! تم چلو میں آرہا ہوں۔ ''

وہ سر ہلاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

وہ پانچ منٹ بعد سٹڈی میں ان کے سامنے موجود تھا۔حنا بیگم کی موجودگی کو اس نے اچھنبے سے دیکھا۔

ان کے سنجیدہ چہرے دیکھ وہ تمام معاملات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''میں جو پوچھوں اس کا سیدھا جواب دینا۔کیونکہ اس وقت میں کسی مزاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں۔''کمرے میں چار نفوس کی موجودگی کے باوجود خاموشی تھی۔

جب اس خاموشی کو شہریار صاحب کی آواز نے چیرا۔

''تم ان کی بیٹی مصفرہ کو تو جانتے ہی ہو گے۔اپنی آئرہ کے ساتھ ہی پڑھتی ہے۔''وہ حنا بیگم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے۔

''جی۔''وہ مصفرہ کے ذکر پر ٹھٹھکا۔کہی مصفرہ نے میری دھمکی والی بات سب کو بتا تو نہیں دی۔اس نے ایک بار سب کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے سوچا۔

''تم جانتے ہو وہ نکاح شدہ ہے۔''انہوں نے موضوع گفتگو مزید آگے بڑھایا۔

''جی کچھ دنوں پہلے ہی پتا چلا ہے۔'' وہ فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاید یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ کتنا معصوم ہے۔ جب کے حقیقت تو شہریار صاحب بخوبی جانتے تھے۔

''تو یہ بتانا پسند کرو گے۔ کہ تم اُس بچی کو تنگ کیوں کر رہے ہو۔ کیا سوچ کر تم نے اسے دھمکی دی ہے کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ تم سے شادی کر لیں۔ تم نے شادی بیاہ کو کھیل سمجھا ہے یا نکاح تمہارے لیے مزاق ہے۔'' وہ طنزیہ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے بولے۔

''میں اُس سے محبت کرتا ہوں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں اس میں کیا برائی ہے۔''

وہ زیادہ دیر صبر نہ کر پایا اس لیے فوراً اپنی بات ان کے سامنے رکھ گیا۔

''شادی میں کوئی برائی نہیں ہے لیکن ایک ایسی لڑکی جو پہلے ہی کسی کے نکاح میں اسے بار بار شادے کے نام پر تنگ کرنا یہ برائی ہے۔'' وہ جواباً بولے۔

یہ ایک ایسا موضوع تھا جس پر بات کرنے سے وہ خود کتراتا تھا اسے بالکل پسند نہیں تھا اس کا نام کسی کے نام کے ساتھ لیا جائے۔

ان کی بات پر وہ خاموشی سے سر جھکا گیا۔

"تم جانتے ہو تمہارا یہ پاگل پن اُس بچی کا کتنا نقصان کر گیا ہے۔اس کا شوہر اسے طلاق دے چکا ہے جس کی وجہ صرف اور صرف تم ہو۔تم کب سمجھو گے کہ ہر چیز جو آپ کو پسند آ جائے وہ آپ کی ہو یہ ضروری نہیں۔میں یہاں چیز کی بات کر رہا ہوں مگر وہ ایک جیتی جاگتی انسان ہے جس پر تم اپنے فیصلے مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ بولنے پر آئے تو بولتے چلے گئے۔بات کے اختتام پر ان کی آواز ہانپ سے گئی تھی۔

وہ محض سر جھکائے کھڑا رہا اس کے پاس کہنے کو واقعی ہی کچھ نہیں تھا۔

یہ تو اس کی بچپن کی عادت تھی کہ جو چیز اسے پسند آتی وہ ضد سے بھی حاصل کر لیتا مگر اس بار معاملہ الگ تھا وہ مصفرہ کو بھی کوئی پسندیدہ چیز سمجھ چکا تھا۔

"مجھے اس وقت بے حد افسوس ہو رہا ہے کہ تم میرے بیٹے ہو۔تم نے میرا سر جھکا دیا ہارب۔یہ سب کرتے ہوئے تم بھول گئے تمہاری بھی ایک بہن ہے۔" وہ کرب بھرے لہجے میں بولے۔

منسا کے ذکر پر وہ تڑپ اُٹھا تھا۔مگر خاموشی سے لب بھینچے کھڑا رہا۔

"غلطی تمہاری ہے تو اسے سدھارو گے بھی تم ہی۔" وہ حتمی لہجے میں بولے۔

ہارب نے سر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا جو نجانے اب کیا کرنے والے تھے۔

باپ بیٹے کی گفتگو میں وجاہت صاحب اور حنا بیگم خاموش تماشائی بنے کھڑے رہے۔

صبر کی حد بھی تو کچھ ہوتی ہے

کتنا پلکوں پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنبھالوں پانی

"یہ نکاح کا جوڑا ہارب کے گھر سے آیا ہے۔ دیکھ لو سب چیزیں اور انہیں سنبھال کر رکھ لو۔" حنا بیگم اس کی توجہ سامنے پڑے خوبصورت جوڑے کی طرف مبذول کرواتی ہوئیں بولیں۔

"مما! آپ سمجھ کیوں نہیں رہی؟ آپ چاہتی ہیں یہ شادی کر کے میں کبیر کے الزامات کو سچ ثابت کر دوں۔ اُسے تو یہی لگے گا کہ یہ سب سچ ہے۔ میرا اور ہارب کا کوئی تعلق ہے۔ مما پلیز۔۔۔۔یہ مت کریں میرے ساتھ۔" وہ روتی ہوئی التجا کرتی ہوئی بولی۔

دو دن پہلے شہریار صاحب نے ہارب کا نکاح اس سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا جس پر حنا بیگم کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔ جب انہوں نے یہ خبر مصفرہ کو آ کر دی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔ پر انہوں نے اس کی کسی بات پر توجہ نہ دی۔ آج جب تین دن بعد متوقع نکاح کا جوڑا آیا تھا جسے دیکھ اس کا غصہ نئے سرے سے عود آیا تھا۔

''مصفرہ میری جان سمجھنے کی کوشش کرو یہ وقت کا تقاضا ہے۔میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔'' وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

''آپ لوگ زبردستی اُن پر اپنا فیصلہ مسلط کر رہے ہیں۔یہ رشتہ جبراً جوڑا جارہا ہے۔تو آپ خود ہی اندازہ لگالیں اس رشتے کا کیا انجام ہوگا۔جواب آپ کو وقت کا تقاضا لگ رہا ہے کل جب اس رشتے کا اختتام ہوگا تب آپ کو افسوس ہوگا۔'' وہ کسی بھی طرح انہیں قائل کرلینا چاہتی تھی .

''کوئی زبردستی نہیں ہورہی اُس کے ساتھ۔بقول اُس کے وہ تم سے محبت کرتا ہے۔'' انہوں نے اس کی بات رد کی تھی۔

''ہمنہ! ان امیر لوگوں کی محبت سے میں اور آپ بخوبی آگاہ ہیں۔صرف یہ چند دن ہیں پھر اسے یہ سب غلطی لگے گا۔اور وہ بھی ایسی لڑکی سے جو ہکلاتی ہو اور طلاق شدہ بھی ہو۔دیکھنا پھر اُسے پچھتاوا ہوگا۔'' وہ استہزائیہ انداز میں گویا ہوئی جیسے خود کا مزاق اُڑا رہی ہو۔

اس کے جواب میں ان کے پاس کچھ کہنے کو بچا ہی نہ تھا۔اس کا بار بار اپنی خامی کا ذکر کر کے خود کا مذاق اُڑانا انہیں گہری تکلیف میں مبتلا کر جاتا۔مگر فی الحال وہ ہر گز نرم نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"چیزیں سمیٹ لو پھر نکاح والے دن ملیں گی نہیں۔" وہ اس سے نظریں چُراتیں اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

مصفرہ نے اپنی بات کے یوں رد کیے جانے پر دھندلائی آنکھوں سے ان کی پُشت کو دیکھا۔

دو دن قبل

"غلطی تمہاری ہے تو اسے سدھاروں گے بھی تم ہی۔ تمہارا اور مصفرہ بیٹی کا نکاح کچھ دن بعد منسا کی منگنی کے ساتھ ہوگا۔ تمہیں کوئی اعتراض۔" وہ دوٹوک انداز میں بولے۔

ہارب کو ایک پل لگا تھا سارے حالات کو سمجھنے میں۔ اس کا دل خوشی سے اُچھلا۔ پر سنجیدہ منہ بنائے کھڑا رہا۔

"نہیں۔۔۔" ان کی بات پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہونا بھی نہیں چاہیے۔ آخر یہ سب ہوا بھی تمہاری وجہ سے ہے۔" وہ اس پر سے نظریں ہٹا کر حنا بیگم کی طرف متوجہ ہو گے۔

"بہن جی! آپ کو اس رشتے سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں کہ وہ یہاں خوش رہے گی۔اگر یہ نالائق کوئی ایسی ویسی حرکت کرے گا تو میں ہوں اور بھائی صاحب بھی ہیں اس کے کان کھینچنے کے لیے۔"انہوں نے خاموش کھڑے وجاہت صاحب کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے اس کی بات پر اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر یہ سب یوں اچانک مطلب کیسے۔۔۔"وہ یکدم اس فیصلے پر بوکھلا سی گئی تھی۔ ہارب نے مسکین سی شکل بنا کر ان کی طرف دیکھا کہیں وہ اس رشتے سے انکار ہی نہ کر دیں۔

"کوئی مسئلہ ہے بہن جی۔۔"شہریار صاحب متفکر سے بولے۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔مجھے منظور ہے یہ رشتہ۔مجھے بس مصفرہ کی خوشی چاہیے اور کچھ نہیں۔"وہ پل میں ہی حتمی فیصلے کر گئی۔

"آپ بے فکر رہیے اس بات کی گارنٹی میں دیتا ہوں وہ یہاں خوش رہے گی۔" شہریار صاحب انہیں یقین دلانے والے لہجے میں بولیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''شکریہ صاحب جی! آپ نے میری بات سُنی اور مجھے اپنے بیٹے پر ترجیح دی۔ ہمیشہ بُرے وقتوں میں ہمارا ساتھ دیا ہے۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔'' وہ آبدیدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''اس میں شکریہ والی کوئی بات نہیں۔ غلطی میرے بیٹے کی تو سُدھارے گا بھی وہ۔ آپ ٹینشن مت لیں اور جا کر تیاریاں کریں نکاح میں بہت کم وقت رہ گیا ہے۔'' وہ خوشدلی سے بولے۔

حنا بیگم سر ہلاتی انیکسی کی طرف بڑھ گئیں۔

اس کی کار خاموشی سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی۔ جب اس نے موبائل سے نظر اُٹھا کر کار کے شیشے کے پار دیکھا۔ جب اس کی نظر سامنے کھڑے تین بچوں کو پر پڑی جو مل کر ایک بچی کو تنگ کر رہے تھے۔

''ڈرائیور گاڑی روکو۔'' اس نے ڈرائیور کو کار روکنے کا حکم دیا۔

وہ کار سے اُتر کر اُن بچوں کی جانب بڑھ گیا۔

لڑکے جن کی عمر تقریباً بارہ تیرہ برس تھی اسے قریب آتا دیکھ بھاگ نکلے۔

وہ اس بچی کے قریب آکر ٹھہرا۔ غور سے اس کے معصوم نقوش کو نہارا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

''کیا ہوا آپ رو کیوں رہی ہو۔ لٹل اینجل۔ چلو شاباش مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے؟'' وہ اسے پچکارتا ہوا بولا۔

''انکل اُن گندے لڑکوں نے میری آئس کریم گرادی۔'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''بس اتنی سی بات۔ چلو میں آپ کو آئس کریم دلواتا ہوں۔ ''

بچی کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔ مگر کچھ یاد آنے پر وہ مایوسی سے بولی۔

''مما نے منع کیا ہے کسی اجنبی سے لیکر کوئی چیز نہیں کھانی۔'' وہ ماں کی بات اسے بتاتی ہوئی بولی۔

''مما کو بولنا انکل نے خود دلوائی تم نے نہیں مانگی۔ بولنا اچھے والے انکل تھے۔'' وہ اس کی باتیں سنتا ہوا بولا۔

اس نے اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائی۔ پھر کچھ سوچتا سامنے آئس کریم والی دکان کی طرف بڑھ گیا۔

وہاں سے آئس کریم لاکراُس بچی کو تھمائی۔ جسے کھول کر وہ کھانے لگی۔اس بچی کی چہرے پر سچی خوشی دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔اس کی مسکراہٹ اسے کسی کی یاد دلا گئی۔

اپنی زندگی کی سچی خوشی تو وہ کب کی گنوا چکا تھا اب تو صرف پچھتاوا ہی باقی تھا۔

وہ اس کا گال تھپتھپاتا کار کی طرف بڑھ گیا۔آنکھوں میں آئی نمی چھپانے کے لیے آنکھوں پر گلاسز چڑھا لیے۔

ایک مکمل زندگی خراب کر دی

تمہارے ادھورے عشق نے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جب سے اسے اشعر کے آنے کا پتہ چلا تھا اسے بے انتہا خوشی ہوئی تھی۔ پچھلے سال وہ کچھ وقت کے لیے اشعر کی طرف رہنے گئی تھی جس دوران ان دونوں میں اچھی خاصی بانڈنگ ہو چکی تھی۔

وہ کبھی سریس تو کبھی مزاح کرنے والا انسان تھا۔آئرہ نے اُس میں ہمیشہ ایک ہمدرد دوست کو پایا تھا جو اس کی مشکلوں کو منٹوں میں دور کر دیتا تھا۔

وہ لاؤنج میں ہی بیٹھی تھی جب کار کے رُکنے کی آواز آئی۔اس نے اُٹھ کر آنے والے کو دیکھا جو کوئی اور نہیں اشعر ہی تھا۔

"کیسی ہو لٹل فیری؟" وہ اس کی ناک کھینچتا ہوا بولا۔

میں ٹھیک ہوں اشعر بھائی۔آپ کیسے ہیں؟ آنے میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔" وہ اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں دادی اماں۔۔۔تم یہ بتاؤ باقی سب کدھر ہیں۔اور لائبہ ماسی کہاں ہیں۔" وہ اسے چڑاتا ہوا بولا۔

"میں کوئی دادی اماں نہیں ہوں۔" وہ منہ بناتی ناراضگی سے بولی۔

اشعر نے اس کے منہ بسورنے پر قہقہہ لگایا۔

"قسم سے چڑیل لگ رہی ہو۔" اس نے ایک دفعہ پھر فقرا کسا۔

آئرہ نے غصے سے اسے گھورا جو آتے ہی شروع ہو چکا تھا۔

اوپر کھڑے وجود نے یہ منظر حسد سے دیکھا تھا۔وہ جو اس کے ساتھ سیدھے منہ بات تک نہیں کرتی تھی اپنے اس کزن کے ساتھ کیسے گفت وشنید میں مصروف تھی کہ اسے ارد گرد کا بھی ہوش نہیں تھا۔

"جایئے میں نہیں بتا رہی سب کہاں ہیں؟" وہ ناراضگی سے اس دیکھتی جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

وہ بھی چلتا ہوا لاؤنج میں آ گیا۔

"اچھا سوری رُو! چلو بتاؤ سب کہاں ہیں؟ پکا اب کچھ نہیں بولوں گا۔" وہ منہ پر انگلی ٹکاتے ہوئے بولا۔

ابھی وہ مزید کچھ کہتا ارسم سیڑھیوں سے اتر تا ان کی طرف آ گیا۔

اشعر نے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"السلام علیکم! میں ارسم ابراہیم۔ آئرہ کا شوہر۔" ارسم نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

اس کی بات پر اشعر نے اپنے لب بھینچے۔

آئرہ ہے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"وعلیکم السلام! آپ سے مل کر اچھا لگا۔ بائے داوے۔۔۔۔ میں اشعر شاہد۔ آئرہ کا کزن۔" اشعر اس کا بڑھا ہوا ہاتھ تھام چکا تھا۔

لائبہ بیگم بھی ان کی آواز سُنتی کچن سے نکلتی اسی طرف آ گئی۔

اشعر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ارسم نے اس کی غصے بھری نظروں کو بخوبی خود پر محسوس کیا تھا۔اس نے ایک نظر لائبہ بیگم اور اشعر کی طرف ڈالی وہ اپنی باتوں میں مصروف تھے۔

اُن سے نظریں ہٹا کر اس نے آئرہ کی طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔اس کی بد تمیزی پر آئرہ گڑبڑائی۔اس نے بوکھلا کر لائبہ بیگم کی طرف دیکھا جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔

وہ پیر پٹکتی وہاں سے ہٹتی روم کی طرف بڑھ گئ۔

ارسم نے ہنستے ہوئے اس کی پُشت کو دیکھا۔

اشعر ان کے قریب آتا ان کے گلے لگ چکا تھا۔"کیسی ہیں آپ ماسی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں تم سناؤ۔تم کیسے اور گھر میں سب کیسے ہیں؟آپی کیسی ہیں؟ انہیں بھی لے آتے ساتھ۔"لائبہ بیگم نے محبت بھری ایک نظر اس پر ڈالی۔

ارسم ان پر ایک نظر ڈالتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔اس کا مقصد اشعر پر اپنا رشتہ ظاہر کرنا تھا جو وہ اچھے سے کر چکا تھا۔اب اس کا یہاں کوئی کام نہیں تھا۔

ہارب کے نکاح کی بھی کچھ شاپنگ کرنی تھی۔اپنے اکلوتے جگری یار کے نکاح پر کوئی کثر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

آخر کار اس کے نکاح کا دن آ ہی گیا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہیں غائب ہو جائے۔ جانے کوئی اسے سمجھ کیوں نہیں رہا تھا۔

اسے اپنا آپ کسی بیکار شے کی طرح لگ رہا تھا جسے ایک نے ریجیکٹ کر دیا تو دوسرے نے اپنا لیا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسا کیا کریں کہ سب ٹھیک ہو جائے۔ ابھی وہ ان سوچوں میں بیزی تھی جب دروازہ کھول کر کوئی وجود اندر آیا۔ مگر وہ تو یوں بیٹھی تھی جیسے ارد گرد کا کوئی ہوش ہی نہ ہو۔

آئزہ اپنی دوست کے لیے بے حد خوش تھی کہ اُس کی جان اس کبیر سے چھوٹ گئی تھی۔ اس بات کی سے بے انتہا خوشی تھی۔ آئزہ دو دن پہلے آ کر بھی اسے سمجھا کر گئی تھی مگر اُس پر رتی برابر بھی اثر نہ ہوا۔ وہ اپنے نکتے پر یوں ڈٹی تھی کہ اسے کسی کی بات ذرا بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"مصفرہ! میری جان جلدی سے ریڈی ہو جاؤ ہمیں پارلر کے لیے نکلنا ہے ہم آلریڈی لیٹ ہیں۔ منسا باہر کار میں ہمارا انتظار کر رہی ہے۔" آئزہ اسے اپنی طرف متوجہ کرتی ہوئی بولی۔

''آئرہ! تم ہی میری بات سمجھ جاؤ۔میں یہ نکاح بالکل بھی نہیں کرنا چاہتی۔ مما تو سمجھنا ہی نہیں چاہتیں تم تو مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تم ہی تو میری دوست ہو تم تو جانتی ہو کہ میں ان تین سالوں میں کبیر سے نکاح کر کے کس اذیت میں رہی ہوں تم چاہتی ہو میں پھر وہی تکلیف دوبارہ محسوس کروں۔'' وہ بے بسی سے اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی گویا ہوئی۔

''کیسی باتیں کر رہی ہو مصفرہ؟ میں یہ کیوں چاہوں گی۔ کبیر اور ہارب بھائی میں بہت فرق ہے۔ہارب بھائی تمہیں واقعی ہی خوش رکھے گے۔ وہ اُس کبیر جیسے ہر گز نہیں ہے۔'' وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

مصفرہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ گئی۔

''چلو منسا باہر انتظار کر رہی ہو گی۔'' وہ بغیر اس کی بات سنتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

آئرہ نے اس کے انداز میں گہرا سانس بھرا اور بیڈ پر پڑا اس کا بیگ اُٹھا کر باہر مصفرہ کے پیچھے ہی بڑھ گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منسا منگنی کی مناسبت سے وائٹ کلر کی خوبصورت کے میکسی میں ملبوس تھی۔خوبصورتی سے کیے گ ۓ میک اپ میں وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ شہد رنگ آنکھیں مزید دو آتشہ لگ رہی تھی۔

اس کے برعکس مصفرہ شادی کی مناسبت سے بلڈ ریڈ رنگ کے بھاری لہنگے میں کوئی اپسرا ہی لگ رہی تھی۔ نیلی آنکھیں ساری دنیا سے خفا تھی۔ یہ اداسی بھرا روپ اسے مزید حسین بنا رہا تھا۔

آئرہ نے دونوں کی تیاری کو اطمینان سے دیکھا جو موقع کی مناسبت سے پرفیکٹ لگ رہی تھی۔اس نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔منساتہ پرسکون سی تھی بس کچھ گھبرا رہی تھی اس کے برعکس مصفرہ بار بار اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کر رہی تھی۔ آئرہ نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا جو یوں بیٹھی تھی جیسے ساری دنیا سے خفا ہو۔ آئرہ سر جھٹکتی ہوئی انہیں لیتی باہر کی جانب بڑھ گئ۔ جہاں ڈرائیور ان کا انتظار کر رہا تھا۔ان لوگوں نی یہاں سے ڈائریکٹ میرج ہال پہنچنا تھا۔

۔

ہارب بلیک کر کی شیروانی میں بے حد اچھا لگ رہا تھا اس کے چہرے پر ہی خوشی کی جھلک صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ لوگ مقررہ وقت پر ہی ہال میں پہنچ چکے تھے۔ پہلے منسا اور ذوہان کی منگنی کا فنکشن گھر کے لاؤن میں ہی ہونا تھا۔ مگر ہارب کی یوں اچانک شادی کی وجہ سے ہال میں سارا انتظام افراتفری میں کیا۔

کچھ ہی دیر میں دلہن کے آنے کا شور مچا تھا۔ مصفرہ کو لا کر برائیڈل روم میں بیٹھا دیا گیا۔

کچھ ہی دیر میں نکاح کا شور اُٹھا تھا۔ مولوی صاحب گواہان کے ساتھ اندر آئے تھے۔

نکاح کے کلمات سُن کر اس کی ہچکی بندھ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تین سال پہلے کا منظر گھومنے لگا جب اس کا نکاح کبیر سے ہوا تھا۔

"مصفرہ مجید ولد مجید احمد آپ کا نکاح ہارب آفریدی ولد شہریار آفریدی پانچ لاکھ سکہ رائج الوقت میں طے پایا کیا آپ نے قبول کیا۔ "

یہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح اس کی دماغ پر برسے۔ وہ کپکپاتی آواز میں قبول ہے گئی۔

یہی الفاظ تین دفعہ دہرائے گئے جس کا جواب وہ اقرار میں کر چکی تھی۔

ہارب سے بھی ایجاب و قبول کرنے کے بعد سب اسے مبارک باد پیش کرنے آرہے تھے۔ جسے وہ ہنس ہنس کر قبول کر رہا تھا۔

"ذوہان! میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم دونوں کی منگنی کے بجائے نکاح کر دیا جائے۔ منگنی ایسا کوئی مضبوط رشتہ نہیں ہے۔ نکاح ہی بہترین فیصلہ ہے۔" وجاہت صاحب اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کرتے ہوئے بولے۔

"پاپا! پریوں اچانک۔۔۔میرا مطلب ہے اتنی بھی کیا جلدی ہے نکاح کی۔" وہ جھنجھلاتا ہوا بولا۔

"ہارب تم سے چھوٹا ہے اب اُس کی شادی ہو رہی ہے۔ تم کم از کم نکاح تو کر سکتے ہو۔" وہ اٹل انداز میں گویا ہوئے۔

"منسا کے پیپر ہو جائے پھر اُس کی رخصتی کے بارے میں سوچتے ہیں پھر بے شک تم اُسے اپنے ساتھ لے جانا۔ اس کا ٹرانسفر ہم وہی اسلام آباد میں کروا دیں گے۔" وہ اسے اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کر گئے۔

"سب پہلے سے ڈیسائیڈ کر چکے ہیں اب بھی آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ڈائریکٹ رخصتی والے دن آگاہ کر دیتے۔" وہ نروٹھے انداز میں گویا ہوا۔

"چلو آجاؤ۔۔۔نکاح کا وقت ہو گیا ہے۔" وہ اس کی کسی بھی بات پر کان دھرے بغیر باہر کی طرف بڑھ گ ئے۔

ذوہان کا دل کیا اپنے بال نوچ لے۔یعنی عین وقت پر اسے ساری باتوں سے آگاہ کیا جا رہا تھا۔کہنے کو وہ اس گھر کا بڑا بیٹا تھا۔

فی الحال! وہ سر جھٹکتا باہر ان کے پیچھے بڑھ گیا۔

مصفرہ کے نکاح کے کچھ دیر بعد آمنہ بیگم اندر آئیں۔ان کے ہاتھ میں ایک سُرخ رنگ کا ڈوپٹہ تھا۔

آئزہ اور ملسا اسے چُپ کروانے میں مصروف تھی جو نکاح کے بعد مسلسل آنسو بہا رہی تھی۔

آمنہ بیگم نے اندر آکر ایک نظر ان سب پر ڈالی تھی۔

"آئزہ یہ ڈوپٹہ ملسا کو اوڑھا دو۔کچھ ہی دیر میں مولوی صاحب اندر آرہے ہیں نکاح کے لیے۔" وہ سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتی بولیں۔

ملسا نے بوکھلا کر ان کی طرف دیکھا۔

"بڑی مما! پر آج تو صرف منگنی تھی۔ نکاح کہاں سے آگیا۔اور مما بھی ابھی ناراض ہیں۔ان کے راضی ہونے کا تو انتظار کر لیں۔وہ اور غصہ ہو جائیں گی۔" وہ یوں اچانک نکاح کے نام پر گھبرا سی گئی تھی۔

"ہمم! منگنی ہی تھی پر کل رات ہی تمہارے بڑے پاپا اور پاپا نے مل کر نکاح کا فیصلہ کیا تھا۔اور رہی بات سارہ کی تو تم فکر مت کرو وہ مان جائے گی۔ "

انہوں نے آئرہ کو ڈوپٹہ اوڑھانے کا اشارہ کیا اور خود باہر کی طرف بڑھ گئ۔

کچھ ہی دیر بعد وجاہت صاحب اور شہریار صاحب مولوی صاحب کے ساتھ اندر آئے۔

آمنہ بیگم آکر منسا کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔

منسا کو رہ رہ کر اس بات پر رونا آرہا تھا کہ اس کی مما کو اپنی ناراضگی اپنی بیٹی سے زیادہ عزیز تھی۔جو اس کے نکاح کے وقت بھی اس کے قریب نہیں تھی۔وہ سر جھکتی مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔

"منسا شہریار ولد شہریار آفریدی آپ کا نکاح ذوہان آفریدی ولد وجاہت آفریں بعوض پانچ لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت طے پایا کیا آپ نے قبول کیا۔"

"قبول ہے۔" وہ آہستگی سے اقرار دے گئ۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مولوی صاحب نے دوسری اور تیسری بار پھر کلمات دہرائے۔ جس کا اس نے مثبت جواب دیا۔

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

وہ کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پر سائن کر گئی۔ شہریار صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر آگے بڑھتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"میری دُعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو اور اپنی مما کی فکر مت کرو تمہیں تو پتہ ہے ان کی عادت ہے ہر معاملہ جوان کے برعکس ہو اُس پر منہ پھلانے کی۔" وہ اس کا سر تھپتھپاتے مولوی صاحب کے پیچھے باہر کی طرف بڑھ گئے۔

پیچھے آمنہ بیگم نے اس کے لرزتے وجود کو خود سے لگایا تھا۔

وہ منہ پھلائے ساری دنیا سے بیزار بیٹھا تھا جب مولوی صاحب اسٹیج پر اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔

"ذوہان آفریدی ولد وجاہت آفریدی آپ کا نکاح منسا آفریدی ولد شہریار آفریدی سے بعوض پانچ لاکھ حق مہر سکہ رائج الوقت کے طے پایا کیا آپ نے قبول کیا۔"

سب لوگ اس کی طرف ہی متوجہ تھے جو ماتھے پر بل ڈالے بیٹھا تھا۔وجاہت صاحب پریشانی سے اس کو دیکھ رہے تھے جو منہ سیئے بیٹھا تھا۔انہیں ٹینشن تھی کہ کہی وہ انکار ہی نہ کردے۔

"قبول ہے۔"وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اقرار دے گیا۔

وجاہت صاحب کی سانس میں سانس آئی۔ہر طرف مبارک باد کا شور اُٹھا۔وہ خود بھی اُٹھتے اسے خود میں بھینچ گئے۔آج وہ ان کا مان جو رکھ گیا تھا۔

"نکاح بہت بہت مبارک ہو میرے بچے۔اللہ تم دونوں کو ایک ساتھ ڈھیروں خوشیاں نصیب فرمائے۔"وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے شہریار صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے۔

ان کے جاتے ہی ارسم اس کے قریب آیا۔

"حد ہو گئی بھائی! آپ اپنے ہی نکاح پر ایسی سڑی سی شکل بنا کر بیٹھے ہیں۔میں تو یہاں آپ کو مبارک باد دینے آیا تھا پر آپ کی سڑی ہوئی شکل دیکھ کر مبارک دینا بنتی تو نہیں ہے۔"وہ مزاق اُڑانے والے انداز میں بولا۔

"منہ بند رکھ اور نکل یہاں سے۔وہ دیکھ تیرے دوست کے تو دانت ہی نہیں اندر جا رہے جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔"وہ اس کا دھیان ہارب کی طرف کرواتا ہوا بولا جو سب سے ہنس ہنس کر مل رہا تھا۔

www.neweramagazine.com

Email: Neramag@gmail.com

"اُس کی چھوڑیے وہ تو نیا نیا مجنوں بنا ہے ابھی کچھ وقت ایسا ہی حال رہے گا آپ اپنی بات کریں۔" وہ ہارب کے خلاف نیا شوشہ چھوڑتا ہوا بولا۔

"اپنے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے جو کافی دنوں سے میری بہن کے پیچھے پاگل ہو رہا ہے۔اس بات کی مجھے بڑی خوشی ہے کہ وہ تجھے ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔اچھا ہے تجھے اچھا خاصا خوار کرے تو تو ہے ہی اسی کے لائق۔" وہ اس کا آئرہ کے آگے پیچھا گھومنا نوٹ کرتا صاف گوئی سے بولا۔

ارسم نے بوکھلا کر اسے دیکھا تھا کہ اسے کیسے خبر ہوئی۔ مگر وہ اس کے سامنے ڈھیٹائی سے بولا۔

"منکوحہ ہے میری۔اگر اُس کے آگے پیچھے نہیں پھروں گا تو کس کے پھروں گا۔ ویسے بھی میں کوئی خوار نہیں ہو رہا ہے۔وہ تو بس تھوڑی سی ناراض ہے تو اسے منانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" وہ منہ بناتا ہوا بڑبڑایا۔

ذوہان نے اس کی بات پر قہقہ لگایا تھا۔ارد گرد لوگوں نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تھا جو کچھ وقت پہلے منہ میں دہی جمائے بیٹھا تھا اب یوں قہقہے لگا رہا تھا۔

"تھوڑی سی ناراض۔۔۔جا بھائی کام کر تو تو مجھے ایسے پاگل بنا رہا ہے جیسے میں کچھ جانتا نہیں۔ تیرے جیسوں کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے جو خود کو بڑا پھنے خان سمجھتے ہیں پھر

منہ کے بل یوں ہی گرتے ہیں۔ میں تو آئزہ کو یہی مشورہ دوں گا کہ وہ تمہیں اچھا خوار کرے۔" وہ اسے سُلگا کر خود آرام سے بیٹھ چکا تھا۔

ارسم نے تپتے ہوئے اسے گھورا۔

"میری بیوی کو آپ کے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھے اُس کے آس پاس بھی نظر نہ آئے۔" وہ اسے دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔

"اور تمہیں لگتا ہے میں تمہاری سُنوں گا۔ میری بہن ہے جب دل کرے گا میں ملوں گا۔" وہ اسے تپاتے ہوئے مسکرایا۔

ارسم نے جھنجھلا کر اس کی مسکراہٹ دیکھی پھر پیر پٹختے اسٹیج سے ہی اُتر گیا۔ مجال ہے جو اس بندے سے کوئی باتوں میں جیت جائے۔

اشعر کو ذوہان نے خود انوائٹ کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بھی یہاں موجود تھا۔

وہ جیسے ہی اسٹیج سے اُترا اس نے ایک نگاہ اِدھر اُدھر دوڑائی تھی اور اسے سامنے ہی وہ نظر آ گئی۔ جو زنک بلیو کلر کے لانگ فراک میں بے انتہا پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ہنستی ہوئی کتنی پیاری لگتی ہے اس کے دل نے اقرار کیا۔

وہ جانے کتنی ہی دیر اسے ٹکٹکی باندھتے دیکھتا رہا اس نے ذرا سے نظر گھما کر دیکھا اس کے ساتھ ہی اشعر کھڑا تھا جو جانے اُس سے کیا کہہ رہا تھا۔ جس پر وہ کھلکھلا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئ۔

"حد ہو گئ شوہر یہاں کھڑا ہے جس سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتی۔ اور اپنے اس پھٹیچر کزن کے ساتھ کیسے گپیں ہانک رہی ہے۔" وہ جیلس ہوتے ہوئے بولا۔

لفظ پھٹیچر پر اس کے دماغ نے فوراً تردید کی تھی۔ کیونکہ وہ پھٹیچر کہی سے نہیں لگ رہا تھا۔ بلکہ وہ اچھا خاصا ہینڈسم تھا۔ وہ عام روٹین میں بھی ہمیشہ ٹپ ٹاپ نظر آتا تھا۔ اسے دیکھ کرارسم نے منہ بسورا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے ان کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" وہ آئرہ کو نہارتے ہوئے بولا۔

اس نے نوٹ کیا تھا کہ اسے دیکھتے ہی آئرہ کی مسکراہٹ سمٹ سی گئ تھی۔ وہ وہاں سے جانے کے پر تولنے لگی۔

وہ بھی ڈھیٹائی کا مظاہرہ کرتا ڈائریکٹ اس سے مخاطب ہوا۔

"اچھی لگ رہی ہو۔ یہ رنگ تم پر اچھا لگ رہا ہے۔" وہ سائل پاس کرتا ہوا بولا۔

آئرہ نے اشعر کے سامنے اس کی تعریف پر خجل سی ہو کر اسے دیکھا۔

''شکریہ۔''لٹھ مار انداز میں اس کا شکریہ ادا کرتی وہاں سے ہٹ گئی۔

''کیسے ہو ارسم؟''اشعر خوشدلی سے اسے دیکھ کر بولا۔

''میں ٹھیک ہوں۔ تم بتاؤ جس پراجیکٹ کے لیے یہاں آئے تھے وہ کیسا چل رہا ہے۔

''وہ بھی مروت میں اس سے پوچھ بیٹھا۔

''اچھا جا رہا ہے۔''وہ ابھی مزید بات کرتا جب اس کا موبائل بجا وہ ایکسکیوز کرتا ایک سائیڈ پر چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی اس نے آئرہ کو ڈھونڈنا چاہا جو اسے ہال میں کہی نظر نہ آئی۔ شاید وہ برائیڈل روم کی طرف جا چکی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

منسا کو لا کر اس کے ساتھ بٹھایا گیا۔ منسا نے نظر اُٹھا کے اس کی طرف دیکھا جو اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

اس کے ایسے ریئکشن پر وہ پوری جان سے جلی تھی جس کو اتنی بھی توفیق نہ ہوئی تھی کہ وہ اسے اسٹیج پر چڑھنے میں ہی مدد دے دیتا۔

منسا نے بھی جان بوجھ کر بیٹھتے ہوئے اسے کہنی ماری تھی پھریوں بن گئی جیسے پتہ ہی نہ ہو کہ ہوا کیا ہے۔

ذوہان نے گھور کر اسے دیکھا جو اتنے لوگوں کی موجودگی میں بھی اس سے پنگے لینے سے باز نہ آئی تھی۔

دوسری طرف مصفرہ آئرہ کی ہمراہ اسٹیج تک آئی تھی۔اس کو دیکھتا وہ تھم سا گیا تھا۔وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔

حواس میں آتے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے قریب آیا اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔جسے وہ جھجھکتی ہوئی تھام چکی تھی۔

جانے ان کی زندگی میں آگے کیا لکھا تھا۔ایک مشرق تھا تو دوسرا مغرب۔

اسے وہاں سے واپس آئے دو ماہ سے زیادہ کا وقت گزر چکا تھا۔اس عرصے میں ملائکہ نے اسے بے حد سمجھایا تھا کہ اس سے دور رہے پر اس نے کبھی بھی اس کی نہ سُنی تھی۔

اور آج اسے اُس کے کہے ایک ایک لفظ کا احساس ہو رہا تھا۔

پہلے جس دل میں اُس کے لیے محبت تھی آج وہاں اُس کے لیے صرف نفرت تھی۔
اُس کا یوں اسے اپنے دوستوں میں بے عزت کرنا اس کے لیے انتہائی تکلیف دہ عمل تھا۔آج بھی جب اکیلے میں اُس کے رویے کے بارے میں سوچتی اس کی آنکھیں بھر آتی۔

اس کے دل میں یہ کسک تھی کہ کاش ملائکہ کی بات مان لیتی تو کم از کم وہ اسے یوں بے عزت نہ کرتا۔اسے رہ رہ کر اس بات پر غصہ آتا تھا کہ یہ قدم اِس نے اٹھایا ہی کیوں؟

اس کم ظرف شخص کی محبت سے زیادہ اسے اپنا یوں بے عزت ہونا تکلیف دیتا تھا۔اس بات کے لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔کبھی بھی نہیں۔

"کبھی کبھی یہ ڈر لگتا ہے کہ اگر تم مجھے کبھی راہ میں مل گئے تو پھر میرا مزاق اُڑاؤ گے۔زندگی میں پہلے کیا کم دُکھ تھے۔"اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کیا۔

"ماہنور۔۔۔"باہر سے آنے والی اپنے نام کی پکار پر وہ سر جھٹکتی باہر کی طرف بڑھ گئ۔
اس کی زندگی میں ماضی پر افسوس کرنے کے علاوہ بہت سے ضروری کام تھے۔

سارے گھر والے سونے کے لیے جا چکے تھے وہ بھی کپڑے تبدیل کر کے کچن میں آ گئی اُسے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔وہ کب سے لاؤنج میں بیٹھا تھا وہ آئرہ پر کوئی شک نہیں کر رہا تھا پر اشعر کے یہاں آنے کے مقصد سے وہ بخوبی آگاہ تھا۔

کچھ دن پہلے لائبہ بیگم اور اسد صاحب کے درمیان ہونے والی گفتگو وہ سُن چکا تھا تب سے اسے ایک پل بھی چین نہ تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی بھی طرح اسے سب سے دور لے جائے۔اُس کے سارے درد، تکلیفیں،اذیتیں خود میں سمیٹ لے۔ پر وہ تو موقع دینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

وہ جب سے آیا تھا وہ یہی بیٹھا اسے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اسے جب جب اشعر کے ساتھ دیکھتا اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ابھی سوچیں نا جانے کہاں تک پرواز کرتی جب اس کا موبائل بجا۔وہ سوچوں کو جھٹکتا موبائل لیتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ تقریباً دس منٹ وہ واپس آیا جب کچن سے کھٹکے کی آواز آ رہی تھی۔اور لائٹ بھی جل رہی تھی۔

وہ کچھ سوچتا کچن کی جانب بڑھ گیا۔جہاں اس کی زندگی منہمک سے چائے بنانے میں مصروف تھی۔ صبح والے حلیے سے یکسر مختلف سادے سے ڈریس میں ملبوس تھی۔وہ

اس سادے سے حلیے میں بھی وہ اسے اپنے دل میں اُترتی محسوس ہو رہی تھی۔جب جب وہ اسے دیکھتا تھا اسے اُس کے چہرے پر صرف معصومیت ہی نظر آتی تھی۔ اسے دیکھ کر اُس کے چہرے پر جو غصہ آتا تھا اُس میں بھی وہ اسے کیوٹ ہی لگتی تھی۔وہ ساری سوچیں جھٹکتا اس کے قریب آیا۔ذرا سا جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"رُومائی لائف! کب تک چلے گا یہ جانم؟ مجھے بتادو کب تک تمہاری ناراضگی کا انتظار کروں۔مجھے بار بار خود سے دُور نہ کرو۔" ہلکے سے اس کے کان میں پھونک مار کر پیچھا ہٹا تھا۔

وہ جو اپنے دھیان میں مگن تھی اس کے یوں اتنا قریب آنے پر لرزی۔

"کیا کر رہے ہیں؟ دُور رہیے۔" وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتی بمشکل بولی۔

"کیا کر رہا ہوں جانم؟ کچھ بھی نہیں۔بس یہ پوچھ رہا تھا کہ یہ ناراضگی کب دُور ہو گی۔

"وہ دو قدم مزید نزدیک آیا۔

اس نے گھبرا کر قدم پیچھے کی طرف بڑھائے۔

"اپنے اُس کزن کو بولو تمہیں رُومت کہا کریں بلکہ سب کو کہہ دو کہ اس نام سے تمہیں کوئی نہ پکارے اس نام سے تمہیں پکارنے کا حق صرف میرا ہے۔" وہ اس کے پسینے سے تر چہرے کو دیکھتا ہوا بولا۔

اس کے گھبرانے پر وہ ذرا سا مسکرایا تھا۔جیب سے رومال نکال اس کے ماتھے پر آیا پسینا صاف کر گیا۔

ـــ

رات کی سیاہی ہر سُو پھیلی تھی۔ارد گرد گہرا سناٹا طاری تھا۔سب گھر والے سونے جاچکے تھے۔ایسے میں دو نفوس کچن میں ایک دوسرے کے روبرو کھڑے تھے۔ایک وجود پر گھبراہٹ طاری تھی جو اس کے چہرے سے صاف واضح ہو رہا تھا۔دوسرا وجود سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑا اس کا ایک ایک نقش حفظ کرنے میں مصروف تھا۔ ایسے میں اِس تنہائی میں اس کے یوں اتنے نزدیک آنے پر وہ گھبرائی۔آئرہ نے اس کے سینے پر دباؤ ڈال کر اسے پیچھے دھکیلنا چاہا۔پر وہ اپنی جگہ کے ایک آنچ نہ ہلا۔اسے ٹس سے مس نہ ہوتے تھے آئرہ کو اسے مخاطب کرنا پڑا۔

"پیچھے ہٹو بدتمیز انسان! مجھے جانے دو۔"اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔تمہارا وہ کزن کیا کرنے آیا ہے یہاں؟کیا مقصد ہے اس کا؟"اپنے سوال پر وہ اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس کے آنے کے مقصد سے آگاہ ہے یا نہیں۔وہ بھی لائبہ بیگم اور اسد صاحب کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں جانتی ہے یا نہیں۔

اس کے سوال پر آئرہ کے ماتھے پر بل پڑے۔

”بڑا ہی کوئی سٹوپڈ طریقہ ہے مجھے یہاں روکنے کا۔حالانکہ اس بات سے آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ اپنے آفس کے کسی کام سے آئے ہیں۔اب ہٹیے سامنے سے“وہ مزاق اُڑانے والے انداز میں بولتی جانے کے پر تولنے لگی۔

اس کے چہرے پر ایسا کچھ نہیں تھا جس وہ کچھ جان پاتا۔وہ سادگی سے جواب دیتی اب نظروں کازاویہ موڑ گئی۔

اس کے رویے سے وہ یہی اخذ کر پایا تھا کہ وہ ان سب سے لا علم ہے۔اس کی لاعلمی پر اندر تر سکون اُترتا ہوا محسوس ہوا۔

”ہو گیا میرا پوسٹ مارٹم!اب ہٹیے مجھے جانے دیں۔“وہ مسلسل اس کی نظروں کا ارتکاز خود پر محسوس کرتی چنختی ہوئی بولی۔

”جاؤ پر ایک بات اپنے اس ننھے سے دماغ میں بٹھا لو تم ازل سے میرے نام لکھ دی گئی ہو اور میری ہی رہو گی۔چاہے جو بھی ہو جائے۔اب تم مجھے اُس اشعر کے ساتھ گھومتی پھرتی نظر نہ آؤ۔انڈر سٹینڈ۔“دوسری طرف اپنی بات کے جواب میں خاموشی محسوس کیے وہ سمجھا کہ وہ اس کی بات مان چکی ہے۔،وہ سرشار سا ہو گیا۔

اس کی باتیں آئرہ کو بالکل پسند نہیں آئی تھی۔ مگر اسے معلوم تھا کہ اگر وہ بحث کرے گی تو بات اور طویل ہو جائے گی اس لیے اس نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔

''گڈ نائٹ'' وہ اس کا ماتھا چومتا کچن سے نکلتا چلا گیا۔

اس کی من مانی پر خود بھی کڑھتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

میرے رگ وپے میں سما گیا وہ شخص

میری زندگی میں چھا گیا وہ شخص

میرے دل سے دل ملا گیا وہ شخص

مجھے خوش نصیب بنا گیا وہ شخص

مجھے دے گیا اپنی ہر خوشی

میری آنکھوں سے نیند چرا گیا وہ شخص

جانے کیا بات تھی اس میں ایسی

مجھے محبت کرنا سکھا گیا وہ شخص

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آج اُس کے انگ انگ سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔اس کی محبت اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے اس کے نام لکھ دی جائے گی یہ بات ہی اسے سرشار کر رہی تھی۔

ان رسومات میں کافی وقت ہو گیا تھا ابھی کچھ دیر پہلے ہی مصفرہ کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا۔وہ بھی سرشار سا اندر کی طرف بڑھا۔

وہ شاید بھول گیا تھا دوسروں کا دل دُکھانے والے دوسروں کو تکلیف دینے والے خود بھی خوش نہیں رہتے۔

وہ رسومات کے بعد بے حد تھک چکی تھی۔اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود بھی وہ اس انسان کی زندگی میں شامل ہو چکی تھی۔اس انسان کی وجہ سے اس کے کردار پر انگلی اٹھائی گئی تھی۔

اب اس کا دماغ یہ سب باتیں سوچ سوچ کر پھٹ رہا تھا وہ اپنی ماما سے اور آئرہ سے بھی ناراض تھی کسی نے بھی اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

انہیں شاید ہارب پر یقین تھا پر اسے اُس پر رتی برابر بھی یقین نہیں تھا۔ اسے یہی لگتا تھا کہ یہ اس کا وقتی فیصلہ ہے وہ فی الحال جذباتی ہو رہا ہے پر جلد ہی اُسے بھی کبیر کی طرح یہ سب اس کی جلد بازی لگے گا۔

اسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ہارب نے یہ سب جان بوجھ کر کیا ہو۔ ورنہ کبیر کو اس بارے میں کیسے علم ہو سکتا ہے۔ سوچ سوچ کر اس کے دماغ پھٹنے لگا تھا۔ فی الحال وہ ساری سوچوں کو جھٹکتے ہوئے ایک آرام دہ سوٹ نکال کر چینج کرنے چلی گئی۔ یہاں بیٹھ کر اُس شخص کا انتظار کرنا ہر گز نہیں۔

وہ چینج کرتی صوفے پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔

ایک بار پھر سوچیں اس شخص کے گرد گھومنے لگی تھی۔ بے شک وہ خود بھی کبیر سے علیحدگی چاہتی تھی مگر ایسے ہر گز نہیں۔

ہارب نے ہولے سے دروازہ کھولا۔ وہ اسے سامنے ہی صوفے پر بیٹھی نظر آ گئی۔ اسے چینج کیے دیکھ اس نے منہ بسورا۔ ابھی تو ٹھیک سے اسے دیکھا بھی نہیں تھا ابھی تو اس کی تیاری کو سراہا بھی نہ تھا کہ وہ سب کچھ ملیامیٹ کر چکی تھی۔

وہ جو جانے کن سوچوں میں مگن تھی اس کا دروازہ کھولنا اور بند کرنا بھی نہ محسوس کر پائی۔

وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا اس کے نزدیک آیا جو کسی گہری سوچ میں گُم تھی۔اس نے گلہ کھنکھار کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

اس کی آواز پر وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔اسے دیکھ کر اس کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو چکا تھا۔وہ اسے دیکھ کر اپنا منہ موڑ چکی تھی۔

ہارب نے اس کا منہ موڑنا شدت سے نوٹ کیا تھا پر اپنا وہم سمجھتے ہوئے اس کے سامنے میز پر بیٹھ چکا تھا۔

"ناراض ہو مجھ سے اس دن کی وجہ سے۔میں واقعی شرمندہ ہوں پتہ نہیں اُس دن جانے کیوں مجھے اتنا غصہ آ رہا تھا کہ میں جانے کیا کیا بول گیا بعد میں مجھے احساس ہوا کہ میں کچھ زیادہ ہی بدتمیزی کر چکا ہوں۔آئی ایم سوری ڈیئر۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتا براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا۔

"آپ کیا سمجھتے ہیں آپ کا جب دل کرے گا آ کر باتیں سنا جائے گے اور جب دل کرے گا معافی مانگ لیں گے۔ہر گز نہیں۔اور آپ کو تو معاف کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ صرف اور صرف آپ کی وجہ سے میرے کردار پر الزام لگایا گیا ہے۔"وہ اس کا ہاتھ جھٹکتی صوفے سے اُٹھتی اس سے دُور جا کھڑی ہوئی۔

''مصفرہ! میری بات سُنو یار۔ ہم بیٹھ کر بات کرتے ہیں'' اس کا ہاتھ جھٹکنا پھر اسے خود سے دُور کرنا اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا پر پھر بھی تحمل سے گویا ہوا۔

''کیا سُنوں؟ اچھے سے جانتی ہوں آپ جیسے امیر زادوں کو جن کے لیے دوسروں کی عزت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ انہیں بس اپنی ضد اہم ہے جو ہر حال میں پوری ہونی چاہیے۔ بس سمجھ لیں میں بھی آپ کی محبت نہیں بلکہ آپ کی ضد ہوں۔ جب میں نے آپ کو انکار کیا تو آپ کو اپنی توہین محسوس ہوئی۔ اور آپ نے اپنی اس بے عزتی کا خوب بدلہ لیا ہے۔ میرے کردار پر وار کر کے۔'' آخر میں اس کی آواز میں نمی سی گھل گئی۔

اس کی بات ہارب کو ساکت کر گئی۔ اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس حد تک اس سے بدگمان ہو گی۔ اس کی سوچ تھی کہ وہ ناراض ہو گی بس اسے اچھے سے منانا ہو گا۔ مگر یہاں تو وہ اسے بات کرنے کا موقع تک نہیں دینا چاہتی تھی کجا کہ اسے معاف کرنا۔

''مصفرہ! میری بات سُنو۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا ہے پر تم میری غلطی معاف نہیں کر سکتی۔'' وہ ایک دفعہ پھر ہمت باندھتا اس کے روبرو ہوا۔

''نہیں ہرگز نہیں کیونکہ میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔ صرف اور صرف نفرت۔ میں یہ شادی کسی بھی صورت نہیں کرنا چاہتی تھی پر آپ نے ہمیں اتنا مجبور کر دیا کہ میری مما کو دوسرا کوئی راستہ نظر ہی نہیں آیا۔ مجبوراً انھیں مجھے اس ان دیکھے کنوئیں

میں دھکیلنا پڑا۔ چلے جائے یہاں سے مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتی ہوئی بولی۔

اس کے منہ سے اپنے لیے نفرت کا اظہار سن کر وہ ساکت ہو چکا تھا۔ اسے حقیقتاً محسوس ہوا کہ واقعی جب کوئی آپ کی محبت کو دھتکارتا ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔

اسے ایک پل یقین نہ آیا کہ وہ اس سے اس قدر غصے میں بھی بات کر سکتی ہے۔

وہ فی الحال اسے وقت دینا چاہتا تھا اس لیے خاموشی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

وہ کمرے سے نکلتا باہر گارڈن میں آچکا تھا۔ گارڈن میں آکر اس نے کھل کر سانس لیا اس کے منہ سے اپنے لیے نفرت بھرے کلمات سُن کر اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا سانس بند ہو رہا ہو۔

اس پل اسے ماہ نور سے کی گئی بدکلامی یاد آئی تھی۔ بے شک وہ اُس سے محبت نہیں کرتا تھا مگر وہ اس سے سیدھے سے بھی معذرت کر سکتا تھا۔ آج جب خود پہ بات آئی تھی جانے کیوں اُسے سوچ کر اس کی آنکھیں نم ہوئی تھی۔

جب آپ کے سکون کا آپ کی خوشیوں کا آپ کی زندگی کا ہر تعلق کسی شخص سے جڑا ہو تو یقین مانیے آپ سکون میں نہیں رہتے اس بات کا اسے احساس ہو رہا تھا۔

ہمیں ہو گا کچھ اور درکار دیکھیں
اگر سامنے صورتِ یار دیکھیں
ہوئی ختم جاتی ہے اُمید اُلفت
ہم اپنی قضا کے ہی آثار دیکھیں
ہمیں بھی مٹائے گی تیری محبت
رہا شہر میں کیا ہے پندار دیکھیں
ہمہ دم یہ دل میرا مشتاق و مضطر
تمہیں ہم سدا ہم سے بیزار دیکھیں
چلیں چپکے چپکے سویرے ہی مرنے
ابھی ہو گا وہ شوخِ بیدار دیکھیں
ہے 'سردار' خواہاں ابھی تک اسی کا
کوئی ایسا اپنا زیاں کار دیکھیں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اسے اس وقت تیار ہوتا دیکھ حیران ہوا تھا کیونکہ اس نے باہر جانے کا اس سے تو کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

وہ آئینے میں اپنی تیاری کو دیکھ کر مڑی تھی۔ وہ جدید طرز کے ڈریس میں ملبوس اچھی لگ رہی تھی مگر اس کا لباس دیکھ کبیر کچھ جز بز ہوا تھا۔ مگر اگنور کرتا ہوا سادہ سے لہجے میں بولا۔

"اس وقت کہاں جانے کی تیاری؟ تم نے مجھے تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ اگر تم مجھے بتا دیتی تو میں بھی تیار ہو جاتا۔"

"ہرگز نہیں یہ ہم دوستوں کی گیٹ ٹو گیدر ہے اس میں تمہارا کوئی کام نہیں۔ ویسے بھی یہ ضروری نہیں کہ میں ہر بات تمہیں بتاؤں۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی باہر جانے کے لیے ڈیڈ سے اجازت نہیں لی۔ تم سے لینا تو بہت دُور کی بات ہے۔" وہ نخوت سے سر جھٹکتی ہوئی بولی۔

"میں اجازت لینے کی بات نہیں کر رہا بس یہ کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے بتا بھی سکتی تھی۔" وہ اس کے لہجے کو اگنور کرتا غصے پر قابو کرتا تحمل سے بولا۔

”مجھے دیر ہو رہی ہے فی الحال تمہاری بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔“ وہ ایک ادا سے بال جھٹکتی بدتمیزی سے بولتی باہر نکل گئی۔

اس کی بدتمیزی پر وہ جلتا کڑھتا اس پر دو حرف بھیجتا سونے کے لیے لیٹ گیا۔اس کے ساتھ رہ کر اسے ایک بات پتہ چلی تھی کہ وہ بدتمیز اور بددماغ سی لڑکی ہے۔جو اسے بھی نہیں بخشتی تھی۔

پہلے ہی شادی کے بعد اسے یہ جان کر نہایت افسوس ہوا تھا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھی مگر اس کی وہ شادی زیادہ دیر نہ چل سکی۔جب پہلی دفعہ اس نے یہ بات اسے بتائی تھی اسے اس لڑکی کے دھوکا دینے پر نہایت غصہ آیا تھا۔پر وہ دولت کی چکاچوند دیکھ خاموش ہو گیا۔اس نے سوچا اتنا تو وہ کمپرومائز کر سکتا تھا۔

ماں باپ کو دُکھ دینے والے انہیں تکلیفوں میں اکیلا چھوڑنے والے کبھی خوش نہیں رہتے.اس بات کا جلد ہی اسے احساس ہونے والا تھا۔

اور اس نے مصفرہ پر جھوٹا الزام لگایا تھا جو وہ بھول گیا تھا کہ کتنا سخت گناہ ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

”کسی بے قصور پر بہتان لگانا یہ آسمانوں سے بھی زیادہ بھاری گناہ ہے۔“

کل نکاح کے بعد وہ پہلی بار اس کے کمرے میں آئی تھی۔ بڑی ماما نے اسے بھیجا تھا کہ جا کر اسے ناشتے کے لیے بُلا لائے۔ وہ بہانے سے ان دونوں کو پاس لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

اسے جانے کیوں آج جھجھک سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے جیسے ہی اندر قدم رکھا خالی کمرہ اس کا منہ چڑھا رہا تھا۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی یعنی وہ اندر شاور لے رہا تھا۔ وہ ابھی اسی کشمکش میں تھی کہ اندر جا کر اس کا انتظار کرے یا واپس چلی جائے جب بیڈ پر پڑا اس کا موبائل رِنگ ہوا۔

اس نے اگنور کرنا چاہا پر موبائل لگاتار بج رہا تھا۔ اس نے آگے ہو کر نام پڑا جہاں سکرین پر جاناں لکھا جگمگا رہا تھا۔ نام دیکھ کر اس کا پارہ چڑھا۔

"مجھ سے سیدھے منہ بات کرنا گوارہ نہیں کرتے اور یہاں اس چڑیل کا نام جاناں کے نام سے سیو کر رکھا ہے۔"

اس نے کچھ سوچ کر کال اُٹھالی جب دوسری طرف موجود وجود شروع ہو چکا تھا۔

"ذوہان! پلیز میری کال مت کاٹنا۔ مجھے پتہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ میری بات تو سنو۔ میں تم سے محبت۔۔۔" اس کی بات بیچ میں ہی رہ گئی جب پیچھے سے کوئی فون اچک چکا تھا۔

''میرے رُوم میں کیا کر رہی ہو۔اور میرے موبائل پر کیا جاسوسیاں کر رہی ہو؟''وہ دو قدم چلتا اس کے قریب آیا۔

''مجھے کیا پڑی ہے جاسوسی کرنے کی۔وہ تو موبائل بج رہا تھا تو میں نے اُٹھالیا۔ویسے میں یہ بات اچھے سے سمجھ گئی ہوں کہ آپ یہ شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے تھے۔''وہ یاسیت بھرے لہجے میں بولی۔

''اچھا!ذرا مجھے بھی بتاؤ کیوں نہیں کرنا چاہتا تھا۔''وہ محظوظ ہوتا ہوا بولا۔وہ جاناں کی کال دیکھ چکا تھا۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اب یہ آفت کی پرکالہ اپنے دماغ کے گھوڑے دور تک دوڑائے گی۔

''جب پہلے سے ہی جاناں رکھی ہوئی ہے پھر میں کہاں نظر آؤں گی۔''وہ منہ بناتی ہوئی بولی۔

''ہاں دیکھو!تم میری اور جاناں کی زندگی میں ولن بن کر آئی ہو۔اگر تم نہ ہوتی تو اب تک ہماری شادی ہو چکی ہوتی۔''اس نے غور کیا تھا کہ اس کی بات پر اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

''بڑی ماما آپ کو ناشتے کے لیے بلا رہی ہیں۔''وہ اپنے لہجے پر کنٹرول کرتی وہاں سے بھاگتی ہوئی نکلتی چلی گئی۔

NEW ERA MAGAZINE
News|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"منسا! میری بات سُنو یار۔۔۔"اسے بھاگتے دیکھ وہ اسے روکنے کے لیے بولا۔ مگر وہ ان سُنی کرتی ہوئی چلی گئی۔

"اُف خدایا! اب یہ پاگل لڑکی جا کر ماما کو شکایت ہی نہ لگا دیں۔اسی لیے میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا کتنی امیچور ہے یہ ابھی بھی۔"وہ سر جھٹکتا ہوا ناشتے کی غرض سے نیچے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ کمرے سے نکلتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔جب اپنے نام کی پکار پر اسے رُکنا پڑا۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں سارہ چچی غصے سے اسے گھور رہی تھیں۔

"ذوہان! تمہیں ذرا شرم نہیں اپنے سے اتنی چھوٹی لڑکی سے شادی کرتے ہوئے۔ میں ہرگز اپنی بیٹی کی زندگی برباد نہیں کرنے دوں گی۔تم نے اچھا نہیں کیا میری بیٹی کو ورغلا کر۔میری بیٹی سے دُور رہو بے شک نکاح ہو چکا ہے میں ہرگز بھی اس کی رخصتی نہیں ہونے دوں گی۔یہ تمہاری بھول ہے کہ سب کچھ تمہاری سوچ کے مطابق ہو رہا ہے۔تم میں اگر ذرا بھی شرم ہے تو جہاں سے آئے ہو چپ چاپ وہی واپس چلے جاؤ۔
"

ان کی باتوں پر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔وہ بغیر ان کی بات کا جواب دیے وہاں سے کیا گھر سے باہر نکل گیا۔

وہ ابھی میٹنگ سے فارغ ہوتا آفس سے نکلتا شاپنگ کی غرض سے مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا۔اس کا ارادہ سب کے لیے کچھ شاپنگ کرنے کا تھا۔وہ ایسے ہی ان کے گھر رہ رہا تھا اس لیے وہ سب کے لیے کچھ نہ کچھ خرید رہا تھا جب اسے کچھ دور کھڑے وجود کو دیکھ کسی جانے پہچانے چہرے کا احساس ہوا تھا۔

وہ ذرا سا آگے بڑھا۔اسے دیکھ کر اس کے لب بے آواز ہلے۔"ہادیہ"

اتنے سالوں بعد اسے سامنے دیکھ اس کے قدم منجمد ہو گئے تھے۔اس میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ اسے پکار بھی سکے۔وہ وہی تھی ہاں وہی تھی وہی نقوش بس حجاب کا اضافہ ہو چکا تھا۔وہ اپنے حواس پر قابو پاتا اس کی طرف بڑھا تھا مگر تب تک وہ رش میں غائب ہو چکی تھی۔

وہ تقریباً بھاگتا ہوا اسے ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہادیہ" وہ رش کہ چیرتا آگے کی طرف بڑھا مگر اب دُور تک اس کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔

وہ سر تھام کر رہ گیا۔ایک دفعہ پھر وقت ہاتھوں سے پھسلتا ہوا محسوس ہوا۔

وہ گھر سے نکلتا سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔اسے رہ رہ کر سارہ بیگم کی باتیں یاد آرہی تھی۔اس کی کسی بھی غلطی کے بغیر وہ اسے باتیں سُناگئی تھیں۔بار بار اپنی ذات پر الزام آتا دیکھ اسے بے حد دُکھ ہوا تھا۔یہ اگر ایک دفعہ ہوتا تو وہ برداشت کر لیتا مگر بار بار ہی اسے دھوکے باز اور نا جانے کیا کیا پکارا جا رہا تھا۔اس نے کبھی بھی منسا کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی تو پھر کیوں مانتا اپنی ذات پر دھرا ان کا الزام۔

"یہ سب اُس منسا کی وجہ سے ہو رہا ہے نہ ہی اُس کے دماغ میں یہ سب خرافات آتی اور نہ ہی چچی کو کوئی باتیں کرنے کا موقع ملتا۔" اسے سارے فساد کی جڑ اس وقت صرف اور صرف منسا ہی لگ رہی تھی۔

چچی کی بات سُنتے اب اس کا مزید یہاں رہنے کا کوئی پلان نہیں تھا اس لیے وہ اسلام آباد کی ٹکٹ بُک کروا چکا تھا۔کل نکاح کے بعد سے وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔اس لیے اس نے بائے ایئر جانے کا فیصلہ کیا۔ہارب کے ولیمے کی تقریب آج شام تھی جسے اٹینڈ کیے بنا وہ نہیں جانا چاہتا تھا اس لیے اس نے ٹکٹ کل کی بُک کروائی تھی۔

جانے ان کے رشتے کا کیا بننے والا تھا جب بھی وہ دماغ کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا اس لڑکی کی وجہ سے کوئی نا کوئی الزام اس پر لگا دیا جاتا تھا۔

سارا بیگم ان کے اس نازک رشتے کے درمیان دیوار کی طرح حائل تھیں۔

کچھ دیر پہلے تک اس کا ارادہ منسا کی غلط فہمی دُور کرنے کا تھا مگر اب اس کا ایسا کوئی پلان نہ تھا۔اس کی بلا سے وہ جو سوچتی تھی اس کے بارے میں سوچتی رہے۔اس نے یہ کہتے ہوئے دل کو اطمینان دلایا تھا۔پر جیسے اس کی دلیلوں پر دل مطمئن نہیں ہوا تھا۔لیکن وہ دل کی بات کو یکسر فراموش کر گیا۔اب اس کا رُخ واپس گھر کی طرف تھا۔

میرے ہم سفر تیری بے رُخی دلِ مبتلا کی شکست ہے

اسے کس طرح میں کہوں فتح، یہ میری انا کی شکست ہے

تو چل گیا مجھے چھوڑ کر، میں نے پھر بھی تجھ کو صدائیں دی

میرے ہم سفر توڑ کا نہیں یہ میری صدا کی شکست ہے

تجھے لا کے دل میں بٹھا دیا، تجھے راز ہر کوئی بتا دیا

تو نے پھر بھی کوئی وفا نہ کی، یہ میری وفا کی شکست ہے

میں چراغِ شبِ اُمید تھا، تجھے بجلیوں کی طلب رہی

مجھے آندھیوں نے بجھا دیا، یہ میری ضیاء کی شکست ہے

مجھے کوئی تجھ سے گلہ نہیں، تو ملا تھا کب؟ کے بچھڑ گیا

میرے جرم کی ہے یہ سزا، یہ میری سزا کی شکست ہے

غمِ داستان حیات کے سبھی تذکرے ہوئے رائیگاں

میرے چارہ گر، تیرا یہ ہنر، میری ہر دعا کی شکست ہے

وہ سسکتے ہوئے دل کے ساتھ بڑی ماما کو اس کے آنے کا بتاتی کمرے میں آ گئی۔ اسے اُمید تھی کہ وہ ضرور اس کے پیچھے آئے گا۔ یہ بتانے کے منسا تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جیسا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں۔ تم نے مجھے غلط سمجھا ہے۔ میں تو صرف مزاق کر رہا تھا۔ پر اس کی اُمید اُمید ہی رہی اُسے نہیں آنا تھا وہ نہ آیا۔ اس کی اُمیدیں بُری طرح ٹوٹی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب اسے احساس ہو رہا تھا کسی کی زندگی میں زبردستی شامل ہونے پر آپ کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی۔ یہی سوچ ہی اسے تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی کہ اگر واقعی اس کی زندگی میں کوئی لڑکی ہوئی تو وہ کیا کرے گی۔

"منسا ذوہان! کیا تم یہ تکلیف سہہ پاؤں گی اگر اس کی زندگی میں کوئی دوسرا وجود ہوا۔" اس نے جیسے خود کے سوال کیا تھا۔ جس کا صرف ایک ہی جواب آیا تھا۔

نہیں منسا تم اُسے کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر پاؤ گی۔ ہر گز نہیں۔

اپنا احتساب کرنے پر اسے جو جواب موصول ہوا تھا اس پر اسے شدت سے رونا آیا تھا۔

وہ تقریباً سب کے اُٹھنے سے پہلے ہی کمرے میں آ گیا تھا۔جب وہ سامنے اس کے بیڈ پر بڑے سکون سے محواستراحت تھی۔وہ دو قدم چلتا دس کے قریب آیا تھا۔ذرا سے فاصلے پر رُک کر اس کا من موہنا چہرہ دیکھا تھا۔اس چہرے نے ہی تو اسے اپنی قید میں کیا تھا۔اتنے بری طرح اس کے حواسوں کو جھکڑا تھا کہ وہ احتجاج تک نہ کر پایا۔

یہ عشق کس بلا کا نام تھا اس سے ملنے سے پہلے وہ بالکل ناواقف تھا جس سے یہ لڑکی اسے آگاہ کر گئی تھیں۔

وہ گہری سانس بھرتا صوفے کی طرف بڑھ گیا اس وقت اس کے اعضا شدید تھکاوٹ کا شکار تھا وہ پوری رات کمرے سے باہر ڈھیٹوں کی طرح بیٹھا رہا۔اب اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا جسم اکڑ گیا ہو۔اس لیے اس نے کچھ دیر آرام کرنے کا فیصلہ کیا کچھ دیر بعد اس کے حسین سراپے سے نظریں چراتا ہوا صوفے کی طرف بڑھ گیا آرام کرنے کے غرض سے۔

صوفے پر لیٹتے ہی اس کے تھکے اعضا پُر سکون ہوئے۔وہ لیٹتے ہی نیند کی وادیوں میں کھوتا چلا گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ـُـــ

ایک پُر سکون نیند لے کر وہ اُٹھی تھی۔رات کو بستر پر لیٹتے ہی ایسی نیند آئی تھی۔کہ اُسے کوئی ہوش نہ تھا۔پچھلے کچھ دنوں سے وہ ٹھیک سے سو بھی نہ پائی تھی اس نکاح کی ٹینشن میں۔

اس نے اُٹھ کر ایک نظر کمرے میں دوڑائی عجیب سا احساس تھا نئی جگہ نئے لوگ۔

اس نے ایک نظر صوفے پر لیٹے وجود پر ڈالی۔جو نا جانے رات کے کونسے پہر آ کر لیٹا تھا۔

وہ سر جھٹکتی ہوئی الماری سے قدرے سادہ سا ڈریس لیے واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

وہ شاور لے کر باہر آئی تو اسے ہنوز سوتا پایا۔وہ بظاہر تو ڈریسنگ کے سامنے کھڑی بال بنا رہی تھی۔مگر اس کی سوچیں جانے کہاں پرواز کر رہی تھی۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی زندگی یوں پلٹا کھائے گی۔یکدم ہی وہ کبیر کی زندگی سے نکل ہارب کی زندگی میں شامل ہو چکی تھی۔

اس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی جو ایک بجے کا وقت بتا رہی تھی ٹائم دیکھ اسے حیرت کا جھٹکا لگا کہ وہ اتنی دیر سوتی رہی گھر والے نا جانے اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ایک نئی ٹینشن وہ دماغ پر سوار کر چکی تھی۔

وہ ولیمے کی مناسبت سے پیچ کلر کی سادہ سی میکسی میں ملبوس تھی۔وہ ریڈی ہو کر نیچے آئی تو سب گھر والے تقریباً جا چکے تھے۔ارسم کچھ دیر پہلے ہی ولیمے کے انتظامات دیکھ کر آیا تھا۔اسے یہی لگا تھا سب گھر والے جا چکے ہیں۔

وہ سیڑھیاں اُترتا نیچے آیا جب اس کے کانوں میں ہیل کے ٹک ٹک سنائی دی اس نے حیرانگی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اس کے حساب سے سب گھر والے جا چکے تھے۔

آئزہ بھی اس کی موجودگی پر کچھ کنفیوز ہوئی۔اس کے حساب سے تو اس کے بابا اسے لینے آنے والے تھے تو یہ کہاں سے آگیا۔وہ سکون سے سیڑھیاں اُترتی اسے اگنور کرتی صوفے پر جا کے بیٹھ گئ۔

اسے سامنے دیکھ ارسم کو خوشگوار حیرت ہوئی۔وہ مسکراتا ہوا اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔

"رُو! تم گئ نہیں ابھی تک۔مجھے لگا سب چلے گ ئے ہیں میں ہی لیٹ ہو گیا ہوں۔"

وہ اس کے نزدیک آتا ہوا بولا۔

"آپ سے مطلب میں جاؤں یا نہ جاؤں۔" وہ منہ بسورتی ہوئی بولی۔

ارسم نے غور سے اسے دیکھا جو اس وقت بے حد حسین لگ رہی تھی۔اس نے آئرہ کی ہیزل براؤن آنکھوں میں جھانکا جس میں اسے خود کے لیے ناراضگی نظر آئی۔

"چلو آؤ چلتے ہیں۔" وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

"میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ بابا مجھے لینے آرہے ہیں۔" وہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو اگنور کرتی ہوئی بولی۔

"میں انھیں کال کر کے منع کر دیتا ہوں۔خواہ مخواہ ان کا بھی چکر لگے گا۔" وہ اسے رسانیت سے سمجھاتا ہوا بولا۔

پر وہ ایسی بن گئی جیسے کچھ سُنا ہی نہ ہو۔

ارسم نے اس کا خود کو اگنور کرنا بڑے تحمل سے برداشت کیا۔

"ابھی اپنی ناراضگی ایک طرف رکھ کر میرے ساتھ چلو۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ "

"جائیے آپ میں نے آپ کو نہیں روکا۔" وہ اپنا دھیان موبائل کی طرف کرتی ہوئی بولی۔

ابھی ان کی بحث مزید طوالت پکڑتی۔جب انہیں اشعر کی آواز آئی۔

"آئرہ! چلو انکل نے مجھے تمہیں لینے بھیجا ہے۔" وہ اندر آتا بغیر اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا بولا۔

ارسم نے گھور کر اسے دیکھا۔ جب اس سے رہا نہ گیا تو بول پڑا۔

"تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں اپنی بیوی کے ساتھ تم جا سکتے ہو میں اسے لے آؤں گا۔" وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

اشعر اس کی بات کا کوئی جواب دیتا جب آئرہ اُٹھتی ہوئی بولی۔ "چلیں اشعر بھائی! میں آپ کے ساتھ چل رہی ہوں۔" وہ ارسم کو مکمل اگنور کرتی اس کی طرف بڑھی۔

ارسم نے غصے میں آ کر اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ "مسز ارسم! اگر آپ ضدی ہیں تو میں آپ سے ڈبل ضدی ہوں۔ تم جاؤ گی تو صرف اور صرف میرے ساتھ۔ میں نے یہ حق کسی کو نہیں دیا کہ وہ تمہاری طرف دیکھے بھی۔" وہ اسے کھینچتا اپنے حصار میں قید کر چکا تھا۔

وہ اس کا گال تھپتھپاتا ہوا اسے لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

آئرہ نے اشعر کے سامنے اس کی بے باکی پر اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے مزاحمت کرتے اس کا حصار توڑنے کی کوشش کی جو کہ ناممکن سی بات تھی۔

"ارسم! چھوڑوں مجھے۔ مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔" وہ اس کے بازو پر ہاتھ مارتی چلائی۔

ارسم نے اس کی مزاحمت کو اگنور کرتا لا کر اسے اپنی گاڑی میں بٹھایا۔ خود دوسری طرف آتا گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

آئزہ کو اپنی بے بسی پر رونا آیا۔یعنی ہر دفعہ وہ اپنی من مانی کرے گا اور وہ یوں ہی دیکھتی رہ جائے گی۔

ارسم نے پہلے تو اس کا رونا اگنور کیا۔ مگر جب وہ چپ نہ ہوئی تو جھنجھلاتے ہوئے بولا۔" رُو! اپنے آنسو صاف کرلو یہ نہ ہو کہ جب میں اپنے طریقے سے صاف کروں تو تمہیں بالکل اچھا نہ لگے ". وہ وارننگ دینے والے لہجے میں بولا۔اس کے آنسو اسے اریٹیٹ کررہے تھے۔

اس کی دھمکی پر وہ اور زور سے رونے لگی۔یعنی اب اس کے رونے پر بھی پابندی تھی۔

ارسم نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی تھی۔آئزہ گاڑی رُکنے پر بھی خاموش نہ ہوئی۔اس نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔جو اپنے ہاتھوں پر نظریں ٹکائے سسکنے میں مصروف تھی۔

"کس بات پر رونا آرہا ہے تمہیں؟ تمہیں تمہارے اُس کزن کے ساتھ جانے نہیں دیا اس لیے۔" وہ ماتھے پر بل ڈالتے ہوئے بولا۔

اس کی بات پر آئزہ کا ہلتا وجود ساکت ہوا تھا۔اِس نے مڑ کر حیرانگی سے اس کی طرف دیکھا تھا یعنی وہ اس پر شک کر رہا تھا۔

"آئی ہیٹ یو" وہ آنکھوں غصہ لیے بولی۔

اس کی بات پر ارسم کے ماتھے پر بل نمایاں ہوئے۔وہ اس کا ہاتھ کھینچتا ہوا اس کا رُخ اپنی طرف موڑتا خود سے قریب کر چکا تھا۔

"آج تو یہ لفظ کہہ دیے آئندہ مت دوہرانا۔ سمجھی تم" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہوں گی۔میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔آپ جو بھی کہہ لیں مجھ پر الزام لگائیں مجھ پر شک کریں مگر میں بولوں تک نہ۔تو یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ مارتی چلائی تھی۔

اس کے پہلے جملے پر اس کا غصہ سوا نیزے پر جا پہنچا تھا۔مگر جب اس کی بات سُنی تو اسے اپنی کہی ہوئی بات یاد آئی۔وہ تو ویسے ہی غصے میں بول چکا تھا مگر وہ شاید وہ کچھ اور ہی سمجھ چکی تھی۔

"رُو! ایم سوری یار۔مگر میری بات کا ہرگز مطلب یہ نہیں تھا جو تم سمجھ چکی ہو۔میں تو پاگل ہوں غصے میں جانے کیا بکواس کر جاتا ہوں۔پر میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا میں مر کر بھی تم پر شک نہیں کر سکتا۔" وہ محبت سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتا اس کی بہتی آنکھوں کو ہونٹوں سے متعبر کرتا ہوا بولا۔

وہ اس کی بات پر وہ کچھ نہیں بولی تھی مگر اس کی آنکھوں میں سچائی دیکھ کر وہ سمجھ چکی تھی وہ واقعی سچ کہہ رہا تھا۔اس کی بات پر وہ کچھ پُر سکون ہوئی تھی۔ مگر اس کی جسارت پر اسے پرے دھکیل گئی۔

ارسم اس کے پیچھے دھکیلنے پر ہوش میں آیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتا پیچھا ہٹا تھا۔وہ سیدھا ہوتا گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔

وہ جب سے یہاں آئی تھی اسے خود کو اگنور کرتا محسوس کر رہی تھی۔وہ کتنے دل سے تیار ہوئی تھی مگر یہاں آکر اس کا دل بُجھ سا گیا۔"کیا وہ ہمیشہ ہی مجھے ایسے اگنور کرتے رہے گے" اس نے خود سے سوال کیا تھا۔

وہ آئرہ کی ہم رنگ میکسی میں ملبوس تھی۔چہرے پر چھائی اداسی اسے مزید حسین بنا رہی تھی۔ جس کے لیے تیار ہوئی تھی اُس نے ایک نظر بھی اس پر ڈالنا گوارہ نہیں کیا تھا۔

وہ خاموشی سے ایک طرف بیٹھی سب کے ہنستے مسکراتے چہرے دیکھ رہی تھی۔ کیا فائدہ تھا ایسے رشتے کا جس میں وہ شخص آپ کا ہو کر بھی آپ کا نہیں تھا۔ اب تو اسے یقین ہو چلا تھا کہ ضرور اُس کی زندگی میں کوئی اور ہے۔

وہ شخص سب سے ہی ہنس کر بات کرتا مگر جب اس سے ہمکلام ہوتا تو کڑوے الفاظ بول کر اپنی ناپسندیدگی ہمیشہ ہی ظاہر کر جاتا تھا۔

"منساذوہان! دیکھ لو یہ انجام ہوتا ہے زبردستی کے رشتوں کا۔ تمہارے نام کے ساتھ تو اس کا نام جڑ چکا تھا پر اس کا دل کبھی تمہارے ساتھ نہیں جڑ پائے گا۔" وہ خود پر ہنستی ہوئی بولی۔

دل پہ اک طرفہ قیامت کرنا
مسکراتے ہوئے رخصت کرنا
اچھی آنکھیں جو ملی ہیں اُس کو
کچھ تو لازم ہوا وحشت کرنا
جرم کس کا تھا سزا کس کو ملی
اب کسی سے نہ محبت کرنا
گھر کا دروازہ کھلا رکھا ہے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وقت مل جائے تو زحمت کرنا

وہ گرے میکسی میں بے حد حسین لگ رہی تھی۔وہ اس وقت کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔جسے ذوہان ڈرائیو کر رہا تھا۔ہارب ذوہان کے ساتھ بیٹھا فرنٹ میرر سے وقتاً فوقتاً اس پر نگاہ ڈال رہا تھا۔جس سے وہ بخوبی آگاہ تھی۔وہ اس کے دیکھنے کے انداز پر انگلیاں مڑوڑ رہی تھی۔وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی یا شاید اسے ہی بے حد حسین لگ رہی تھی وہ اس پر سے نظریں ہٹا نہیں پا رہا تھا۔

گاڑی میں تین لوگوں کی موجودگی کے باوجود جامد خاموشی تھی۔تینوں وجود اپنی اپنی سوچوں میں مگن تھے۔ذوہان سر جھٹکتا ان کی طرف متوجہ ہوا۔وہ دونوں ہی خاموش سے تھے۔اس کے حساب سے نئے شادی شدہ جوڑے ایسے تو نہیں ہوتے۔اُن کے چہروں سے مسکان جدا تک نہیں ہوتی۔اور یہاں دونوں سپاٹ چہروں کے ساتھ بیٹھے تھے۔جیسے ایک دوسرے کو جانتے تک نہ ہو۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رُکی تو دونوں اپنی سوچ سے باہر آئے۔ہارب کار سے باہر آتا پچھلا دروازہ کھول اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔جسے وہ کچھ وقت بعد تھام گئی۔اپنی وجہ سے وہ دوسروں کو کوئی بات کرنے کا موقع ہر گز نہیں دینا چاہتی تھی۔

جیسے ہی وہ دونوں ہال میں داخل ہوئے ساری لائٹیں بند کر دی گئیں۔ایک سپاٹ لیٹ جوان دونوں کو نمایاں کر رہی تھی۔دونوں ایک دوسرے کے ہمراہ قدم اُٹھاتے مکمل لگ رہے تھے۔

آمنہ بیگم نے انہیں دیکھ کر دل ہی دل میں نظر اتاری تھی۔وہ دونوں ساتھ لگ ہی اتنے پیارے رہے تھے۔سارہ بیگم نے مصفرہ پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی تھی۔یہ لڑکی انہیں ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور اب وہ ان کے بیٹے کی بیوی کے رُوپ میں ان کے سامنے تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

باقی کا راستہ آئرہ نے اسے چھیڑنے کی غلطی ہر گز نہیں کی تھی۔تو باقی راستہ خاموشی سے کٹا۔

ارسم گاڑی پارک کرتا اس کا ہاتھ تھامتا ہال کی جانب بڑھا۔تقریب کا آغاز ہو چکا تھا بس وہی لیٹ تھے۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔میں خود بھی جاسکتی ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ کھینچنے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی دانت پیستی ہوئی بولی۔

ارسم اس کے بات سُنی ان سُنی کرتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ہال میں سب کی نظر ان کی طرف اُٹھی تھی کچھ کی نظروں سے ان کو ساتھ دیکھ کر خوشی جھلک رہی تھی اور کچھ نفرت بھری نظریں ان پر ٹکائے کھڑے تھے جن میں سے ایک سمعیہ بھی تھی۔لبنٰی بیگم نے ان کو ساتھ دیکھ ان کے دائمی ساتھ کی دُعا مانگی تھی۔

آئرہ اس سے ہاتھ چھوڑاتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئ۔ارسم بھی اس کے پیچھے اسٹیج کی طرف بڑھا۔

مصفرہ اسے دیکھ کر منہ موڑ چکی تھی۔

"مصفرہ! یار کیا ہوا ہے؟ تم ایسا بیہیو کیوں کر رہی ہو۔کیا ہارب بھائی نے کچھ کہا ہے؟"

وہ اس کے نزدیک بیٹھتی سرگوشی نما آواز میں بولی۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں۔بس تم لوگوں سے ناراض ہوں تم نے مما سے ایک بار بھی میری حمایت میں بات نہیں کی۔میری مرضی کے بغیر ہوا ہے یہ سب۔"

وہ سنجیدہ چہرے سے بولی۔

"مصفرہ! تم یہ فضول کی ضد چھوڑ کر ایک دفعہ ہارب بھائی کو جاننے کی کوشش تو کرو۔وہ اچھے انسان ہیں۔تم سے محبت کرتے ہیں۔تم اس رشتے کو اور انہیں ایک موقع دے کر تو دیکھو۔" آئرہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

انہیں ایک ساتھ دیکھ ہارب ارسم کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ہارب نے قریب آتے ارسم کی کمر میں ایک مکا جڑا تھا۔

"نکمے انسان! ولیمہ میرا ہے اور وی آئی پی کی طرح تو آ رہا ہے۔ابھی بھی نہ آتا جب تقریب کا اختتام ہو جاتا تب آتا۔" ہارب نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"اوئے بے غیرت انسان! کمر توڑ دی میری۔یہ کہی کا غصہ کہی پر اتار رہا ہے۔اچھے سے دِکھ رہا ہے مجھے۔" وہ کمر سہلاتا ہوا بولا۔

"منہ بند رکھ اور یہ بتا اتنی دیر سے کیوں آیا ہے؟" اب کی بار وہ تحمل سے گویا ہوا۔

"یہی بات سکون سے نہیں پوچھ سکتا۔وہ آئرہ کو پِک کرنے گیا تھا تو بس اسی میں دیر ہو گئی۔" وہ آدھی بات گول کرتا ہوا بولا۔

"ہمممم!" ہارب نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو یہ بتا تیری ہڈیاں تو سلامت ہیں۔کہی بھابھی نے کمرے سے تو نہیں نکال دیا تھا رات کو۔" وہ اُسے تپانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولا۔

اس کی بات پر ہارب نے جل کر اسے دیکھا۔پھر اپنا حساب برابر کرنے کے لیے بولا۔"

چل اوئے! چُپ کر اپنا مستقبل نہ بتا۔کیونکہ تیرے جو حالات لگ رہے ہیں تیرا یہی

حساب ہونے والا ہے۔" وہ اس پر مسکراہٹ اُچھالتا مصفرہ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ آئرہ کو اسٹیج سے اُترتے دیکھ چکا تھا۔

ذوہان جیسے ہی ہال میں انٹر ہوا تھا دل نے پہلی خواہش ہی اسے دیکھنے کی تھی وہ دل کو ڈپٹ کر چُپ کروانے کی کوشش کرتا اس سے پہلے ہی اس کی نظر منسا پر پڑھ چکی تھی۔ وہ اپنے ہی بھائی کی شادی میں یوں اکیلی ایک کونے میں گُم سُم سی بیٹھی تھی۔ اُسے ایسے اداس دیکھ کر اس کے دل کو کچھ ہوا۔ مگر پھر سارہ بیگم کی باتوں کو یاد کرتا اسے اگنور کر گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ انہیں باتیں بنانے کا اور موقع ملے۔

وہ گاہے بگاہے چور نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو پیچ کلر کی میکسی میں دل میں اُتر رہی تھی۔ مگر یہ بات خود سے ماننا ناممکن تھی کجا کہ اُس کو جا کر بتانا۔

ولیمے کا اختتام اچھے سے ہو چکا تھا۔ آئرہ جان بوجھ کے اسے چڑانے کی خاطر اشعر کی گاڑی میں سوار ہو کر جا چکی تھی۔ ارسم تب سے انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ اسے رہ رہ کر

اُس پر غصہ آ رہا تھا۔ جو اس کی بات کو رد کرتی اپنی من مانی کر چکی تھی۔ ناراضگی اپنی جگہ وہ کتنی دفعہ معافی مانگ چکا تھا۔ مگر دوسری طرف جیسے اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

ہارب نے آئرہ کو اشعر کے ساتھ جاتے دیکھ اس کے چہرے پر جو غصہ دیکھا تھا اسے دیکھ ایک منٹ وہ خود بھی ٹینشن میں آ گیا تھا۔ وہ اُن کے جاتے ہی اسے سمجھانے کے لیے اس کے نزدیک آیا۔

"ارسم! کول ڈاؤن یار۔ تم نے بھی تو اتنے کچھ غلط کیا ہے اُس کے ساتھ۔ ابھی اتنے غصے پر قابو رکھ۔ یہ نہ ہو معاملہ سنبھلنے کی بجائے مزید بگڑ جائے۔" ہارب اس کی طرف دیکھتا سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"کتنا صبر رکھو۔ اب یہ سب کچھ حد سے بڑھ رہا ہے۔ ہاں میں مانتا ہوں میں نے غلطی کی ہے پر کتنی دفعہ اس بات کی معافی مانگ چکا ہوں۔ اب اور کیا کروں۔ سب باتیں ایک طرف مگر وہ اشعر کو ہمارے درمیان لا کر ٹھیک نہیں کر رہی۔ میں اُس کمینے کا منہ توڑ دوں گا۔" وہ غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا بولا۔

"ویسے دیکھا جائے شروعات تو نے ہی کی تھی سمعیہ کو بیچ میں لا کر۔ ویسے جہاں تک میرا خیال ہے وہ صرف تجھے تنگ کرنے کو تیری بات کی نفی کر رہی ہے۔ جس چیز سے

تو چِڑ رہا ہے وہی کر کے وہ تجھے چِڑا رہی ہے۔" ہارب کندھے اچکاتا اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوا بولا۔

"تو اپنی بکواس بند کر۔ آج تو میں اُس کے دو ٹوک بات کر کے رہوں گا۔" وہ کندھے سے اس کا ہاتھ جھٹکتا تن فن کرتا کار کی طرف بڑھ گیا۔

ہارب نے اس بپھرے شیر کی طرف دیکھ آئرہ کے لیے دُعا مانگی۔ خود بھی وہ سر جھٹکتا مصفرہ کی طرف بڑھ گیا جو منسا کے ساتھ سہج سہج کر قدم اُٹھاتی باہر کی طرف ہی آ رہی تھی۔

اس نے گہرا سانس بھرا جانے اس کی رُوٹھی بیوی کب ماننے والی تھی۔

اشعر اسے چھوڑ کر کچھ ضروری کام کے لیے گھر سے جا چکا تھا۔ باقی ابھی پیچھے آ رہے تھے۔ وہ جان بوجھ کر ارسم کو چڑھانے کی خاطر اشعر کے ساتھ آ گئی۔ وہ جو کسی کام کی غرض سے ذرا جلدی نکل آیا تھا۔ اسے سر درد کا کہتی گھر چھوڑنے کا کہہ گئی۔ جسے وہ بغیر منت کے مان چکا تھا۔

اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس کا غصے سے سُرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔اس کی آنکھوں کے تاثرات پر وہ ایک پل کے لیے گڑبڑائی۔ پھر خود کو مضبوط کرتی کار میں بیٹھ گئی۔اس کے تاثرات دیکھ کر یہ اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ سالم ہی اسے نگل جائے گا۔وہ ساری سوچوں کو جھٹک کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

ابھی اس نے ہیل اُتار کر اپنے پیروں کو ریلیکس کیا تھا کہ اسے گاڑی رُکنے کی آواز آئی۔ وہ پُر سکون سی ہو گئی یہ سوچ کر کہ گھر والے آگئے ہیں۔اس نے الماری سے ایک آرام دہ سوٹ نکالا۔وہ الماری بند کرتی مڑی تھی جب کوئی تن فن کرتا اس کے کمرے میں داخل ہوا۔اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ آئرہ کا حلق خُشک ہوا۔اسے دیکھ کر وہ واقعی ہی ڈر رہی تھی وہ اس کے غصے سے بخوبی آگاہ تھی جو غصے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا اس وقت تو کوئی تھا بھی نہیں اسے روکنے والا۔

ارسم تیز رفتار گاڑی ڈرائیو کرتا گھر پہنچا تھا اس وقت اس کا غصہ سوا نیزے پر جا پہنچا تھا۔ وہ گاڑی پارک کرتا اس کے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔وہ کمرے داخل ہوا جب وہ اسے سامنے الماری کے پاس ہی کھڑی مل گئی۔وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا اس کی طرف بڑھا۔

اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ آئرہ کے سہی معنوں میں حواس اُڑے۔اس نے بے ساختہ ایک قدم پیچھے کی طرف بڑھایا۔ارسم نے اس کے قریب رُکتے اس کے ہاتھ سے کپڑے لیکر بیڈ کی طرف اُچھالے۔اسے بازو سے کھینچ اپنے حصار میں قید کر گیا۔

"میرے منع کرنے کے باوجود تم اپنے اُس کزن کے ساتھ واپس آئی۔تمہیں ایک دفعہ سمجھ نہیں لگتی زہر لگتا ہے مجھے جب وہ تمہارے ارد گرد ہوتا ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سُرخ آنکھیں گاڑتا اسے بازو سے جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

"میں کیوں مانوں آپ کی بات۔جب میں آپ سے کوئی رشتہ رکھنا ہی نہیں چاہتی۔ کتنی دفعہ بتاؤں مجھے آپ زہر لگتے ہیں۔چھوڑ کیوں نہیں دیتے مجھے میرے حال پر۔"

وہ اس کے انداز پر آنسو بہاتی ہوئی بولی۔اتنے دنوں سے اس کے نرم رویے کی عادت سی ہو گئی تھی اب اس کا یہ رویہ اسے بُری طرح ہرٹ کر گیا۔

"کیا بکواس کی؟ یہ رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔کتنی دفعہ کہہ چکا ہے اس رشتے کو توڑنے کی بات ہر گز مت کرو مگر تم نہ ہی مجھے معاف کرنا چاہتی ہو نہ ہی اس رشتے کو دل سے قبول کرنا چاہتی ہوں۔مانتا ہوں غلطی ہو گئی مجھ سے۔اُسے سُدھارنا چاہتا ہوں مگر تم ایک موقع تک نہیں دینا چاہتی۔کیسے یقین دلاؤں کے میں واقعی اس رشتے کو نبھانا چاہتا۔جب سے واپس آیا جانے کونسی کشش ہے جو بار بار مجھے تمہاری طرف کھینچتی

ہے۔ محبت کرتا ہوں تم سے۔ تم سمجھتی کیوں نہیں . مجھے نہیں اچھا لگتا کسی کا بھی تمہارے ارد گرد ہونا۔'' وہ اُس کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتا بے بسی سے بولا۔

اس کی اتنی سی قُربت پر وہ جیسے مرنے والی ہوئی تھی۔ اس کی سانسوں کی تپش اسے اپنے چہرے پر پڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ اسے پورا کا پورا خود میں قید کیے کھڑا تھا۔ آئرہ کو اس کا لہجہ بھیگا سا لگا تھا۔ اسے جانے کیوں اس کا اداس انداز بالکل نہ بھایا تھا۔ پھر بھی وہ اپنی کیفیت پر قابو پاتی اس کے ہاتھ پیچھے جھٹک گئی۔

''دُور رہیے مجھ سے۔ مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی آپ جا سکتے ہیں۔'' وہ اس کا حصار توڑتی پیچھے ہوئی۔

''رُو! کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ یہ سب۔'' وہ یہ کہتا ہوا ایک قدم اس کی طرف بڑھا۔

آئرہ نے ہاتھ اوپر کیے اسے قریب آنے سے منع کیا۔

''میں اس لیے کر رہی ہوں کیونکہ میں آپ سے نفرت کرتی ہوں۔ سمجھے آپ۔ آپ جو بھی کر لیں میں کبھی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔'' آئرہ نے اس کی ضبط سے سُرخ پڑتی آنکھوں سے نظریں چرائی تھی۔

ارسم کا اس کی طرف اُٹھتا ہاتھ دوبارہ پہلو میں گر گیا۔آج اس کا پھر سے اپنی نفرت کا اظہار کرنا اسے شدید تکلیف کی طرف دھکیل گیا۔وہ جو اسے ہر حال میں منا لینا چاہتا تھا اس وقت اتنا مایوس ہو چکا تھا کہ جب وہ بولا تو آئرہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"مجھے معاف کر دو آئرہ۔جب سے آیا خود کو زبردستی تم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ضروری نہیں تمہیں لیکر جیسے میرے جذبات بدلیں ہو تمہارے بھی بدلیں ہو۔واقعی میں تمہارے قابل بالکل نہیں ہوں۔ہو سکے تو اتنے دنوں تک تمہیں تنگ کرتا رہا اُس کے لیے معاف کر دینا۔" وہ اپنی بات کہتا اس کے حیران چہرے کو دیکھتا شکستہ قدموں کے ساتھ باہر بڑھ گیا۔

آئرہ نے اس کے قدموں میں واضح لڑکھڑاہٹ دیکھی۔جانے اسے کیوں محسوس ہوا وہ بلکل اچھا نہیں کر رہی۔

وقت گزاری کر دیکھیں گے

اک دن تم پہ مر دیکھیں گے

اتنی گرم مزاجی کیوں ہے

سورج اوپر چڑھ دیکھیں کے

پتھر ہونے کی خواہش میں

چلتے چلتے مڑ دیکھیں گے

سوکھے خواب ہرے ہوں شاید

آنکھ میں آنسو بھر دیکھیں گے

ہجر سمندر جیسا دیکھا

وصل کو چلو بھر دیکھیں گے

پیٹ کو دوزخ کیوں کہتے ہیں

بھوکے آٹھ پہر دیکھیں گے

پا کر تم کو سب کچھ کھو دوں

یہ بھی مشکل سر دیکھیں گے

کونسی بات سے لہجہ بدلہ

سب باتیں پھر کر دیکھیں گے

شاید دل کی حالت سنبھلے

اسکا ہاتھ پکڑ دیکھیں گے

اک اک نقش صحیفوں جیسا

کیسے اس کو پڑھ دیکھیں گے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہارب نے گاڑی رُکتے ہی اس کی طرف کا دروازہ کھول اپنا ہاتھ اس کی جانب پھیلایا تھا۔
مصفرہ نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو یکسر فراموش کیا تھا۔

"شکریہ! مگر مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ دوٹوک انداز میں کہتی گاڑی سے اُترتی گھر کی جانب قدم بڑھانے لگی۔

اس کی بات پر ہارب نے لب بھینچ کر اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا۔ شاید یہ اس کے عمل کا ہی نتیجہ تھا۔ خود وہ اکثر جان بوجھ کر دوسروں کو نیچا دکھاتا تھا۔ آج یوں کسی نے اسے ذرا سا نظر انداز کیا تھا تو اسے دوسروں کی تکلیف کا اندازہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔

مصفرہ نے حیرانی سے اس کا انداز دیکھا تھا جو اس کی بات کے جواب میں ایک لفظ بھی نہ بولا تھا۔ وہ پل پل اپنے رویوں سے اسے حیران کر رہا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر اُلجھی تھی کہ اسے اندازہ بھی نہ ہو پایا تھا کہ کب اس کی ہیل اس کی میکسی میں پھنسی تھی جس کی باعث وہ اپنا توازن نہ رکھ پائی۔ یقیناً وہ بہت بری طرح زمین کو سلامی پیش کر جاتی اگر ہارب بروقت اسے تھام نہ لیتا۔

ہارب نے اسے گرنے سے بچانے کے لیے اپنی طرف کھینچا تھا جس کے باعث وہ اس کے وجود کا حصہ بنی۔ہارب نے دونوں ہاتھ اس کے گرد لپیٹ کر اسے قید کر رکھا تھا۔ وہ اس کی دھڑکن کی ارتعاش صاف سُن رہا تھا۔مصفرہ نے ذرا سا سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔جو اس کی طرف ہی متوجہ تھا۔اس نے جھجک کر پیچھے ہونا چاہا پر سامنے والے کا ایسے کوئی ارادہ نہیں تھا۔اس کی سانسوں کی تپش اسے اپنے چہرے پر پڑتی معلوم ہو رہی تھی۔اس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''چھوڑیے مجھے''اس کی بات پر وہ ہوش میں آتا اسے اپنی گرفت سے آزاد کر گیا مگر اس کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں مقید تھا۔

''ہاتھ چھوڑیے میرا۔''وہ اس کی مضبوط گرفت سے اپنا ہاتھ چھوڑانے کو بے تاب تھی۔

"بے شک میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہاری ہر بات مانوں گا۔پر ایسی کسی بھی ضد کو میں ہر گز بھی پورا نہیں کروں گا جس سے تمہیں ذرا سی بھی تکلیف ہو۔''وہ سنجیدگی سے بولتا اس کا ہاتھ تھامے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

مصفرہ کو اس کا یہ مہربان سا روپ بے حد بھایا تھا۔وہ اس کے ساتھ چلتی یک ٹک اسے دیکھنے میں مصروف تھی۔

''کیا یہ ہمیشہ یونہی مہربان رہے گے۔'' وہ ایک حسرت لیے خود سے ہی مخاطب تھی۔

ہارب نے کمرے میں آکر اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

''میں جانتا ہوں تم مجھے پسند نہیں کرتی۔اس کے باوجود بھی میں تم سے محبت کرتا ہوں اور ہمیشہ کرتا رہوں گا۔ وہ اس کی طرف جھکتا اپنا حق استعمال کرتا اس کے ماتھے پر پہلا استحاق بھرا لمس چھوڑتا چینجگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

مصفرہ فریز سی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا لمس محسوس کرنا چاہا۔ جو پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔

بڑا دشوار ہوتا ہے_______ کسی کو یوں بھلا دینا

کہ جب وہ جذب ہو جائے رگوں میں خون کی مانند

وہ شکستہ حال سا اس کے کمرے سے نکلتا نیچے ہال کی طرف بڑھا جہاں سب بڑوں کی باتوں کی آوازیں آرہی تھیں جس کا مطلب تھا وہ گھر آچکے ہیں۔ وہ بغیر کسی کی طرف دیکھتا تیز تیز قدم اُٹھاتا گھر سے نکلتا چلا گیا۔ سب نے حیرانگی سے اس کا رویہ دیکھا تھا۔

لبنیٰ بیگم نے اسے پیچھے سے پُکارا تھا مگر وہ مڑا تک نہیں۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر گُم تھا کہ اُسے ان کی آواز تک سُنائی نہ دی۔

وہ گھر سے نکلتا سڑکوں پر بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔ اسے آئرہ کے الفاظوں کی باز گشت اب تک اپنے کانوں میں محسوس ہو رہی تھی۔ اُس کا یوں نفرت کا اظہار کرنا بار بار دھتکارنا اسے اندر تک توڑ گیا تھا۔ وہ گاڑی روکتا سٹیرنگ ویل پر اپنا ماتھا ٹکا گیا۔ کیسے بھولتا اُسے اتنا آسان تھوڑی تھا اسے بھلانا۔ جو شخص آپ کی رُوح کا مکین ہو اسے کیسے خود سے دور کیا جا سکتا ہے۔ کیسا خود میں سے اُسے نکالا جا سکتا ہے۔

آئرہ نے خالی خالی نظروں سے اسے خود سے دُور ہوتا دیکھ رہی تھی۔ وہ تو کب کا جا چکا تھا مگر وہ وہی کھڑی اُس جگہ کو گھور رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ کھڑا تھا۔ یہی تو وہ چاہتی تھی اسے خود سے دُور کرنا۔ پھر جانے ایسا کیوں لگ رہا تھا جیسے اندر سے سب خالی خالی ہو گیا ہو۔ بار بار اُس کا اداس چہرہ آنکھوں سامنے آکر اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔ وہ بار بار سر جھٹک کر اسے بھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر جیسے اس کا چہرہ آنکھوں سے چِپک گیا تھا۔

”نہیں میں نے بالکل ٹھیک کیا۔ وہ یہی سب ڈیزرو کرتے ہیں۔ وہ بھی تو میرے ساتھ اتنا سب کر چکے ہیں۔“ اس نے جیسے خود کو یقین دلانا چاہا۔

تو تم اُس سے بدلہ لے رہی ہو اس کے دل نے صدا دی۔ اس نے گھبرا کر اپنے اندر سے آتی آوازوں کو جھٹکا۔

وہ صبح صبح ہی اسلام آباد جانے کے لیے نکل چکا تھا۔ وہ کسی سے بھی ملے بغیر جا چکا تھا۔ آمنہ بیگم نے فون کر کے اس سے شکوے شکایت کیے مگر وہ یہاں آنے کے لیے نہ مانا۔ اس کا کہنا تھا کہ فی الحال وہ کچھ وقت کے لیے اکیلے رہنا چاہتا ہے۔

منسا کو یہی محسوس ہوا جیسے وہ صرف اس سے دُور جانے کے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ وہ دل ہی دل میں اس سے متنفر ہو چکی تھی۔ اگر انہیں میری کوئی پرواہ نہیں تو مجھے بھی نہیں ہے۔ وہ خود کو اپنے پیپرز میں اُلجھا چکی تھی۔ گھر والے ان کے رویوں سے پریشان تھے۔ انہوں نے فی الحال انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا مگر وہ من ہی من میں کچھ فیصلہ کر چکے تھے۔

دو ماہ بعد

وہ سیڑھیاں اُترتا نیچے آیا تھا جہاں سارے گھر والے موجود تھے۔ان دو ماہ میں اس نے ایک بار بھی آئرہ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔اب بھی وہ نظرانداز کر کے کرسی گھسیٹ کر بیٹھا۔آئرہ اس کے انداز پر کڑھ کر رہ گئی۔

گھر والوں کو یہی لگ رہا تھا کہ ان دونوں کے درمیان سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے پھر سے وہی سب۔دونوں میں سے کوئی جھکنے کے لیے تیار نہ تھا۔ابراہیم صاحب نے اسد صاحب کو اشارہ کیا تھا۔اب انہیں ہی کچھ کرنا تھا۔

اسد صاحب نے گلہ کھنکھار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔

"برخودار!اور کتنی دیر اس رشتے کو لٹکانے کا پلان ہے۔"وہ اسے دیکھتے ہوئے بولے۔ان کی بات پر اس کا کھانے کی طرف جاتا ہاتھ رُکا۔

"جیسے آپ کی مرضی ویسا ہی ہوگا۔"وہ انہیں تسلی کروا کر ایک دفعہ پھر ناشتہ کرنے لگا۔

اس کی بات پر آئرہ کے چہرے پر سایہ سالہرایا تھا۔یعنی وہ اتنی آسانی سے اس چھوڑ رہا تھا۔

"پیپرز ریڈی ہیں بتاؤ کب سائن کرو گے۔"انہوں نے جان بوجھ کر اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا انہیں لگا تھا کہ وہ آگے سے بھڑکے گا۔ورنہ پیپر تو انہوں نے بالکل بھی تیار نہیں کروائے تھے۔کیونکہ اب گھر میں کوئی بھی ان کی علیحدگی نہیں چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ایک ہی شرط پر سائن کروں گا۔پیپرز لیکر میرے کمرے میں آئرہ کو بھیج دیں مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"وہ کرسی دھکیلتا واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔آج اتوار تھا جس کی وجہ سے سبھی گھر پر تھے۔

"میں نہیں جاؤں گی اس کے کمرے میں کیونکہ مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کے رویے پر وہ کڑھتی ہوئی بولی۔

"پھر بھول جائے آپ لوگ کہ میں سائن کروں گا۔"وہ مڑے بغیر مزے سے بولا۔

اسد صاحب اور ابراہیم صاحب دونوں حیران ہوئے اس کے اتنی آسانی سے مان جانے پر۔

وہ اپنے ہاتھ میں ایک لفافہ تھامے اس کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ جسے کھولنے تک کی اس نے زحمت نہ کی تھی۔ وہ تن فن کرتی بغیر دروازہ کھٹکھٹائے اندر کی طرف بڑھی۔

وہ سکون سے بیڈ پر بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ اس کا پُرسکون چہرہ دیکھ کر اندر تک جل گئی۔

"یہ لیجیے پیپرز اور سائن کریے۔" وہ ہاتھ میں تھاما لفافہ اس کی جانب بڑھاتی ہوئی بولی۔

"چلو اچھا ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ چاچو نے پیپرز پہلے سے ہی تیار کروائے تھے۔" اس نے لفافہ تھامنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تھا۔

"ہاں آپ کو جلدی ہو گی سمعیہ سے شادی کرنے کی۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی ہوئی بولی۔

"ہاں بالکل بیچاری کب سے میرا انتظار کر رہی ہے اب کسی سے تو شادی کرنی ہے تو وہ کیوں نہیں۔" وہ پُرسکون مسکراہٹ سے بولا۔

"ہاں ٹھیک کہا آپ نے کہ بابا نے پیپرز ریڈی کر کے بالکل اچھا کیا۔اب ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ویسے بھی وہ آج کل میرے لیے کسی اچھے رشتے کی تلاش میں ہے۔" وہ جان بوجھ کر بولی۔

وہ جواب تک سکون سے کھڑا تھا اس کی بات پر اندر تک جل گیا۔پر اپنے غصے پر قابو پاتا وہ خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

"تم نے سائن کر دیے۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ایک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔

"نہیں پہلے آپ سائن کریں۔میں بعد میں کر دوں گی۔یہ نہ ہو پچھلی بار کی طرح میرا سائن کرنا بیکار جائے اور آپ غصے میں آ کر پیپرز پھاڑ دیں۔" وہ سکون سے اس کو پچھلی بار کا حوالہ دیتی ہوئی بولی۔

وہ چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔"کیا تم واقعی چاہتی ہو میں ان پیپرز پر سائن کر دوں۔" وہ اس کے نزدیک رُکتا ہوا بولا۔

"میرے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہو گا۔ہو گا تو وہی جو آپ چاہے گے۔ہمیشہ سے وہی تو ہوتا آیا ہے۔" نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی۔

وہ ایک قدم مزید آگے ہوتا اس کے چہرے کے گرد ہاتھ رکھتا محبت سے گویا ہوا۔" میں وعدہ کرتا ہوں جو تم چاہو گی وہی ہو گا۔بس ایک بار کہہ دو کہ تم میرے ساتھ رہنا

چاہتی ہوں۔ باقی سب گھر والوں سے میں خود ہی نبٹ لوں گا۔" اس کی رخسار پر بہتے آنسوؤں کو اس نے اپنی پوروں پر چُنا۔

وہ اس کے ہاتھوں پر چہرہ ٹکاتے شدت سے رو دی۔ "آپ بہت بُرے ہیں۔" وہ سُوں سُوں کرتی ہوئی بولی۔

"پر تم بہت اچھی ہو۔" وہ اسے خود سے نزدیک کرتا اپنے حصار میں قید کر گیا۔

آئرہ نے روتے ہوئے اس کا حصار توڑنا چاہا۔ مگر وہ اور شدت سے اسے خود میں بھینچ گیا۔ اپنی کوشش کو ناکام ہوتا دیکھ وہ اس کے سینے سے سر ٹکا کر چاسالوں کا غبار نکالنے لگی۔

اس کے یوں تڑپ کے رُونے پر وہ بوکھلایا تھا۔ "رُو! ایم سوری یار پریوں مت روؤں۔ مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا یوں تمہارا رونا" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتا اسے پُر سکون کرنا چاہ رہا تھا۔

"میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔ میں اب تمہیں کبھی بھی خود سے دُور نہیں جانے دوں گا۔" وہ اس کے بالوں پر ہونٹ رکھتا ہوا بولا۔

آئرہ نے بے اختیار ہو کر اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

"بالکل جھوٹ آپ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتے۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ ہی سمعیہ سے شادی کی خواہش کر رہے تھے۔" وہ اسے گھورتی ہوئی بولی۔

"یار بکواس کر رہا تھا۔" وہ بے بسی سے اس کا ہاتھ تھامتا ہوا بولا جو مسلسل ضد کر کے چھوڑ وا رہی تھی۔

"میری کچھ شرائط ہے اُس کے بعد ہی ہاں کروں گی۔" وہ اس کے سینے سے لگی ناز سے بولی جیسے اسے یقین تھا کہ دوسری طرف سے ہاں میں جواب آئے گا۔

"یار تمہاری ساری شرائط منظور ہیں۔" وہ اس کا مان رکھتا لاڈ سے بولا۔

"گھر والے پوچھے گے تو کیا کہہ گے۔ بابا مجھ سے ناراض تو نہیں ہو جائے گے۔ میں نے اُن کی بات رد کر دی۔" وہ چہرہ اُٹھاتی روہانسی لہجے میں بولی۔

"میں سب سنبھال لوں گا بس تم اب دوبارہ رونے مت بیٹھ جانا۔ کوئی تم سے ناراض نہیں ہو گا۔" وہ اس کے ہاتھ میں مقید وہ لفافہ تھامتا ہوا بولا۔

"چلو باہر چلے تا کہ سب کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر سکیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتا باہر کی جانب بڑھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے اگر بابا نے منع کر دیا پھر۔" وہ ناخن چباتی اضطرابی کیفیت میں بولی۔

"اچھا انہوں نے منع کر دیا پھر کیا کرو گی۔" وہ اس کی طرف مڑتا ہوا بولا۔

"جو بابا کہے گے وہی کروں گی۔" وہ بے اختیاری میں بولی مگر اس کا چہرہ دیکھ وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی۔

"تمہاری جان نکال لوں گا جواب تم نے مجھے چھوڑنے کا سوچا بھی کیونکہ اب تو سمجھو یہ ناممکن سی بات ہے۔" وہ سنجیدہ سے لہجے میں بول کر اسے لیے نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

وہ دونوں سیڑھیاں اُترتے نیچے آئے جب سامنے لاؤنج میں ہی انہیں اسد اور ابراہیم صاحب دونوں نظر آگ ئے۔ارسم سکون سے چلتا ان کے نزدیک آیا اور ہاتھ میں پکڑا لفافہ سامنے ٹیبل پر ٹکا چکا تھا۔

دونوں نے بیک وقت سر اُٹھا کر ان کی طرف دیکھا تھا۔آئرہ جیسے اس کے پیچھے چُھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ہاں تو برخودار! سائن ہو گ ئے۔" اسد صاحب آنکھوں پر لگایا چشمہ نیچے رکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں! اور اب سوچیے گا بھی مت کہ میں سائن کروں گا۔" وہ سکون سے ان کے چہروں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

''کیوں میں وجہ جان سکتا ہوں۔''اسد صاحب نے غور سے اسے دیکھا تھا جس کا اطمینان قابلِ دید تھا۔

''ہاں بالکل آپ کو وجہ ہی تو بتانے آئے ہیں۔ہم دونوں علیحدگی نہیں چاہتے بلکہ اب تو آپ اپنی بیٹی کی رُخصتی کی تیاری کریے۔''آئرہ نے آخری بات پر اس کی کمر میں چٹکی کاٹی یہ بات تو ابھی ان میں ڈیسائیڈ تک نہیں ہوئی تھی اور وہ کتنے دھڑلے سے رخصتی کا اعلان کر رہا تھا۔اس کی بات پر اس کا جُھکا سر مزید جُھک گیا۔ارسم نے مڑتے ہوئے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

''کیا ہے جنگلی بلی؟دیکھائی نہیں دے رہا کتنی اہم بات کر رہا ہوں اور تمہیں مار دھاڑ کی پڑی ہے۔فی الحال ہاتھوں کو کنٹرول کرو۔''وہ سرگوشی نما آواز میں اس کے قریب جھکتا ہوا بولا۔

''تو آپ رخصتی کی بات کیوں کر رہے ہیں یہ تو ہم نے ابھی ڈیسائیڈ نہیں کیا۔''وہ بھی اسی انداز میں بولی۔

''تو اور کیا تمہارا ارادہ بوڑھے ہو کر رُخصتی کروانے کا ہے۔''ارسم کی بات پر وہ جل بُھن گئی۔

"بوڑھے خود ہو رہے ہیں۔آپ شاید بھول گئے ہیں میں آپ سے پورے چھ سال چھوٹی ہوں۔اس حساب سے بوڑھے خود ہونگے۔" وہ منہ بناتی ہوئی بولی۔

"اس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔پہلے مجھے ڈیڈا اور چاچو سے بات کرنے دو۔" وہ شاید بھول گیا تھا کہ لڑکیاں اپنی عمر کو لیکر کتنی ٹچی ہوتی ہیں۔

اسد صاحب اور ابراہیم صاحب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ اُچھالی وہ دونوں آئرہ کی حرکت اور ارسم کی بات سُن چکے تھے۔مگر اس کے مڑتے ہی سر جھکا کر اپنی مسکراہٹ چھپا گئے۔

"ہم کیسے یقین کرلیں کہ آئرہ بھی اس بات پر راضی ہے۔کیا پتہ تم اسے ڈرا دھمکا کر لائے ہو۔" اس بار ابراہیم صاحب سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"آپ کو لگتا ہے آپ کی بیٹی ڈرنے والوں میں سے ہے۔پھر بھی آپ اپنی تسلی کے لیے اسی سے پوچھ لیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتا اسے آگے کرتا ہوا بولا۔

"ہاں بولو آئرہ! کیا جو ارسم چاہتا ہے وہی آپ بھی چاہتی ہو۔" وہ اس کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھتے ہوئے بولے۔

آئرہ نے نظر اُٹھا کر اپنے بابا کی طرف دیکھا تھا جو اسی کی طرف متوجہ تھے۔اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اسد صاحب نزدیک آتے اس کے سر پر پیار دے گ ئے۔اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا۔وہ محبت سے اسے اپنے سینے سے لگا گ ئے۔

"جو میری بیٹی کہہ گی وہی ہو گا۔" وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولے۔

"مجھے لگا آپ مجھ سے ناراض ہو جائے گے۔" وہ معصومیت سے سُوں سُوں کرتی ہوئی بولی۔

"میں اپنی بیٹی سے ناراض نہیں ہو سکتا۔" وہ اس کا گال تھتھپاتے ارسم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"صرف اور صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے تمہیں ایک موقع دے رہا ہوں اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف ہوئی تو تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔" وہ اسے دھمکانے والے انداز میں بولے۔

ان کی دھمکی پر ارسم نے منہ بگاڑا۔یعنی کے ہر کوئی آئرہ کا حمایتی تھا۔اس نے ایک نظر اسد صاحب کے ساتھ لگی آئرہ کو دیکھا جو اس کی درگت بننے پر ہنس رہی تھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔"آپ لوگ ذرا رخصتی کی ڈیٹ فائنل کر لیں میں ذرا آپ کی بیٹی کو گھوما کر لاتا ہوں۔" وہ اس کا ہاتھ کھینچتا اسے لیے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

آئرہ نے خجل سی ہو کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

"پاگل انسان کہی بھی شروع ہو جاتے ہو۔" وہ اس کے ہاتھ سے ہاتھ نکالتی اس سے پہلے آگے کی طرف بڑھ گئ۔

اسد صاحب نے افسوس سے سر ہلایا تھا جیسے کہہ رہے ہو کہ اس لڑکے کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

منسا کے پیپرز ختم ہوئے کچھ وقت گزر چکا تھا اب وہ کچھ دنوں کے لیے فری تھی۔

وجاہت صاحب کچھ سوچ کر ذوہان کو کال ملا کر واپس آنے کا کہہ چکے تھے وہ چاہ رہے تھے منسا کی رخصتی ہو جاتی وہ ذوہان کے ساتھ اسلام آباد جا کر وہی اپنی پڑھائی جاری رکھتی۔ کیونکہ یوں تو انہیں حالات سُدھرنے کے کوئی امکان نظر نہیں آ رہے تھے۔

سب لوگ ان کی بار پر متفق تھے سوائے سارہ بیگم کے۔

فی الحال انہوں نے رُخصتی کی بات ذوہان سے نہیں کی تھی۔ آمنہ بیگم کی طبیعت کچھ دنوں سے خراب تھی۔ انہیں موسمی بخار تھا مگر وہ یہی بہانہ بنا کر اسے واپس بُلا رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ماں کی طبیعت خرابی کا سُن کر وہ دوڑا چلا آئے گا۔

وہ اپنی مما کی طبیعت کا سُن کر واقعی پریشان ہو چکا تھا۔وہ اگلے دن ہی گھر کے سامنے موجود تھا۔وہ عجلت میں گھر کے اندر بڑھا۔جہاں اس کا پہلا ٹکراؤ ہی منسا سے ہوا۔جو لاؤنج میں بیٹھی کسی سے فون پر بات کر رہی تھی۔اس کے آنے سے پہلے تک تو اس کے چہرے پر ہلکی سے مسکراہٹ تھی۔جو اسے دیکھ کر تھم چکی تھی۔ذوہان نے شدت سے یہ بات نوٹ کی تھی۔پھر بھی سر جھٹکتا اس کی جانب بڑھا جو اسے اپنی طرف آتا دیکھ سپاٹ چہرے کے ساتھ وہاں سے ہٹتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔اس کے رویے پر ذوہان کے ماتھے کے بل گہرے ہوتے چلے گئے۔

منسا فون پر اپنی دوست سے بات میں مگن تھی جب قدموں کی چاپ پر اس نے آنے والے کو دیکھا تھا۔پہلے تو یہاں دیکھ اسے حیرانی ہوئی وہ یوں اچانک کیسے آ گیا۔گھر والوں کی کارستانی سے وہ یکسر انجان تھی۔اسے دیکھ منسا کو اس کا رویہ یاد آنے لگا۔اس کی آنکھیں مرچوں سے بھر گئیں یہ سوچ کر سامنے والے کو کوئی احساس ہی نہیں تھا کہ وہ اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف دے چکا ہے۔اسے قریب آتا دیکھ وہ اسے بات کرنے کا موقع دیے بغیر وہاں سے ہٹ گئی۔کچھ اس شخص کو بھی تو پتہ چلے دوسروں کی تکلیف کا۔

اسے یہاں کام کرتے مہینہ ہو چکا تھا۔اب کافی حد تک وہ کام کو سمجھ چکی تھی۔ کمپنی کا باس کسی پراجیکٹ کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا تھا۔آج صبح آکر ہی اسے علم ہوا تھا کہ وہ کل ہی واپس آچکے ہیں اور آج آفس بھی ضرور آئے گے۔اپنے کولیگ سے بات کرکے اسے یہی اندازہ ہوا تھا کہ باس اپنے کام کے معاملے میں کافی سخت ہیں۔وہ اس کے بارے میں سُن کر ذرا گھبرا رہی تھی۔ویسے بھی یہ اس کے کام کا پہلا تجربہ تھا۔ اسے باہر سے واپس آئے پانچ ماہ ہی ہوئے تھے۔دو ماہ پہلے ہی اسے ملائکہ کی شادی کے بارے میں معلوم ہوا تھا جسے جان کر اسے بے حد خوشی ہوئی تھی اس کے بے حد اصرار پر وہ اس کی شادی میں شرکت کرنے لاہور گئی تھی۔اب تو اس کی گھر والے بھی شادی کا اصرار کر رہے تھے لیکن جب بھی اپنی بہن کا بے بس چہرہ آنکھوں کے سامنے گھومتا وہ سختی سے منع کر دیتی۔ہادیہ کے بارے میں سوچ اس کر اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھرنے لگی۔جانے وہ کتنی دیر غائبی طور پر اس سے ہمکلام رہتی جب ثناء اس سے مخاطب ہوئی۔

"ماہ نور! سر آچکے ہیں۔ وہ تمہیں اپنے کیبن میں بلا رہے ہیں۔ تم ایک بار ان سے مل لو تاکہ وہ اچھے سے تمہیں کام سے آگاہ کر دیں۔ تم ٹینشن مت لو میں نے سر کو یہی بتایا ہے کہ تمہارا کام بے حد اچھا ہے۔ سر بھی تمہارا کام دیکھ کر کافی حد تک مطمئن ہے۔"

وہ اسے مطمئن کر کے اپنے ڈیسک کی جانب بڑھ گئی۔

ماہ نور اس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتی سر کے کیبن کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آنے کی اجازت لی۔ سامنے والا لیپ ٹاپ پر جھکے کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا۔ کھٹکے کی آواز پر سامنے والے نے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا وہ اسے دیکھ کر تھم چکا تھا۔ وہ بے یقینی کی کیفیت میں چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا۔ اس کے ہونٹ بے آواز پھڑ پھڑائے تھے۔

ارسم اسے لا کر برا پھنسا تھا اس کا پلان تو پہلے کوئی مووی دیکھنے کے بعد ہلکے پھلکے رومانٹک سے ڈنر کا تھا پر یہ لڑکی اس کے پلان پر بالٹی بھر کر پانی پھیر چکی تھی۔ پچھلے چار گھنٹوں سے وہ اسے بھی اپنے ساتھ شاپنگ پر خوار کر رہی تھی۔ وہ کب سے ایک شاپ سے نکل کر دوسری شاپ کی طرف بڑھ جاتی۔ وہ دھڑا دھڑ ایسے شاپنگ کر رہی

تھی جیسے ارسم کی لوٹری نکل آئی ہو۔وہ اسے کافی بار ٹوک چکا تھا۔ جس حساب سے اُس نے شاپنگ کی تھی اسے پورا یقین تھا اس کا کریڈٹ کارڈ خالی ہو جائے گا۔وہ شاپنگ کرنے کے ساتھ ساتھ دکانداروں کے سامنے ہی اُن کی چیزوں میں نقص نکال رہی تھی۔اس کی اتنی دیدہ دلیری پر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔دو جگہوں پر وہ خود اس کی طرف سے معذرت کر چکا تھا۔اسے اب جیولری شاپ کی طرف بڑھتے دیکھ اس کی بس ہوئی وہ اس کا ہاتھ تھامتا شاپنگ مال سے باہر نکل گیا۔

''ارسم !رُکیے نا ابھی مجھے جیولری بھی لینی ہے۔''وہ اس کی رونی صورت دیکھ کر معصوم منہ بناتی ہوئی بولی۔

''کیا مطلب ہے اس بات کا تم چار گھنٹے پہلے ہی اپنے ساتھ خوار کر چکی ہو۔ابھی تمہیں جیولری بھی چاہیے۔''وہ خونخوار نظروں سے اسے گھورتا ہوا بولا۔

''لو بھلا آپ ہی رخصتی کا اعلان کر کے آئے ہیں۔ابھی سے شاپنگ شروع کریں گے پھر ہی آخری دن تک مکمل ہو گی۔اور خوب کہی آپ نے۔جیولری تو بے حد ضروری ہے شادی کے لیے۔''وہ اس کا سُرخ پڑتا چہرہ دیکھ اپنی ہنسی روکنے کے لیے چہرہ جھکا گئی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے باقی شاپنگ ہم پھر کبھی کریں گے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامتا گاڑی کی طرف بڑھا۔

وہ جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہی تھی۔اس کی شکل دیکھ وہ کب سے ہنسی ضبط کرنے کے چکروں میں تھی۔ بالآخر اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتی کھلکھلا کر ہنسی۔اس کی ہنسی دیکھ کر وہ سمجھ چکا تھا وہ اسے تنگ کر رہی تھی۔ وہ اسے گھوری سے نواز کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔

''ہم فی الحال گھر بالکل نہیں جا رہے۔پہلے مجھے اچھا سے لنچ کروائے کہی سے۔'' وہ کمال بے نیازی سے بول کر اپنے شاپنگ بیگ سے کچھ کھنکھالنے لگی۔ارسم نے اس آفت کی پرکالہ کو دیکھ منہ بسورا تھا۔

وہ کچھ دیر کھڑا اس کے رویے کے بارے میں سوچتا رہا پھر سر جھٹکتا آمنہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔وہ بخار کے باعث کمبل لپیٹ کر لیٹی تھی۔ذوہان نے تشویش سے ان کا سُرخ چہرہ دیکھا تھا۔وہ ان کے قریب آ کر بیڈ پر بیٹھ ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھ گیا جو بخار کے باعث تپ رہا تھا۔آمنہ بیگم نقاہت کے باعث آنکھیں موندے لیٹی

تھی اپنے نزدیک کسی کی موجودگی محسوس کر چکی تھی اس کے باوجود وہ ایسے ہی لیٹی رہی کیونکہ وہ جانتی تھی آنے والا کون ہے اب ناراضگی بھی تو جتانی تھی۔جب کسی کا سرد ہاتھ ان کے ماتھے پر پڑا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا جو تشویش سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔وہ ناراضگی سے منہ موڑ گئ۔

''مما! ایسے تو مت کریں مجھے پتہ ہے آپ مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہیں کہ میں آپ کو بغیر بتائے چلا گیا۔اور آپ کے فون کرنے پر بھی واپس نہیں آیا۔میں تھوڑا سا ڈسٹرب تھا۔پلیز مجھے معاف کر دیں۔پلیز دیک بار''وہ عقیدت سے ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیتا ہوا بولا۔

''بالکل میں ناراض ہوں۔تمہیں اب بھی آنے کی ضرورت نہیں تھی۔بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے۔''وہ خفا خفا سی بولیں۔

''سوری کر تو رہا ہوں۔اب بہت سے دن رُکوں گا۔پرامس۔''وہ انہیں تسلی دینے والے انداز میں بولا۔

اس کی بات پر انہوں نے محض ہنکار بھرا۔

''مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔چلیں اُٹھے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔''وہ ان کا ہاتھ تھامتا بے صبری سے بولا۔

”ذرا صبر رکھو۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں تمہارے سہارے بیٹھی تھی کہ تم آؤ اور مجھے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں تمہارے پاپا کے ساتھ ڈاکٹر کے ہو آئی ہوں۔ موسمی بخار ہے میڈیسن لوں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔“ وہ اسے شرمندہ کرنے والے انداز میں بولیں۔

ان کی بات سے وہ واقعی شرمندہ ہو گیا تھا۔ اس کا شرمندہ سا چہرہ دیکھ اب ان سے رہا نہیں گیا۔ وہ اپنی ناراضگی دُور کرتی محبت بھرے انداز میں بولیں۔

”جاؤ تم آرام کرو تھک گ ئے ہو گے لمبے سفر سے آئے ہو۔ میں بھی کچھ دیر ریسٹ کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔“ وہ اس کا خوبرو چہرہ دیکھتی ہوئیں بولیں۔

وہ اثبات میں سر ہلاتا ان کے پاس سے اُٹھتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ وہ واقعی اس وقت بے حد تھکا ہوا تھا فی الحال وہ کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا۔

ان دو مہینوں میں اتنا ہوا تھا کہ وہ آپس میں تھوڑی بہت گفتگو کرنے لگے تھے۔ اس کا کیئر نگ انداز مصفرہ کو دھیرے دھیرے اس کی طرف راغب کر رہا تھا۔ ان ماہ میں اس کے اندر بہت سی مثبت تبدیلیاں آئی تھیں۔ اجنبیت کی دیوار آہستہ آہستہ گر رہی تھی۔ جس میں زیادہ ہاتھ ہارب کا ہی تھا۔

مصفرہ نے اس کے ساتھ رہتے ہوئے یہ بات نوٹ کی تھی کہ اس نے آج تک اسے اس کے ہکلانے کا کوئی طعنہ نہیں دیا تھا بلکہ اِس نے تو صرف اُس کا مہربان رُوپ دیکھا تھا۔ جو اس کی ذرا سی تکلیف پر بوکھلا جاتا تھا۔ وہ اب خود بھی ایک نارمل لائف گزارنا چاہتی تھی۔ وہ تو بس اس کی طرف سے پہل کا انتظار کر رہی تھی۔ جس کے دُور دُور تک کوئی امکانات نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے نظر اُٹھا کر ہارب کی طرف دیکھا تھا جو ابھی کمرے میں آیا تھا۔ جواب الماری سے جانے کیا نکال رہا تھا۔ وہ ایک سفری بیگ لا کر بیڈ پر کھول کے رکھ چکا تھا اب الماری سے کپڑے نکال وہ نفاست سے تہہ کرتا بیگ میں رکھ رہا تھا۔ بیگ کو دیکھ مصفرہ کا دل ڈوب کر ابھرا تھا کیا وہ کہی جا رہا تھا۔ وہ حیرانی سے یک ٹک اسی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بیگ بند کرتا اس کی طرف مڑا۔ "وہ دراصل ذوہان بھائی کچھ وقت کے لیے واپس آئے ہیں تو اسلام آباد والی برانچ کو دیکھنے والا بھی کوئی ہونا چاہیے۔ ڈیڈ تو ہمارے مینیجر کا نام سجسٹ کر رہے تھے۔ پر میں نے سوچا میں چلا جاتا ہوں ایسے میں تم کچھ دن سکون سے گزار لو گی۔ میری وجہ سے ویسے بھی تمہیں پرابلم ہوتی ہے۔" وہ اس کی حیرانگی دیکھ اسے سب بتاتا واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

مصفرہ نے ٹینشن سے ناخن چبائے تھے یعنی اُسے لگتا ہے میں اب بھی اسے ناپسند کرتی ہوں۔ تبھی وہ میری خاطر نجھ سے دُور جا رہے ہیں۔ میں ہمیشہ ہی انہیں باتیں سُنائی ہیں انہیں برا بھلا کہا ہے انہیں یہی لگتا ہے کہ میں اب بھی ان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔ اُف خدایا! کیسے رُوکوں انہیں۔ وہ دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھی۔ ہاں ان کا بیگ چُھپا دیتی ہوں۔ جتنی دیر میں اس نے اپنے سوچوں کے گھوڑے دوڑائے وہ واش روم سے نکل کر بیگ اُٹھا کر الماری میں رکھتا سونے کے لیے لیٹ چکا تھا اُسے کل صبح نکلنا تھا۔

مصفرہ کو جب یقین ہو گیا وہ سو چکا ہے وہ دبے قدموں الماری کی طرف بڑھی الماری کھول کر اس میں سے بیگ نکال کر کمرے سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔ اس کے بیگ کو سٹور وم میں چُھپا کر وہ مطمئن سی ہوتی سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔ بس اب اسے صبح کا انتظار تھا اسے پورا یقین تھا کہ اب ہارب نہیں جائے گا۔

اشعر نے حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ منجمد سا ہو گیا تھا ساڑھے چار سالوں بعد اسے دو ماہ قبل بازار میں دیکھائی دی تھی۔ اس نے کتنا ڈھونڈنے کی کوشش

کی تھی پر وہ اسے نہ ملی اور اب یوں اچانک وہ سامنے آچکی تھی۔اسے دیکھ کر اس کے ہونٹ بے آواز ہلے تھے۔"ہادیہ"

وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آ چکا تھا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونا چاہا جب ماہ نور پُھرتی سے پیچھے ہٹی۔

"سر یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔؟"وہ انگلیاں مڑوڑتی نروس سی بولی۔

اسے کچھ عجیب لگا اس کی ہادیہ ایسی تو نہیں تھی ہاں اُس کے نین نقش سامنے کھڑے وجود سے میل کھاتے تھے اُس کی آواز بھی لگ بھگ ایسی تھی پھر کیا تھا جو غلط تھا۔کچھ ایسا تھا جو اس کی نظروں سے چھوٹ رہا تھا۔

"ہادیہ"اشعر اسے دیکھ کر بولا۔اس کی آنکھیں جذبات کی شدت سے سُرخ ہو رہی تھی۔

اس کی بات پر ماہ نور کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔اُس نے حیرانی سے اُس کی طرف دیکھا تھا وہ کیسا جانتا تھا ہادیہ کو۔ مگر پھر اپنے جذبات پر قابو پاتی سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔

"ماہ نور! سر میرا نام ماہ نور ہے ہادیہ نہیں۔میں آپ کی نئی ورکر ہوں ایک ماہ پہلے جوائن کیا ہے۔ثناء نے مجھے بھیجا ہے تا کہ آپ اچھے سے مجھے کام سے آگاہ کر دیں۔" وہ اس کی کی بات کاٹتی ہوئی بولی۔اس کے لہجے میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔

"ماہ نور" اشعر اسے دیکھ ہولے سے بڑبڑایا۔یعنی ایک دفعہ پھر وہ تہی دامن رہ گیا تھا وہ اس کی ہادیہ نہیں تھی۔وہ تو کوئی اور تھی۔اس کا چہرہ پل میں مایوس ہوا۔

"سوری مس انڈرسٹینڈنگ ہو گئی۔میں آپ کو کوئی اور سمجھا۔کیسی ہے آپ مس ماہ نور۔کیسا تجربہ رہا ہمارے ساتھ کام کر کے۔" وہ اپنے چہرے کے تاثرات نارمل کرتا بمشکل ہلکی سی مسکراہٹ لیے بولا۔

"میرا پہلا تجربہ تھا پر یہاں سب بہت کاپریٹیو ہیں مجھے ذرا بھی مشکل نہیں آئی۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"ہمم! اچھا لگا سُن کر۔اب جا کر اپنا کام کریں باقی وقتاً فوقتاً آپ کو کام سے آگاہ کر دیا جائے گا۔" وہ واپس مڑتا اپنی سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔اس چہرے کو دیکھ جیسے اس کے زخم پھر سے کریدے گئے۔

وہ اجازت پاتے ہی باہر کی جانب بڑھ گئی۔اس نے مڑتے ہی گہرا سانس بھرا۔فی الحال وہ ہادیہ کے بارے میں بالکل بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے یکسر انجان بن گئی۔جو

اس شخص کے بارے میں سوچ رہی تھی اگر وہ صحیح تھا تو اسے واقعی اس شخص سے ہمدردی محسوس ہوئی۔اگر وہ کسی معجزے کے انتظار میں تھا تو یہ انتظار لاحاصل ہی رہنا تھا۔وہ ساری سوچوں کو جھٹکتی اپنے ڈیسک پر بیٹھ لیپ ٹاپ کھول کام میں مگن ہو چکی تھی۔ایک یہی طریقہ تھا ان سب سے پیچھا چھوڑانے کا۔

اس کے جاتے ہی وہ کرسی پر گرسا گیا تھا۔آج پھر اُس ظالم محبوب کی سوچیں بُری طرح حاوی ہوئی تھی۔

اک جنوں بے معنی,اک یقین لاحاصل

کیا ملا ہمیں محسن اُس کی آرزو کر کے

وہ ابھی ابھی آفس سے گھر آیا تھا۔کام کے زیادتی کے باعث اس کے اعصاب بُری طرح تھکن کا شکار تھے اس کا ارادہ پہلے شاور لینے کا تھا تاکہ تھکاوٹ کا کچھ اثر زائل ہو سکے۔ابھی وہ کپڑے لیتا الماری کی طرف بڑھتا جب کوئی دروازہ کھولتا آندھی طوفان بنا اندر آیا۔سارہ بیگم کو سامنے دیکھ اس کے اعصاب جھنجھنا اُٹھے تھے اسے پورا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یقین تھا وہ رخصتی کی خبر سُن جلد یا بدیر ضرور آئے گی۔ وہ اطمینان سے کھڑا ان کا غصے بھرا انداز ملاحظہ کرتا رہا۔

"تم پھر سے آگئے میری بیٹی کی زندگی برباد کرنے۔ تم کیوں اُس کا پیچھا نہیں چھوڑ دیتے۔ میں ماں ہوں مجھے پتہ ہے وہ تمہارے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ تم سے بہتر اُس کے لیے عدیل ہے (سارہ بیگم کا بھانجا) میں اُس سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی تھی کتنے اچھے لگتے ہیں دونوں ایک ساتھ۔ پر جانے تم بیچ میں کہاں سے آگئے۔" وہ تنفر سے بولیں۔

"معاف کریے کا چچی میں کسی کے درمیان نہیں آیا بلکہ آپ اپنے بھانجے کو زبردستی درمیان میں لا رہی ہیں۔ منسا میری منکوحہ ہے اور میری ہے بیوی بنے گی۔ آپ یہ زبردستی کے رشتے جوڑنے چھوڑ دیں۔ اور جہاں تک آپ کے بھانجے کا ذکر ہے تو آپ بھی اچھی طرح جانتی ہیں وہ کس قماش کا انسان ہے اگر منسا کا نکاح مجھ سے نہ بھی ہوتا تو میں کسی بھی صورت آپ کے اُس بھانجے سے ہر گز نہیں ہونے دیتا۔ خیر مجھے شاور لینا ہے اب آپ جا سکتی ہیں۔" وہ انہیں ہکا بکا چھوڑ کر سیٹی بجاتا واش روم کی جانب بڑھا جب ان کی آواز پر اسے رُک جانا پڑا۔

"ہمم! تم کہو گے تو میں مان لوں گی کہ عدیل اچھا لڑکا نہیں ہے۔ تم یہ جھوٹے الزام لگا کہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ تم منسا کے لیے پرفیکٹ ہو۔" وہ تقریباً چیختی ہوئی بولیں۔

"اپنی بیٹی سے بھی پوچھ لیں وہ کیا چاہتی ہے اُس کے دل میں کیا ہے۔" وہ مزید وہاں رُکے بنا وہاں سے ہٹ گیا۔

آئرہ کی رُخصتی کے ساتھ ساتھ دونوں گھروں نے منسا کی رُخصتی کا بھی فیصلہ کیا تھا۔ جہاں ایک طرف آئرہ اس خبر کے بعد ارسم سے کتراتی پھر رہی تھی۔ وہ دوسری طرف منسا ایک بار پھر اپنی ناقدری پر بکھری تھی۔ اس شخص کو یہاں آئے کتنے دن گزر چکے تھے مگر اُس نے ایک دفعہ بھی اس سے ملنے کی یا اسے منانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

دوسری طرف ذوہان اس خبر کو سُن کر پہلے خوب واویلا مچا چکا تھا پھر اپنے دل کی سُنتا وہ مطمئن ہو چکا تھا مگر سارہ بیگم کا اس کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اس کی ساری خوشیوں پر پانی پھیر رہا تھا۔ مگر اس بار وہ سوچ چکا تھا وہ سارہ بیگم کا غصہ ہر گز بھی اس پر نہیں نکالے گا۔

اس نے جب سے رُخصتی کی خبر سُنی تھی جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر اُدھر گھوم رہی تھی۔ مجال تھی جو ایک پل بھی وہ سکون سے بیٹھی ہو۔ میں کوئی گری پڑی ہوں کہ جب اُن کا دل چاہا دھتکار کر چلے گ ئے اور جب دل چاہا آ کر اپنا لیا۔ اس دفعہ میں نے بھی انہیں ناکوں چنے نہ چبوا دیے تو میرا نام بھی منسا نہیں۔

اب تم جب تک خود چل کر نہیں آتے میرے پاس معافی مانگنے میں ہر گز بھی تمہیں معاف کرنے والی نہیں ہوں۔ وہ دل ہی دل میں پختہ عزائم باندھتی مطمئن ہو چکی تھی۔

جب سے اس نے اسلام آباد جانے کا بتایا تھا تب سے وہ اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کا بے چین ہونا وہ نوٹ کر چکا تھا۔ وہ سویا ہر گز نہیں تھا بس آنکھیں موندے لیٹا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کب وہ اس کے قریب سے اُٹھ کر الماری کی طرف بڑھی۔ اسے حیرانی ہوئی کہ وہ اتنی رات کو الماری سے کیا تلاش کر رہی تھی۔ اس کے

ہاتھ میں اپنا بیگ دیکھ اسے کچھ کچھ اندازہ ہو چکا تھا۔اس کا دل بلیوں اچھلا یعنی وہ چاہ رہی ہے کہ میں نہ جاؤں۔

اسے کمرے سے باہر جاتا دیکھ وہ سکون سے لیٹا رہا۔اب تو پُر سکون نیند آنی تھی یہ سوچ کر مصفرہ آہستہ آہستہ ہی سہی اسے قبول کر رہی تھی۔وہ بازو سر کے نیچے ٹکائے اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اس کے دوبارہ روم میں آنے پر وہ پھر سے آنکھیں موند گیا۔

مصفرہ اب اپنی اس کارستانی سے مطمئن ہو کر آنکھیں موند گئ۔اسے پورا یقین تھا کہ اب وہ نہیں جا سکے گا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ناول پڑھنے میں اس قدر مگن تھی کہ رات کا ڈنر گول کر گئ۔لائبہ بیگم اسے دوبار بلانے آچکی تھی پر اس نے یہ کہہ کہ ٹال دیا بھوک نہیں ہے۔رات کے لگ بھگ ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے سب گھر والے سونے جا چکے تھے اب اسے بھوک بری طرح ستا رہی تھی۔وہ پاؤں میں چپل اڑستی کمرے سے باہر نکل گئ۔سیڑھیاں اُترتے اس نے ارد گرد گہرا سناٹا محسوس کیا۔وہ جھر جھری لیتی کچن کی طرف بڑھ گئ۔کچن کی

لائٹ چلااس نے فریج سے کھانا نکالا۔ بریانی دیکھ اس کا منہ پانی سے بھرا۔اب اسے افسوس ہوا گرما گرم بریانی مس کر دی۔اس نے منہ بسور کہ بریانی کو اوون میں رکھا۔ وہ پلیٹ ٹیبل پر رکھ کر مڑی جب وہ دروازہ پر ایستادہ محبت پاش نظروں سے اسے ہی تک رہا تھا۔آئرہ نے اسے دیکھ نظریں چرائی تھی۔جب سے رخصتی کا پتہ چلا تھا اسے ارسم سے جھجھک سی محسوس ہورہی تھی۔وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آکر رُکا۔

"چھپ کیوں رہی ہو مجھ سے جانم۔"وہ اس کے بے حد نزدیک آتا اس کے گال کہ سہلاتا ہوا بولا۔اس کی اتنی سی نزدیکی پر آئرہ کا دل ایک سو بیس کی رفتار پر دوڑ رہا تھا آئرہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ قائم کرنا چاہا جو کہ ناممکن سی بات تھی۔وہ اپنے سینے پر دھرا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مقید کرتا ہونٹوں سے لگا گیا۔

آئرہ نے سٹپٹا کر اسے دیکھا جو پھیلتا ہی جارہا تھا۔

"ارسم پیچھے ہٹیں بھوک لگی ہے مجھے میرا کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔"وہ رونے والا منہ بناتی ہوئی بولی۔

"اتنی رات کو ڈنر خیر ہے۔"وہ اس کی طرف دیکھتا حیرت سے بولا۔

ارسم ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر لوٹا تھا۔آج اس کے کالج کے سب دوستوں کا ملنے کا پلان تھا۔ڈنر وہ ان کے ساتھ ہی کر کے آیا تھا۔

"جی وہ پہلے بھوک نہیں لگی تھی اس لیے ڈنر نہیں کیا۔اب بھوک محسوس ہو رہی ہے تو سوچا کر لوں۔" وہ سادہ سے لہجے میں کہتی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ چکی تھی۔ارسم بھی اس کے ساتھ ہی براجمان ہو گیا۔وہ اس کے نزدیک بیٹھا اس کی کرسی کا رُخ اپنی طرف کر چکا تھا۔

"اب کیا ہے۔" وہ جھنجھلائی ہوئی سی بولی۔یہاں بھوک سے اس کی جان نکل رہی تھی اور وہ اسے بے فضول تنگ کرنے میں مگن تھا۔

"تم جو بھی کام کر رہی ہو اپنی صحت کے ساتھ کمپرومائز ہر گز نہیں کرو گی۔ سمجھی تم۔اس معاملے میں میں لاپرواہی ہر گز برداشت نہیں کروں گا۔" وہ سنجیدہ چہرے سے بولا۔

"ہمم! سمجھ گئی۔" وہ اس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

وہ اس کا منہ میں جاتا ہاتھ تھام چکا تھا۔

"اب کیا ہے۔ارسم جی بہت بھوک لگی ہے ابھی تنگ مت کریں۔" وہ معصوم سا منہ بناتی ہوئی بولی۔

کچھ نہیں سوچ رہا ہوں آج اپنی لٹل وائف کو اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں۔" وہ کندھے اچکاتا ہوا بولا۔وہ چمچ اس کے منہ کی طرف بڑھا چکا تھا۔

آئرہ نے پہلے سوچا وہ انکار کر دیں مگر اس کا محبت بھرا انداز دیکھ کر منہ کھول گئ۔یہی تو وہ چاہتی تھی اس کی توجہ،اس کی کیئر،اس کی محبت۔اب جب یہ سب کچھ نصیب ہو رہا تھا تو وہ ناشکری ہر گز نہیں کر سکتی تھی۔آئرہ کو اس وقت اس کی آنکھوں میں خود کے لیے مان، محبت اور عزت ہی نظر آئی تھی۔

ارسم کی نظریں مسلسل اس کے چہرے پر ٹکی تھی۔اس کی نظروں کے ارتکاز پر وہ گھبرا بھی رہی تھی۔کھانا ختم ہونے پر اس نے پلیٹ اُٹھا کر اس کے سامنے سے ہٹنا چاہا۔اس کی بولتی آنکھیں اسے ہمیشہ کنفیوز کرتی تھی۔ارسم اس کی کوشش ناکام بناتا اس کے ہاتھ سے پلیٹ لیتا واپس ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔وہ اس کی کرسی گھسیٹ کر اسے اپنے نزدیک کر چکا تھا۔

"میں تم سے بڑے بڑے دعوے ہر گز نہیں کروں گا۔بس اتنا کہوں گا کہ بہت سے خوبصورت لمحے میں اپنی بے وقوفی میں گنوا چکا ہوں۔پر میں اب تمہارے ساتھ زندگی کا ہر لمحہ جینا چاہتا ہوں۔میں چاہتا ہوں تم ہمیشہ ہنستی رہو۔میری وجہ سے کبھی بھی تمہاری آنکھوں میں نمی نہ آئے اور نہ ہی میں تمہاری کسی تکلیف کی وجہ بنوں۔"وہ اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکاتا ہوا بولا۔

آئرہ نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"میں بھی ساری باتیں بھول کر صرف آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔" وہ نمی بھری آواز میں اس کے سینے پر سر ٹکا گئی۔

ارسم دونوں بازو اس کے گرد حمائل کرتا اسے خود میں بھینچ گیا۔

اپنی بے اختیاری اور اس کی لمحہ بہ لمحہ ہوتی مضبوط گرفت پر بوکھلائی تھی۔

"پیچھے ہٹیں کوئی کچن میں آگیا تو کیا سوچے گا۔" وہ اسے سچوئیشن کا اندازہ کرواتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہیں سوچے گا بیوی ہو تم میری۔" وہ اسے رُوبرو کرتا ہوا بولا۔

"ہٹیں پیچھے نیند آرہی ہے مجھے۔" وہ اس کے کندھے پر مارتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

ارسم نے محبت سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

ہارب کی آواز الارم کی آواز سے کھلی اس نے الارم بند کر کے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا جو اس کی بازو سے چپکی مزے سے سو رہی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے پر آتے بالوں کو پیچھے کیا۔ وہ نیند میں اور بھی زیادہ معصوم لگ رہی تھی۔ اس کے پُر سکون چہرے کو دیکھ اس کے ہونٹوں کو ہلکی سی مسکان نے چھوا۔ ہارب نے ذرا سا جھک کر اس کی پیشانی پر اپنے پیار کی پہلی مہر ثبت کی۔

"دیکھنا بہت جلد تم بھی مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرو گی۔" وہ اس کے پاس سے اُٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

اس کی آنکھ کھٹکے کی آواز سے کُھلی اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ جہاں وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ٹِک سِک سا تیار تھا۔اس نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی جو آٹھ بجنے کا پتہ دے رہی تھی۔ دوبارہ نظروں کا زاویہ موڑ کر سامنے والے کو دیکھا ہارب نے بھی شیشے سے اس کی طرف دیکھا۔اپنی چوری پکڑی جانے پر مصفرہ بوکھلاتی ہوئی نظروں کا رُخ موڑ گئی۔

"اچھا ہوا تم اُٹھ گئی۔ میں تمہیں ہی اُٹھانے والا تھا۔وہ دراصل رات کو پیکنگ کر کے بیگ میں نے الماری میں رکھا تھا مگر اب وہاں نہیں ہے۔مجھے لگا شاید تمہیں پتہ ہو۔" وہ سنجیدہ سا چہرہ بنا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

اس کی بات پر مصفرہ یکدم بوکھلائی۔اسے ڈر تھا کہ کہی اس کی چوڑی پکڑی نہ جائے۔ایسی بچگانہ حرکت آج سے قبل اس نے کب کی تھی۔ یہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں،اس کی معصومیت سب لوگوں کے حقارت بھرے رویوں کے نیچے دب کے رہ گئی تھیں۔اب اس کا اعتماد آہستہ آہستہ کر کے بحال ہو رہا تھا۔ہارب کا اسے عزت و مان دینا یہی چیز اسے اُس کی طرف مائل کر رہی تھی۔

ہارب نے اس کے فیس ایکسپریشن کو انجوائے کیا تھا۔

"مجھے کیسے پتہ ہو گا۔ میں نے تو نہیں دیکھا یہی کہی ہو گا آپ دھیان سے دیکھیں۔" وہ صاف انکار کرتی اسے مشورے سے بھی نواز گئی۔ وہ اپنے ایکسپریشن پر قابو پاتی بڑی دلیری سے بولی تھی۔

اُس نے مصفرہ کی بات سمجھتے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ دروازے پر دستک ہوئی.

ہارب نے دروازہ کھولا تو دروازے پر صبورہ تھی وہ اندر آتی ایک بیگ ان کے سامنے کرتی ہوئی بولی۔

"وہ ہارب بابا! میں اسٹور روم میں گئی تھی کچھ چیزیں لینے یہ بیگ وہی پڑا تھا اس میں تو آپ کے نئے والے کپڑے تھے۔ تو مجھے لگا ایک بار آپ سے پوچھ لوں کہی آپ کو چاہیے نہ ہو۔ "

صبورہ کے ہاتھ میں اپنا بیگ دیکھ اسے ہنسی تو بہت آئی۔ یعنی وہ اس کی معصوم بیوی کی پلاننگ پر پانی پھیر چکی تھی۔ اس نے ترچھی نظروں سے مصفرہ کو دیکھا جو خونخوار نظروں سے صبورہ کو گھور رہی تھی۔ جیسے اُسے کچا چبا جائے گی۔

''ہاں صبورہ یہ میرا ہی بیگ ہے یہیں رکھ دو اور تم جاؤ۔'' وہ اسے جانے کا اشارہ کرتا ہوا بولا۔

''یہ بیگ وہاں کیسا پہنچا؟'' وہ ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتا پُر سوچ انداز میں بولا۔

''مجھے کیوں سُنا رہے ہیں مجھے کیا پتہ کیسے پہنچا وہاں۔'' وہ پیر پٹکتی واش روم میں بند ہوئی۔

اس کے جانے کے بعد ہارب کا قہقہ کمرے میں گونجا۔

ماضی

ہادیہ اور ماہ نور جڑواں بہنیں تھی۔ان کے والد مڈل کلاس فیملی سے بلانگ کرتی تھی۔ دونوں نے پڑھائی بھی ایک ساتھ جاری رکھی تھی۔دونوں بہنیں میں سے ہادیہ خاموش طبع اور سنجیدہ سی تھی اس کے برعکس ماہ نور لا ابالی اور شرارتی طبیعت کی مالک تھی۔جہاں ایک طرف ہادیہ کو پڑھائی کا جنون تھا وہی دوسری طرف ماہ نور کی جان جاتی تھی پڑھنے سے۔کچھ دنوں پہلے ان دونوں کا سیکنڈ ایئر کا رزلٹ آیا تھا جس میں ہادیہ تو بہت اچھے نمبروں سے پاس ہوئی تھی وہی دوسری طرف ماہ نور کی سپلی تھی۔جس پر اسے اپنے والد سے اچھی خاصی ڈانٹ پڑی تھی۔ہادیہ اس کی وجہ سے

آگے اڈمیشن نہیں لیناچاہتی تھی بچپن سے ہی دونوں نے ہر کام ایک ساتھ کیا تھا اب وہ اکیلے یونی جانے سے گھبرا رہی تھی۔سب اس کو سمجھا سمجھا کر تھک چکے تھے مگر مجال تھی جو وہ ماہ نور کے بنا کوئی کام کرتی۔ماہ نور ایک دفعہ پھر اسے سمجھانے کی خاطر اس کے سامنے تھی۔

"ہادیہ! میری جان سمجھنے کی کوشش کرو۔میں تو ٹھہری صدا کی نکمی۔تم میری وجہ سے کیوں اپنا سال برباد کرنا چاہ رہی ہو۔میں تمہیں ایسا ہر گز نہیں کرنے دوں گی۔تم کل ہی چل رہی ہو میرے ساتھ اڈمیشن کروانے۔"وہ دو ٹوک لہجے میں بولی۔

"ماہ! تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ہم نے بچپن میں پرامس کیا تھا کہ ہم ہر کام ایک ساتھ کریں گے۔ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ کھڑے رہے گے۔پھر میں کیسے اکیلی۔سمجھو ناماہ۔"وہ بے بسی سے بولی۔

"مجھے پتہ ہے تم گھبرا رہی ہو۔پر تم فکر مت کرو میں وعدہ کرتی ہوں جو تین ماہ بعد سپلی پیپرز ہیں اس کے لیے میں بے حد تیاری کروں گی۔دیکھنا میں جلد ہی تمہارے پاس ہو نگی۔میری وجہ سے ماما پاپا اور بھائی کتنے اُداس ہیں جب تم آگے اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گی تو دیکھنا وہ سب کتنے خوش ہو جائیں گے۔تم نہیں چاہتی تم ان کی مسکراہٹ کی وجہ بنو"وہ اس کا ہاتھ تھامتی سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو پر تم وعدہ کرو کہ تم اچھے سے اپنا پیپر دو گی تا کہ تم بھی یونی میں آسکو۔" وہ معصوم سی شکل بناتی ہوئی بولی۔

"وعدہ میری جان وعدہ۔" اسے رضامند ہوتا دیکھ وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

وہ خوش تھی کہ اس کی وجہ سے اس کی بہن کا فیوچر خراب نہیں ہوا۔

آج سب کا ارادہ شادی کی شاپنگ کا تھا۔ہارب بھی کچھ دیر پہلے آفس سے واپس آچکا تھا۔سب تیار ہو کر گیراج میں آچکے تھے۔

"تم اور آئزہ میری کار میں آجاؤ۔ہارب اور مصفرہ بھابھی دوسری کار میں آجاتے ہیں۔"

ذوہان ارسم سے مخاطب ہوتا ہوا بولا۔

"ہر گز نہیں میں آپ لوگوں کے ساتھ یہ قیمتی پل یوں برباد نہیں کر سکتا اس لیے میں آئزہ کے ساتھ دوسری کار میں آجاتا ہوں۔آپ لوگ اپنا دیکھ لیں۔ویسے بھی میں نہیں چاہتا کوئی کباب میں ہڈی بنے۔" وہ آئزہ کا ہاتھ تھامتا دل جلانے والے انداز میں مسکراتا اسے لیے کار کی جانب بڑھ گیا۔ذوہان نے جل کر اس بدتمیز انسان کی پیٹھ کو گھورا۔مجال تھی جو وہ کبھی اس کی بات مان لیتا۔

"تم بھی جاؤ اپنی بیوی کو لیکر تمہیں نہ لگے کہ میں روک رہا ہوں تمہیں۔ ورنہ تمہیں بھی میں کباب میں ہڈی لگوں گا۔ چلو منسا" وہ اسے لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ہارب نے دونوں بد دماغوں کو دیکھا تھا پھر سر جھٹکتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

مصفرہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

شاپنگ مال میں پہنچ کر بھی سب الگ الگ سمت میں بڑھ گئے۔ آج ارسم نے اس کی ایک نہ چلنے دی بلکہ ساری شاپنگ اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔ آئزہ منہ پھلائے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی جو اس سے اس کی مرضی جاننے کی بھی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ کب سے اس کا ایٹیٹیوڈ دیکھ اب اس سے رہا نہیں گیا تو بول پڑی۔

"ارسم میرے خیال سے ہم شادی کی شاپنگ کرنے آئے ہیں اور شاید آپ بھول گئے ہیں کہ شادی صرف آپ کی نہیں ہے بلکہ میری بھی ہے۔ آپ تو ایسے شاپنگ کر رہے ویں جیسے یہ لڑکیوں والے ڈریس بھی آپ ہی پہنیں گے۔ حد ہو گی جس نے پہننے ہیں اس کی رائے تو لے لیں۔" وہ غصے سے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتی ہوئی بولی۔

"تو کیا ہوا کیا میری بیوی میری پسند کی ڈریسنگ نہیں کر سکتی۔ کیا میں تمہارے لیے شاپنگ نہیں کر سکتا۔" وہ معصوم سا منہ بناتا اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

آئرہ اچھے سے آگاہ تھی اس معصوم چہرے کے پیچھے چھپے ہوئے چالاک انسان سے۔ وہ اس کی بات پر پیر پٹکتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

ارسم نے اس کا ناراض ناراض چہرہ دیکھا اس نے اب اپنے مزاق کو مزید طویل کرنے کا ارادہ ترک کیا۔ اور اس کے پیچھے بھاگا۔ وہ ناراض سی منہ پھلائے ایک سائیڈ پر کھڑی تھی۔ ارسم نے اس کے کندھوں کے گرد بازو حائل کیے۔

"کچھ پسند آیا رُو؟" وہ سوالیہ نظریں اس پر ٹکاتا ہوا بولا۔

"میرے پسند کرنے سے کیا ہوگا کرنی تو آپ نے اپنی مرضی ہے۔" وہ نروٹھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"نہیں باقی شاپنگ تم اپنی مرضی سے کروگی۔ میں تو محض مزاق کر رہا تھا۔ تمہیں اپنی من پسند چیز لینے کے لیے میری اجازت کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اب تو میرا یہ فرض ہے تمہاری ساری خواہشات کو پورا کروں۔" وہ اس کا ماتھا چومتا ہوا بولا۔

آئرہ اس کی بے باکی پر گھبرائی۔ اس نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا یقین دہانی کرنے کے لیے کہ کسی نے دیکھا تو نہیں۔

"بے شرم انسان! یہ آپ کا گھر نہیں ہے۔ہزاروں لوگ ہیں کیا سوچیں گے۔" اس نے ارسم کا ہاتھ ہٹایا۔

"جو سوچتا ہے سوچنے دو۔مجھے فرق نہیں پڑتا۔بس تم میرے لیے بے حد خاص ہو اس چیز کے اظہار کے لیے میں کبھی بھی جگہ کا پابند ہرگز نہیں ہوں۔میری محرم ہو تم۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔وہ اسے معتبر کیے اس کا ہاتھ تھام گیا۔

آئرہ نے چمکتی آنکھوں سے ساتھ چلتے ہوئے اس شخص کو دیکھا۔

ذوہان بار بار اس سے کوئی نا کوئی ایسی بات کر رہا تھا کہ اُسے غصہ آئے اور وہ اس سے بات کرے مگر وہ چپ شاہ کا روزہ ذکھے بیٹھی تھی۔مجال تھی جو اُس نے ایک بھی لفظ بولا ہو۔وہ خاموشی سی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

وہ کب سے اس کی باتوں پر کڑھ رہی تھی مگر بولی پھر بھی نہیں تھی ابھی بھی وہ انہی سوچوں میں گُم تھی جب ذوہان کی آواز اس کے کانوں میں گونجی اس نے حیرانی سے سر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"جاناں!" وہ ہولے سے بڑبڑایا۔

منسا نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو اسے سارا معاملہ سمجھ آگیا۔

اس کے ایکسپریشن دیکھ ذوہان کو شرارت سُو جھی۔

"تمہیں پتہ ہے یونی میں جاناں مجھے پرپوز بھی کر چکی ہے۔تب تو میں نے منع کر دیا مگر اب افسوس ہورہا ہے۔کاش۔۔" وہ جملہ ادھورا چھوڑ اس کو دیکھنے لگا۔ مگر وہ سر جُھکائے زمین پر جانے کیا ڈھونڈنے میں مگن تھی۔

ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ جاناں ان کی طرف متوجہ ہوتی اس طرف ہی آرہی تھی۔

"ہے ذوہان ! کیسے ہو؟وٹ آ سرپرائز۔۔۔۔تم یہاں کیسے؟"وہ منسا کو اگنور کرتی اس کو دیکھتی خوشدلی سے بولی۔

"کچھ نہیں شاپنگ کرنے آیا تھا۔تمہیں یہاں دیکھ کر اچھا لگا۔"وہ دانتوں کی نمائش کرتا ہوا بولا۔مقصد منسا کو تنگ کرنا تھا۔

"یہ کون ہے؟"جاناں کو اس کا خیال آہی گیا تھا۔وہ اس کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

"یہ کزن ہے میری۔میرے چاچو کی بیٹی۔منسا!اس سے ملو یہ میری یونی فرینڈ ہے۔ جاناں۔اسے بھی شاپنگ کرنی تھی تو یہ بھی میرے ساتھ آ گئی۔"وہ جاناں کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ایک ترچھی نگاہ اس پر بھی ڈالی جو ان دونوں سے بے خبر باہر شیشے سے پار دیکھنے میں مگن تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

"اوکے ذوہان اب میں چلتی ہوں۔ابھی کچھ دن ادھر ہی ہوں جلد ہی لنچ ساتھ کریں گے۔" وہ اس کے دوستانہ رویے پر پھیلتی ہوئی بولی۔

"منسا! ذرا دیکھو تو سہی مجھے لگتا ہے وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے۔افسوس کرنا تو بنتا ہے۔" اُس نے پھر جاتی ہوئی جاناں کی پیٹھ کو دیکھ کر شوشہ چھوڑا تھا۔

اب کی بار منسا کی بس ہوئی تھی۔

"یہ کوئی نئی بات نہیں ہے آپ کو دنیا کی ہر لڑکی مجھ سے بہتر ہی لگتی ہے۔میں بے شک سونے کی بھی بن جاؤں گی آپ کو تب بھی مجھ میں خامیاں ہی نظر آئے گی۔" وہ اپنی بات کہہ کر رُخ موڑ چکی تھی۔

ذوہان کو جانے کیوں اب اپنا مزاق کرنا بھی بُرا لگنے لگا تھا وہ تو بس اس کا شیرنی والا رُوپ دیکھنا چاہتا تھا مگر جیسے اُس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اس کی بات پر کچھ رسپونس شو ہی نہیں کرے گی۔اب بھی وہ اپنی بات تحمل سے کہتی ایک طرف ہو گئی۔ذوہان کو اب خود پر غصہ آیا تھا۔جو بات کو مزید بگاڑ چکا تھا۔

ان سب میں سے اگر کوئی نارمل کپل کی طرح شاپنگ کر رہا تھا تو وہ ان کا ہی کپل تھا۔جو ایک دوسرے کے مشورے سے تقریباً آدھی سے زیادہ شاپنگ کر چکے تھے۔وہ

دونوں ایک ساتھ کھڑے مکمل لگ رہے تھے۔دور کھڑے شخص نے حسد سے یہ منظر دیکھا تھا۔

ہارب فون پر آتی کال سُننے دوسری طرف جاچکا تھا۔مصفرہ ہینگرز کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی جب اس کے کانوں میں وہی آواز گونجی جو وہ کبھی بھی نہ سُننا چاہتی تھی۔

"مصفرہ!" وہ ہارب کو دوسری طرف جاتا دیکھ اس کے نزدیک آکر اس کا نام پُکار چکا تھا۔

مصفرہ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مصفرہ! مجھے معاف کردو۔میں جانتا ہوں میں غلط تھا۔مجھے پتہ ہے تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو تم اپنے اس سو کالڈ شوہر کے ساتھ خوش نہیں ہو۔تم مجھے ایک موقع دو دیکھنا ہم ایک ساتھ بے حد خوش رہے گے۔" وہ زبردستی اس کا ہاتھ تھامتا جنونی انداز میں بولا۔

مصفرہ نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھوڑانا چاہا جو مضبوط گرفت میں قید تھا۔وہ اس کے یوں اچانک سامنے آنے سے بُری طرح گھبرا چکی تھی۔وہ مسلسل مزاحمت کرتی اپنا ہاتھ کھینچ رہی تھی۔

''تم صرف میری ہو۔ سمجھ آئی۔'' وہ اس کے آنسو دیکھ اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ راستے میں ہی روکا جا چکا تھا۔

ہارب فون سُن کر پلٹا جب مصفرہ کے نزدیک اس ذلیل شخص کو کھڑا پایا۔ وہ تیر کی تیزی سے ان کے نزدیک پہنچا مصفرہ کے چہرے کی طرف جاتا اُس کا ہاتھ بُری طرح جھٹک چکا تھا۔ بلکہ دوسرا ہاتھ بھی آزاد کرواتے وہ اسے اپنے پیچھے کر چکا تھا۔

''یو باسٹرڈ! تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔ تو نے اسے چھونے کا سوچا بھی کیسے۔'' وہ بری طرح اس پر جھپٹ چکا تھا۔

لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ ذوہان اور ارسم بھی اس طرف آ چکے تھے۔ انہوں نے زبردستی اسے علیحدہ کیا تھا۔ اسے اتنے غصے میں وہ دونوں پہلی دفعہ ہی دیکھ رہے تھے۔

''کیا کر رہا ہے؟ ہوا کیا ہے؟ اپنے آپ پر قابو رکھ وہ مر جائے گا۔'' ارسم اسے اپنی طرف متوجہ کرتا ہوا بولا۔

ہارب نے ایک نظر نیچے گرے کبیر کی طرف دیکھا پھر نظریں بھٹکتی ہوئی مصفرہ کی طرف اُٹھی جو منسا اور آئرہ کے ساتھ کھڑی بُری طرح رو رہی تھی وہ ارسم کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ جھٹکتا مصفرہ کا ہاتھ تھامتا شاپنگ مال سے باہر نکلتا چلا گیا۔ مصفرہ اسے اتنے

غُصے میں دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔اُسے سوچ سوچ کر ڈر لگ رہا تھا کہ کہی وہ اسے ہی غلط نہ سمجھ لے۔ مصفرہ نے غور سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر چٹانوں سی سختی تھی۔

کبھی ناراض مت ہونا، گلے چاہے بہت کرنا

رُلانا اور بہت لڑنا

سُنو ناراض مت ہونا !

کبھی ایسا جو ہو جائے, کہ تیری یاد سے غافل

کسی لمحے جو ہو جاؤ

بنا دیکھے جو تیری صورت

کسی شب میں جو سو جاؤں

تو سپنوں میں چلے آنا، مجھے احساس دلا جانا

سُنو ناراض مت ہونا۔۔۔۔۔۔۔!

کبھی ایسا جو ہو جائے، جنہیں کہنا ضروری ہو

وہ مجھ سے لفظ کھو جائیں

انا کو بیچ مت لانا، میری آواز بن جانا

کبھی ناراض مت ہونا۔۔۔۔۔۔۔۔!

وہ اسے گھر لا کر کمرے میں چھوڑ کر جا چکا تھا۔اس کے یوں چلے جانے پر وہ کچھ اور ہی مطلب اخذ کرتی بُری طرح بکھری تھی۔اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے پھر وقت کے پیچھے دھکیل دیا گیا ہو۔ہارب کے جانے سے وہ یہی مطلب اخذ کر کے بیٹھی تھی کہ وہ اسے جلد یا بدیر چھوڑ دے گا۔اسے اس سب میں زیادہ اپنی غلطی ہی لگی شادی کے بعد سے کب ایسا موقع آیا تھا جب اس نے ہارب سے صحیح سے بات کی ہو۔ جب بھی وہ ان فاصلوں کو کم کرنے کی کوشش کرتا مصفرہ نے ہر دفعہ اسے خود سے دُور دھکیلا تھا۔

رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیلتا شام کی لالی کو ختم کر گیا تھا۔مگر وہ اُسی پوزیشن میں صوفے پر بیٹھی اپنی بے بسی پر رو رہی تھی۔بار بار نگاہ بھٹک کر دروازے کی طرف جا رہی تھی۔اسے گئے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔وہ صوفے سے اُٹھتی پریشانی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔اس کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھی. آخر کار کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ تھکا ہارا سا اندر آیا۔

مصفرہ اسے دیکھ کر بھاگتی ہوئی اس کے ساتھ جا لگی۔ہارب نے اس عنایت پر حیرانی سے اسے دیکھا تھا۔پھر اس کا رونا محسوس کر کے اپنا ایک بازو اس کے گرد حائل کیا تھا۔

''ہارب جی میرا یقین کیجیے میں نہیں جانتی وہ انسان اب ایسا کیوں کر رہا ہے۔ کیوں میری زندگی تباہ کرنے آگیا ہے۔ میرا دل میں اُس کے لیے نہ کبھی کچھ تھا اور نہ ہی ہوگا۔ وہ انسان جھوٹ بول رہا تھا میں اُس سے ہرگز محبت نہیں کرتی۔ میں صرف آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔'' وہ اس کے سینے سے لگی روتی ہوئی بولی۔

ہارب نے اس کی باتیں سُن کر گہرا سانس بھرا تھا۔ وہ اس کے احساسات سمجھ سکتا تھا۔ اس نے محبت سے اس کے بال سہلائے تھے۔

''سب ٹھیک ہے کچھ نہیں ہوا۔'' وہ اس کا چہرا روبرو کرتا اس کی بہتی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''آپ مجھے چھوڑ دے گے تو نہیں'' اس نے جیسے پھر یقین دہانی چاہی تھی۔

''چھوڑنے کے لیے تھوڑی تھاما ہے یہ ہاتھ۔ چاہے جو بھی ہو جائے تم ہر موقع پر مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔'' ہارب نے اس کے رخساروں پر بہتے موتیوں کو صاف کیا تھا۔

''مجھے یقین ہے تم نے اب تک کھانا نہیں کھایا ہوگا اسی ٹینشن میں۔ میں کھانا منگوا رہا ہوں۔ تم فریش ہو کر آجاؤ۔'' وہ اس کے گال تھپتھپاتا کمرے سے نکل گیا۔

ابھی بھی دونوں میں جیسے ان دیکھی دیوار حائل تھی۔ جو شاید آہستہ آہستہ ہی گرنی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ ہمیشہ غلط فیصلے کرنے کے بعد اُن پر پچھتاتا تھا اب بھی اسے احساس ہو رہا تھا مصفرہ کو چھوڑنا غلط فیصلہ تھا پر نتاشا کو اپنی زندگی میں شامل کرنا اُس سے بھی غلط ثابت ہوا تھا۔ ہمیشہ اس کی جلد بازی اسے پھنساتی تھی۔

وہ جملہ بالکل درست ہے۔'ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی۔'اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا دولت کی چکا چوند نے اسے اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ اسے نتاشا میں کوئی برائی نظر ہی نہ آئی تھی۔ بلکہ اُس وقت تو اِسے اُس میں صرف اچھائیاں ہی نظر آ رہی تھی۔ مگر اُس کے ساتھ رہنے کے بعد اُسے سمجھ آیا تھا کہ وہ بالکل غلط تھا۔ وہ اپنی مرضی کی مالک تھی اُس کے آنے جانے کا کوئی حساب نہیں تھا۔ وہ اس قدر بد تمیز تھی کہ اکثر اوقات وہ بات کرتے اپنے باپ کا لحاظ بھی نہیں کرتی تھی۔ لڑکوں کے ساتھ اس کی دوستیاں اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ اس سے پوری طرح بیزار ہو چکا تھا۔

"تم میری تھی اور بہت جلد تم واپس میری دسترس میں ہو گی۔ تمہیں چھوڑ کر جو غلطی کر چکا ہوں بہت جلد اُسے سُدھار دُوں گا۔" وہ غائبانہ مصفرہ سے مخاطب تھا۔ یہ بات سوچتے ہوئے اس کے چہرے پر مکروہ سی ہنسی تھی۔

کیا ان دونوں کی خوشیوں میں کبیر ایک بار پھر گرہن بن کر اُترنے والا تھا۔ یہ تو آنے والے وقت نے بتانا تھا۔

ماضی

آج ہادیہ کا یونی میں پہلا دن تھا۔ اُسے تھوڑی گھبراہٹ تو ہوئی مگر وہ خود کو سمجھا چکی تھی کہ اب فی الحال کے لیے اسے اکیلے ہی یونی آنا ہے۔ اس نے یونیورسٹی میں داخل ہو کر ایک نگاہ ارد گرد گھمائی جہاں مختلف طرز کے لوگ ارد گرد بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا۔ اس نے یونیورسٹی میں ہونے والی ریگنگ کے بارے میں سُن تو رکھا تھا مگر فی الحال وہ یہ سب بالکل بھی افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

وہ تیز تیز قدم اُٹھاتی اپنے ڈیپارٹمنٹ کے راستے کی طرف چل پڑی۔ سادہ سی شلوار قمیض پر ڈوپٹہ اچھے سے خود پر پھیلائے وہ اپنی گوری رنگت اور تیکھے نین نقش کے ساتھ بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ چہرے پر چھائی گھبراہٹ سب آنے جانے والے کو اس کے نیو ایڈمیشن ہونے کی بخوبی اطلاع دے رہی تھی۔ وہ اپنی کلاس میں داخل ہوتی جب چار لڑکوں کا گروپ اسے وہی روک چکا تھا۔

"مس وائٹ ڈریس! رُکیے ذرا کہاں بھاگی جا رہی ہیں۔" اُن میں سے ایک لڑکا اس کے سفید لباس کو دیکھتا ہوا بولا۔

ہادیہ نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں نئی بیوٹی آئی ہے اور وہ بھی ہم سے ملے بغیر جا رہی ہے ناٹ فیئر۔ میرے خیال میں پہلے کچھ انٹرو ہو جانا چاہیے۔ کیوں دوستوں۔" اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف نظر گھما کر ان سے تائید چاہی تھی۔

"بالکل ہونا چاہیے۔" اس کے دوستوں نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

وہ کمینگی بھری مسکراہٹ سجا کر اس کی طرف بڑھا۔

"میں راشد ہوں۔ اور آپ" وہ ہاتھ اس کے نزدیک بڑھاتا ہوا بولا۔

ہادیہ نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا۔ "دیکھیے! مجھے جانے دیں۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"لو بھلا ذرا سا نام ہی تو پوچھ رہے ہیں۔ آپ تو ایسے گھبرا رہی ہیں جیسے آپ سے آپ کا دل مانگ لیا ہو۔" وہ اپنے دوستوں کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔" ابھی وہ ہادیہ کو مزید تنگ کرتے کہ پیچھے سے ایک بھاری آواز گونجی۔

ہادیہ نے نمی بھری آنکھوں سے آنے والے کو دیکھا تھا۔

اسے سامنے دیکھ کر ان چاروں کی ہوائیاں اُڑی۔ ''کچھ بھی تو نہیں اشعر بھائی ہم تو حال احوال پوچھ رہے تھے۔'' وہ تمیز سے بولا۔ اشعر ان سب سے سینئر تھا یونیورسٹی میں سب ہی اس کے غصے سے آگاہ تھے۔ اس لیے سب ہی اس سے دُور دُور رہتے تھے۔

''بکواس بند کرو جانتا ہوں تم چاروں کمینوں کو۔ اب نکلوں یہاں سے۔ اب تم مجھے کسی کو تنگ کرتے ہوئے نظر نہ آؤ۔'' وہ تیز آواز میں انہیں وارن کرتا ہوا بولا۔

وہ چاروں اس کی بات سُن کر رفوچکر ہو چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اشعر نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی پلکوں پر ٹھہرے موتیوں نے اسے اپنی طرف کھینچا تھا۔

''آپ جایئے اپنی کلاس میں۔ اگر کوئی تنگ کریں تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ ویسے وہ اب آپ کو تنگ نہیں کریں گے اس بات کی گارنٹی میں دے سکتا ہوں۔ میں انہیں سمجھا دوں گا وہ اب آپ کے آس پاس بھی نظر نہیں آئیں گے۔ اگر اس کے علاوہ بھی کوئی مسئلہ ہو تو آپ مجھ سے شیئر کر سکتی ہیں۔'' اس کی نظریں ہادیہ کے چہرے پر ٹھہر سی گئی تھی وہ بے مقصد بات کو طویل دے رہا تھا۔

وہ تشکر سے اس کی طرف دیکھتی کلاس روم کی طرف بڑھ گئی۔

اشعر نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

دونوں گھروں میں آج افرتفری مچی ہوئی تھی۔وجہ آج ہونے والا مہندی کا فنکشن تھا۔دونوں اس وقت مہندی کے مناسبت سے ہلکا پھلکا میک اپ کیے ایک سے بڑھ کر ایک لگ رہی تھیں۔دونوں کے لہنگے تقریباً ایک جیسے تھے مگر رنگ مختلف تھا۔جہاں ایک طرف آئرہ شرمائی شرمائی سی بیٹھی تھی وہی دوسری طرف منساسپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی جیسے اسے کسی سے کوئی غرض ہی نہ ہو۔اس دن کے اس کے رویے کے بعد منسانے اس سے کوئی بھی اُمید باندھنا بیکار سمجھا۔آپ کی کچھ حماقتوں کی سزا آپ کو شاید عمر بھر ملتی ہے۔شاید میری غلطی کی ہی سزا مل رہی ہے مجھے۔میں نے ایک نامحرم سے محبت کی۔محبت تک تو بات ٹھیک تھی پر میں نے کیا کیا اُس کے سامنے خود کو ارزاں کر دیا۔اپنی اس غلطی کے لیے شاید میں خود کو کبھی بھی معاف نہ کر سکوں۔وہ جیسے خود سے ہی ناراض تھی اپنی غلطیوں کے بعد۔جو اُس کی نظر میں تو اس کی ایسی غلطیاں تھی جس پر تا عمر شاید اسے پچھتانا ہی تھا۔

''منسا گڑیا!کہاں کھوئی ہو؟''مصفرہ اس کا کندھا ہلاتی ہوئی بولی۔اسے یہ چھوٹی سی لڑکی ہارب کی توسط سے عزیز ہو گئی تھی۔اس نے ایک بات نوٹ کی تھی کہ منسا سارہ

بیگم سے زیادہ آمنہ بیگم سے نزدیک تھی۔گھر میں تقریباًوہ ہر کسی کی لاڈلی تھی۔ہارب بھی اکثر اس کے لاڈ اُٹھاتا نظر آتا تھا۔مصفرہ نے محبت سے اس کا من موہنا چہرہ دیکھا تھا اسے تو لگا تھا کہ اکثر امیر لڑکیوں کی طرح وہ مغرور سی ہو گی مگر وہ تو معصوم سی تھی۔ اسے کچھ ہی دنوں میں وہ بے حد عزیز ہو گئی تھی۔اسے اب سمجھ لگی تھی کہ وہ ہر کسی کی لاڈلی کیوں تھی وہ اپنی معصوم حرکتوں سے ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی۔اسے جانے کیوں اس کے چہرے پر خوشی کی رمق تک نہ دکھی۔

''کہیں نہیں بھابھی اِدھر ہی ہوں۔''وہ چونکتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''کوئی مسئلہ ہے گڑیا۔۔تو تم مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔''مصفرہ اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

''نہیں بھابھی ایسی تو کوئی بات نہیں وہ دراصل آپ سب سے دُور جا رہی ہوں بس اس لیے دل اداس سا ہے اس کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں۔''وہ اسے تسلی دینے والے انداز میں بولی۔وہ نہیں چاہتی تھی اس کی وجہ سے کوئی بھی ٹینشن میں آئے۔

''بھابھی میں ذرا حفصہ کو فون کر لوں وہ آئی کیوں نہیں۔''وہ اس کے پاس سے اُٹھتی ایسکیوز کرتی ہوئی بولی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مصفرہ نے اس سے نظر ہٹا کر کچھ دُور کھڑی آئرہ کو دیکھا جو فون کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی جس کے چہرے پر الوہی چمک تھی۔ وہ اس وقت اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ اس نے بے ساختہ اس کے چہرے سے نظریں ہٹائی تھی کہیں اسے میری نظر ہی نہ لگ جائے۔ وہ تو ہمیشہ ہی یوں ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتی تھی۔ مصفرہ وے اس کے چہرے پر یہ مسکراہٹ صدا قائم رہنے کی دُعا مانگی۔ اس کے اور منسا کے رویے میں اتنا فرق کیوں تھا۔

"بڑا مسکرایا جا رہا ہے۔" وہ آئرہ کے قریب آتی اُس کے کندھے سے کندھا مارتی ہوئی بولی۔

"نہیں تو۔" آئرہ فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔ اس کے چہرے پر موجود شرم کی لالی کچھ اور گہری ہوئی۔

"بس بس لڑکی! میں ارسم بھائی نہیں ہوں جو تم یوں لال پیلی ہو رہی ہو۔ ویسے سچ سچ بتانا فون پر ارسم بھائی کے ہی میسج آ رہے تھے جسے دیکھ کر تم یوں اکیلے اکیلے مسکرا رہی تھی۔" مصفرہ اسے چھیڑتی ہوئی بولی۔

"تم زیادہ چالاک مت بنو۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ اسے گھوری سے نوازتی ہوئی بولی۔

''تم نے بالکل ٹھیک کیا۔ارسم بھائی اوراس رشتے کو ایک موقع دے کر۔مجھے یقین ہے تمہارا یہ فیصلہ بالکل درست ثابت ہوگا۔میں نے ارسم بھائی کی آنکھوں میں دیکھی ہے تمہارے لیے دیوانگی۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی۔

اس کی بات پر آئرہ نے بھی اس کی طرف مسکراہٹ اُچھالی۔''محبت تو تم سے ہارب بھائی بھی کرتے ہیں۔تم کیوں اُن کا ہاتھ نہیں تھام لیتی۔وہ تمہیں بے حد خوش رکھے گے۔''آئرہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔اسے اپنی یہ دوست بے حد عزیز تھی۔

''صحیح کہہ رہی ہو تم۔ہارب جی بے حد اچھے ہیں۔میں بھی اپنی زندگی میں اب خوش رہنا چاہتی ہوں۔اچھا! میں آتی ہوں۔گھر میں دو دو شادیاں ہیں کچھ کمی نہ رہ جائے۔''

وہ اس کا گال تھپتھپاتی ہوئی کمرے سے باہر بڑھ گئی۔

وہ کمرے سے باہر نکلتی کچن کی طرف بڑھ گئی جہاں مہندی کے تھال اور کچھ ضروری سامان موجود تھا۔چیزیں پوری کر کے وہ تسلی کر کے مڑی جب سامنے دروازے پر ہی وہ ایستادہ تھا اپنی پوری شان کے ساتھ۔مصفرہ نے دل ہی دل میں اس کی نظر اُتاری جو

بلیک شلوار قمیض میں اچھا خاصا وجیہہ لگ رہا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے اور بھی پیارا لگتا تھا اس کے چہرے پر موجود ہلکی سی مسکراہٹ کو دیکھتے ہوئے سوچا۔وہ قدم قدم چلتا اس کے نزدیک آیا۔

''بیوٹیفل۔۔۔''وہ مبہوت سا اس کے چہرہ دیکھتا ہوا بولا۔

مصفرہ کی پلکیں جُھکتی چلی گئ۔وہ مبہوت کر دینے والا یہ نظارہ دیکھ کر مسمرائز ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی گرتی اُٹھتی پلکوں کو چھوا تھا۔پھر وہ جھکتا ہوا اس کی آنکھوں کو ہونٹوں سے چھو گیا۔اس کی اس بے باک حرکت پر وہ کانوں تک سُرخ پڑی تھی۔وہ اس کے کان کے نزدیک جھکتا سر گوشی نما آواز میں بولا۔

ہیں آنکھیں جھیل سی، چہرہ کتاب جیسا ہے

کہ میرے یار کا ہر نقش خواب جیسا ہے

کسی بھی بات پر اب بھیگتی نہیں آنکھیں

کہ اپنا حال بھی سوکھے چناب جیسا ہے

یہ آرزو ہے کہ کبھی تو اندھیری شب میں ملے

وہ ایک شخص کہ جو مہتاب جیسا ہے

یہ سازِ جان تو خاموش ایک عمر سے ہے

اگرچہ لہجہ ابھی تک رباب جیسا ہے

میں اُس کے حُسن کی تعریف کس طرح سے کروں؟

وہ آفتاب سا، وہ مہتاب جیسا ہے

تمہارے بعد میں کس چیز سے لگاؤں دل؟

مری نظر میں سب کچھ حباب جیسا ہے

ہر اک ذرّہ چمکدار کیوں نہیں ہوتا؟

ہر اک ذرّہ اگر آفتاب جیسا ہے

کسے سناؤں میں اس دل کی داستان واثق

شبِ فراق کا ہر اک پل عذاب جیسا ہے

وہ اس کے کانوں میں رس گھولتا اپنی محبت کے پھول اس کے چہرے پر کھلاتا اسے ہکا بکا چھوڑ کر جا چکا تھا۔

وہ دونوں بھی مہندی کی مناسبت سے کرتا شلوار پہنے ماحول پر چھائے ہوئے تھے۔ ارسم نے بیزارگی سے ارد گرد نظر دوڑائی تھی اسے تو اب بوریت ہونے لگی تھی۔ اس نے کچھ دُور کھڑے ہارب کو اشارے سے پاس بلایا تھا۔

”یار بھابھی کو کہہ اب آئرہ کو لے بھی آئیں۔“ وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔اس کے لہجے میں بیزار گی سی تھی۔

”اوئے ہوئے! ہمارے مجنوع سے انتظار نہیں ہو رہا ہے۔“ہارب اسے دیکھتا شوخی سے بولا۔

”اپنی بکواس بند کر اور جو کہا ہے وہ کر۔“ ارسم منہ بناتا ہوا بولا۔

”اتنی اکڑ کیوں دکھا رہا ہے۔چل جا میں نہیں مان رہا تیری بات کیا کر لے گا۔“ ہارب اسے گھوری سے نوازتا ہوا بولا۔

”اچھا میرا پیارا بھائی نہیں۔“ وہ اسے پچکارتے ہوئے بولا۔

”چل زیادہ مکھن نہ لگا کرتا ہوں کچھ۔“ وہ اسے تسلی دینے والے الفاظ میں کہتا ہوا اسٹیج سے اُترتا ہوا مصفرہ کی طرف بڑھ گیا۔

پھر نا جانے اُس نے ایسا کیا کہا تھا واقعی ہی دس منٹ میں منسا اور آئرہ دونوں کو مہندی کے ڈوپٹے تلے باہر لایا گیا۔

ارسم تو اسے دیکھتا ہی مبہوت ہوا تھا وہ لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی۔اس کے منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ کے الفاظ ادا ہوئے تھے۔دل ایک دم مغرور ہوا تھا یہ سوچ کے کہ وہ صرف اس کی ہے۔وہ اپنی محویت پر ہنسا تھا پھر سر جھٹکتا اسٹیج سے نیچے اُتر کر اس کا ہاتھ

تھام اُسے ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔ پھر ذرا سا جُھک کر اس کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔
اس کی اتنی دیدہ دلیری پر سب نے ہوٹنگ کر کے اس کا ساتھ دیا تھا۔ آئرہ اس کی پیش قدمی پر سمٹ کر رہ گئی۔ ارسم نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکا تھا جو شرم سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

"لوکنگ بیوٹیفل مائی گرل۔" وہ اس کے ایک ایک نقش کو حفظ کرتا ہوا بولا۔

اس کی آنکھوں میں اپنے لیے ستائش دیکھ کر وہ ذرا سا مسکرائی تھی۔ پھر اس کے ہمقدم ہوتے ہوئے اسٹیج کی طرف بڑھ گئی۔

ذوہان نے غصے سے اسے گھورا تھا جو یہ سب کر کے ہیرو بن گیا تھا۔ منسا پہلے ہی اس سے خفا تھی یقیناً اس سب کے بعد وہ اپنی قسمت اس کے ساتھ پھوٹنے پر پچھتا رہی ہو گی۔
ارسم اس کی چُبھتی ہوئی نظریں اچھے سے خود پر محسوس کر سکتا تھا۔ اسے ذوہان کے انداز پر ہنسی سی آئی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر اس کی طرف چہرہ موڑ کر سمائل پاس کی۔ ذوہان اندر تک جل کے رہ گیا۔

دوسری طرف منسا نے واقعی ہی اس منظر کو حسرت سے دیکھا تھا۔ انہیں ایک ساتھ دیکھ کر اس نے بے ساختہ دل میں ماشاءاللہ کہا تھا کہی اس کی خود کی ہی نظر نہ لگ

جائے۔ وہ دونوں ایک ساتھ مکمل کپل کی عکاسی کر رہے تھے۔ وہ حسد بالکل بھی نہیں کر رہی تھی۔ پر دل میں ایک کسک سی تھی۔

مصفرہ اور ہارب بھی ایک ساتھ کھڑے بے حد اچھے لگ رہے تھے۔ پورے فنکشن کے دوران وہ ہارب کی نظریں خود پر محسوس کر سکتی تھی۔ ان دونوں کو کوئی بڑی چُبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ سارہ بیگم تھی۔ ان کے مطابق یہ لڑکی اُن کی بہو بننے کے لائق ہر گز نہیں تھی۔ وہ اس بات کا احساس اکثر اُسے دلاتی رہتی تھی شاید ایک وجہ یہ بھی تھی ان کی اس ادھورے نامکمل رشتے کی۔ ہارب نے حسرت سے اسے اِدھر سے اُدھر ہوتے دیکھا تھا جانے کب ان کی زندگی ایک ٹریک پر آنی آتی تھی۔ اس نے بوجھل ہوتے دل سے سوچا۔

کاش تم پوچھو مجھ سے کیا چاہیے

میں پکڑو ہاتھ تیرا اور کہوں تیرا ساتھ چاہیے

پورے فنکشن میں ایک ہی جگہ بیٹھ بیٹھ کر وہ اکڑ سی گئی تھی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے سارا زیور اُتارا تھا۔ اور قدرے آرام دہ سوٹ لے کر چینج کرنے چلی گئی۔ وہ چینج

کرکے فریش فریش چہرے سے باہر آئی تھی جب اس کا موبائل رِنگ ہوا۔ارسم کی کال آتے دیکھ اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"جی جناب بولیے۔" وہ کال اُٹھاتی ہوئی بولی۔

"رُو! نیچے آؤ یار میں ویٹ کر رہا ہوں۔" وہ چھوٹتے ہی بولا۔

"میں کیوں آؤں؟ اور آپ میرا انتظار کیوں کر رہے ہیں؟ میں تو نہیں آ رہی۔" وہ اس کی بات کے جواب میں سکون سے بولی۔

"رُو یار! نیچے آؤ نا۔ مہندی میں بھی تم سے ٹھیک سے بات نہیں ہو پائی۔" وہ جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

"ارسم میں نہیں آ رہی سب گھر والے کیا سوچیں گے۔" وہ بھی لال جھنڈی دکھاتی ہوئی بولی۔

"اچھا بولو آئس کریم کھاؤ گی یا میں اکیلے ہی چلا جاؤں۔" وہ آخری حربہ آزماتا ہوا بولا۔

"آئس کریم! ہاں چلوں گی۔ بس دو منٹ ویٹ کرے آ رہی ہوں۔" وہ فون بند کرتی عجلت میں بولی۔

ارسم اس کی تیزی پر ذرا سا مسکرایا تھا۔اُسے پتہ تھا یہ حربہ ضرور کام کرے گا اور واقعی ہی تیر بالکل نشانے پر لگا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے گارڈن میں چہل قدمی کرتے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگا۔

وہ سارا کام ختم کرتی چہکتی ہوئی کمرے کی جانب بڑھی تھی۔جب کسی نے اس کا بازو اپنی آہنی گرفت میں قید کرتے جھٹکا دیا تھا وہ گرتے گرتے بچی تھی۔اس نے حیرانی سے سامنے والے کو دیکھا تھا جس کی گرفت میں اس کا بازو تھا۔

"ماما" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

"ڈونٹ کال می ماما۔نہیں ہوں میں تمہاری ماما۔خوب جانتی ہوں تم جیسی لڑکیوں کو کہ کیسے امیر لڑکوں کو اپنے بھولے پن کے جھال میں پھنساتی ہو۔" وہ شعلہ بار نظروں سے اسے گھورتی ہوئیں بولیں۔

"ماما! جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔" وہ منمناتی ہوئی بولی۔

"ہننہ! تم یہ معصومیت کا ناٹک کرکے ہارب کو رجھا سکتی ہو پر مجھے نہیں۔تم میرے بیٹے کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتی۔پیسے چاہیے تمہیں یا جائیداد بولو۔جو چاہو گی ملے گا

بس میرے بیٹے کی زندگی سے نکل جاؤ۔ سمجھی تم۔ تمہارا اور اُس کا کوئی جوڑ نہیں کبھی دیکھا ہے خود کو مجھے نفرت ہے تمہارے اس بولنے کے انداز سے۔ یقیناً ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ ہارب خود اپنے اس فیصلے پر پچھتائے گا اور وہ دن دُور نہیں۔" وہ انگلی اُٹھاتی ہوئیں بولی ان کا انداز وارننگ دینے والا تھا۔

"مجھے نہ پیسے چاہیے اور نہ ہی کوئی جائیداد۔ مجھے بس ہارب جی کا ساتھ چاہیے۔ آپ نہیں سمجھ سکتی ہمارے رشتے کو یا آپ سمجھنا ہی نہیں چاہتی۔ میں ہر گز بھی اُنہیں نہیں چھوڑوں گی۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ ہارب جی کبھی بھی اس فیصلے پر نہیں پچھتائے گے۔" وہ ان کے ہاتھ سے اپنا بازو چھوڑواتی مضبوط انداز میں بولی۔

سارہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کے اسے کہیں غائب کر دیتی۔

"بہت جلد تمہارا بھی انتظام کرتی ہوں۔" وہ تن فن کرتی ہوئیں وہاں سے چلی گئیں۔

مصفرہ نے ان کا جاتے ہی سر جھٹکا وہ اکثر ہی ان کی باتوں پر ڈسٹرب ہو جایا کرتی تھی۔ اس نے ساری سوچوں کو جھٹکا اور اپنے رُوم کی طرف بڑھی جب ہاتھ میں پکڑا موبائل بجا۔ کوئی ان نون نمبر تھا۔ پہلے تو اس کا دل کیا کہ نہ اُٹھائے جانے کون ہو گا۔ پھر کوئی ضروری کال کا سوچ کر وہ کال پِک کر چکی تھی۔ جانے آگے سے کیا بات کہی گئی جسے

سُن کر اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔دوسری طرف سے کال ختم ہو چکی تھی مگر وہ تو اپنی جگہ جم سی گئ تھی۔وہ بوجھل قدموں کے ساتھ تھکی ہاری اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئ۔

وہ سب سے چُھپ چُھپا کر گارڈن میں آئی تھی جب وہ اسے گارڈن میں ہی مل گیا وہ شاید اس کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

''کہاں رہ گئ تھی رُو؟کب سے انتظار کر رہا تھا۔'' وہ اسے نزدیک آتا دیکھ کر بولا۔

''آپ یہ سب باتیں چھوڑیے اور جلدی سے چلیے کہی کوئی دیکھ ہی نہ لے اور پھر آپ کے ساتھ جانے پر پابندی لگا دے۔'' وہ اس کا ہاتھ تھامتی عجلت بھرے انداز میں بولی۔

''ریلیکس جانم!کوئی نہیں روکے گا ہمیں۔میں ہوں نا تمہارے ساتھ بیوٹیفل۔'' وہ اس کے گرد بازو کا حصار بناتے ہوئے بولا۔

وہ اس کی بات سمجھتی اپنی جلد بازی پر جھجھکتی ہوئی اثبات میں سر ہلا گئ۔

”میں یہ کبھی نہیں چاہوں گا تم میرے آگے سر جھکاؤ بلکہ ہمیشہ مان سے حکم دیا کرو۔ ہاں تمہاری جھکی نظریں ہمیشہ مجھے اپیل کرتی ہیں جو تمہاری حیا کی نشانی ہے۔“ وہ اسے جھجک کر سر جھکاتے دیکھ کر بولا۔ وہ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتا اس کا چہرہ روبرو کرتے اس کے ماتھے پر عقیدت بھرا بوسہ دے گیا۔

”شکریہ! میری زندگی میں آنے کے لیے اور اسے اتنا حسین بنانے کے لیے۔“ وہ ہلکا سا مسکراتی اس کے خود کے گرد پھیلے بازو پر اپنا ہاتھ جما گئی۔ اس کی باتوں پر آئرہ کی آنکھوں میں واضح ستائش بھری چمک تھی۔

”شکریہ میرا نہیں تمہارا ارُو۔۔ جو تم نے مجھ پر بھروسہ کر کے ہمارے رشتے کو ایک موقع دیا۔ جب سے تم زندگی میں شامل ہوئی ہو زندگی کا ہر پل حسین لگنے لگا ہے۔“ وہ اس کے معصوم دلکش چہرے پر بھٹکنے لگا تھا۔ اس کی شدت بھری جسارتوں پر وہ اپنے آپ میں سمٹ کر رہ گئی۔

آئرہ نے اس کے سینے پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر پیچھے دھکیلا تھا۔ وہ تو مزید بہکنا چاہتا تھا مگر اسے ہی ارسم کو جگہ کا احساس دلانا پڑا۔ ارسم بالوں میں ہاتھ پھیرتا پیچھا ہٹا۔ وہ اس کی جھجک کم کرنے کو بولا۔ ”آئس کریم کھانے نہیں جانا۔“ وہ ذرا سا جھکتا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

وہ محض اثبات میں سر ہلاتی اس کا ہاتھ تھام گئی۔ان کی زندگی میں ایک دوسرے کے لیے محض محبت ہی نہیں بلکہ عزت،مان، بھروسہ سب تھا۔

اُن کی پلکوں سے شروع ہوئی داستانِ محبت

جن کا جُھکنا بھی قیامت۔۔۔۔جن کا اُٹھنا بھی قیامت

وہ کب سے ایک زاویے پر بیٹھی کبھی اُس فون کال کے بارے میں سوچ رہی تھی تو کبھی سارہ بیگم کی باتوں کی طرف۔اس دوران جانے کتنے ہی آنسو بے مول ہو چکے تھے۔کیا میرا خوشیوں پر کوئی حق نہیں۔ہر بار مجھے ہی کیوں کمپرومائز کرنا پڑتا ہے۔بس نے سسکتے ہوئے دل سے سوچا۔

ہارب سارے کام نپٹا کر رات کو ذرا دیر سے کمرے میں آیا تھا۔صبح بارات تھی جس کی تیاریاں کرنی تھی۔اسے لگا مصفرہ اب تک سو چکی ہو گی۔مگر اسے خوشگوار حیرت ہوئی کہ وہ جاگ رہی تھی۔

"مصفرہ اب تک جاگ رہی ہو سوئی نہیں۔"وہ جوتا اُتارتا بغیر اسے دیکھے بولا۔مگر دوسری طرف جامد خاموشی محسوس کر کے اسے حیرت ہوئی تھی۔وہ اس کی طرف مڑا جب اس کا چہرہ دیکھ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ روئی ہے۔وہ بے ساختہ اس کے نزدیک آیا تھا۔

''کیا ہوا مصفرہ؟رو کیوں رہی ہو؟کسی نے کچھ کہا ہے۔'' وہ اس کے نزدیک بیٹھتا اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔اس کے انداز میں واضح بے چینی تھی۔

مصفرہ اس کا ہاتھ جھٹکتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ہارب نے بے یقینی سے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا جس میں کچھ دیر پہلے اس کا ہاتھ مقید تھا۔اسے حیرت ہوئی کہ وہ ایسا برتاؤ کیوں کر رہی ہے کل تک تو وہ بالکل نارمل تھی۔

کمرے کی جامد خاموشی میں اس کی کانپتی آواز گونجی۔

''طلاق چاہیے مجھے آپ سے۔مجھے اب نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔'' وہ کانپتی ہوئی آواز میں جان نکالنے والے انداز میں بولی۔

''مصفرہ!ماما نے کچھ کہا ہے تو ان کی بات کا برا مت مناؤ وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی۔''اس کی بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے مگر وہ تحمل سے بولا تھا۔اُسے یہی لگا تھا کہ سارہ بیگم کی باتوں کی وجہ سے یہ سب کر رہی ہے۔کیوں کہ پچھلے کچھ دنوں سے وہ اسے بھی مسلسل آئرہ کو طلاق دینے کا بول رہی تھیں.

''آپ مان جائیں اُن کی بات جو وہ چاہتی ہیں ویسا ہی کریں۔آپ مجھے۔۔۔۔''

اس کی دھاڑ نما آواز پر اس کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گ ۓ۔"مہربانی کرکے اپنی بکواس بندرکھو۔اس کی بے تکی بات اسے غصہ دلا گئ۔وہ مسلسل تحمل کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کررہا تھا مگر وہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔

اس کی دھاڑ پر وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔پھر ہمت مجتمع کرتی ہوئی بولی۔"مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ یہ میری لائف ہے میں اپنی مرضی سے جینا چاہتی ہوں۔آپ کی یہ زور زبردستی اب نہیں چلے گی۔"وہ بھی چیختی ہوئی بولی۔

وہ اس کی اتنی دیدہ دلیری پر حیران ہوتا اس کی طرف سے نظریں ہٹا گیا۔"تمہارا دماغ خراب ہوچکا ہے جب ٹھکانے پر آۓ گا تب بات کرنا۔"وہ اسے ہاتھ سے سائیڈ پر ہٹاتا آگے کی طرف بڑھا۔وہ اتنا تھک چکا تھا کہ وہ اب کچھ دیر آرام کرنا چاہتا تھا مگر اس کی مسلسل وہی تکرار اس کی اعصاب پر تھکن کو مزید بڑھا گئ۔

وہ بھاگتی ہوئی پھر سے اس کے سامنے آئی۔"میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے مجھے ابھی آپ سے بات کرنی ہے۔"

اس نے غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے گھورا۔

وہ ایک پل سہم سی گئی تھی۔ کیا اس نے یہ بات چھیڑ کے سہی کیا تھا۔ اسے صرف اپنی تکلیف نظر آ رہی تھی۔ سامنے کھڑے وجود کو اس کی باتوں سے کتنی تکلیف ہوئی ہو گی یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

"مجھے تم سے اس قسم کی کوئی امید نہیں تھی۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی تمہاری باتوں نے مجھے کتنی تکلیف دی ہے۔ میں بار بار تمہارے سامنے بغیر کسی غلطی کے جُھک رہا ہوں جس کا صلہ مجھے بہت اچھے سے ملا ہے۔" وہ بلغ ءر اس کی طرف دیکھے تلخی سے مسکرایا تھا۔

وہ بغیر اس کی مزید کوئی بات سنتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی وہ سسکتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ رفتہ رفتہ اس کی سسکیوں کی آواز بلند ہوتی چلی گئی۔

کوئی مجھے نہیں سمجھتا آپ بھی نہیں۔

وہ روتی ہوئی خود سے شکوہ کناں تھی۔ اس وقت جیسے وہ سب سے خفا تھی۔

ان دونوں کی زندگی میں فاصلہ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ کب سے یہاں سے وہاں ٹہلتا صرف اُس کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔اس کا اداس چہرہ بار باراُس کی آنکھوں میں سامنے آکر اس کادل بوجھل کررہا تھا۔وہ اپنی اس کیفیت پر بُری طرح پریشان تھا۔ایسا اس کے ساتھ پہلی بار ہورہا تھا۔دل بار باراُس پری پیکر کی طرف ہمک رہا تھا۔جب سے اُس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی تب سے ہی دل اُسے ایک بار دیکھنے کو چاہ رہا تھا۔اسے جلد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ محبت کا آکٹوپس اسے بُری طرح جکڑ چکا تھا۔جتنا وہ اس کی ذات کی نفی کر چکا تھا اتنا ہی وہ اس کے دل ودماغ پر چھاتی جارہی تھی۔

بلاآخر وہ ایک نتیجے پر پہنچا وہ اپنے کمرے سے باہر نکلا۔گھڑی کی سوئیاں رات کے تین بجنے کا پتہ دے رہی تھیں۔اس خاموشی میں اس کے قدموں کی چاپ بھی شور پیدا کررہی تھی۔وہ منسا کے کمرے کے باہر رُکا پھر گہرا سانس بھر کر وہ دروازے کی ناب گھما چکا تھا۔کمرے میں اندھیرے نے اس کا استقبال کیا تھا۔اس نے بستر کی طرف دیکھا جہاں وہ اپنی دلکشی کی ساتھ محو استراحت تھی۔وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا تھا۔وہ اس کے نزدیک آکر گھٹنوں کے بل جھکتا بیڈ کے قریب بیٹھ چکا تھا۔

”سوری مائی ڈول!اپنے ہان کو معاف کردو۔بہت دل دکھایا ہے میں نے تمہارا۔“وہ اس کے چہرے سے بال ہٹا سر گوشی نما انداز میں بولا۔وہ اکثر لاڈ میں کبھی اسے ہان تو

کبھی ذی کہہ کر پکارتی تھی۔جب سے ان کا نکاح ہوا تھا اس کی ساری شرارتیں کہی کھو گئی تھیں۔

لیمپ کی مدھم روشنی میں اس نے منسا کے ایک ایک نقوش کو نہارا تھا جس کے چہرے پر آنسو کے مٹے مٹے نشان تھے۔جسے دیکھ اس کا دل مزید اُداس ہوا تھا۔وہ اس کی طرف جھکتا اس کی آنکھوں کو ہونٹوں سے متعبر کر چکا تھا۔

"جانے مجھے کیا ہو رہا ہے۔تمہاری ذرا سے تکلیف بھی برداشت سے باہر ہے پہلے کبھی تو ایسا نہیں ہوا۔یہ جو بھی فیلنگ ہو مگر اب خود سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری کسی بھی تکلیف کا موجب نہیں بنوں گا۔وہ اس کا ماتھا چومتا اُٹھ کھڑا ہوا۔اب اسے دیکھ لیا تھا تو اس تڑپتے دل کو کچھ سکون آ گیا تھا۔وہ جیسے آیا تھا ویسا ہی خاموشی سے واپس چلا گیا۔

منسا اگر جاگ کر اس کے اتنے التفات دیکھتی تو کھڑی کھڑی ہی بے ہوش ہو جاتی۔

اسے بھی جلد ہی معلوم ہونے والا تھا کہ وہ سنجیدہ سا دکھنے والا شخص اس کے سامنے بُری طرح سے ہار گیا تھا۔

ہادیہ کی یونیورسٹی میں داخلہ بند ہونے کی وجہ سے ماہ نور کو کسی اور یونی میں داخلہ لینا پڑا۔اس دوران ہادیہ اور اشعر ایک دوسرے کے نزدیک آ چکے تھے۔دوستی سے

بڑھتے ان کا رشتہ محبت کے بندھن میں بندھ چکا تھا۔ جس کا ان دونوں میں سے کسی نے اظہار نہیں کیا تھا مگر دونوں ایک دوسرے کے جذبات سے بخوبی آگاہ تھے۔ جیسے جیسے یونی مکمل ہونے والی تھی ویسے ویسے ہی ان کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ بالآخر اشعر اس کے سامنے اظہار کر چکا تھا جسے وہ دل و جان سے قبول کر چکی تھی۔ اب ان کا پلان پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اپنے گھر بات کرنے کا تھا۔ مگر وہ دونوں ہی نہیں جانتے تھے کہ قسمت کچھ اور ہی سوچ بیٹھی تھی۔

سب کچھ بالکل پرفیکٹ چل رہا تھا اصل ٹوسٹ تو تب آیا جب ہادیہ کے چچا اپنی فیملی کے ساتھ انگلینڈ سے آئے۔ ان کے چچا کا اکلوتا عیاش بیٹا علی اس پر بُری طرح فدا ہو چکا تھا . ہادیہ نے انکار کی پوری کوشش کی مگر اپنے باپ کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔ وہ دل و جان سے اس رشتے پر راضی تھے۔ بیٹی کی محبت پر بھائی کی محبت غالب آچکی تھی۔ اپنے اس فیصلے پر وہ شاید عمر بھر پچھتانے والے تھے۔

وہ اپنے باپ کی خاطر یہ بے جوڑ رشتہ نبھانے کے لیے بھی تیار ہو چکی تھی۔ دل میں پنپتی اس نئی نئی محبت کو تھپک تھپک کر سُلا چکی تھی۔ یوں وہ علی کے سنگ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر انگلینڈ چلی گئ۔ جب اشعر کو اس کی شادی کی خبر ہوئی وہ بری طرح ٹوٹا تھا۔ وہ اس کی خوشی کی خاطر اس کی زندگی سے دُور ہو گیا۔

دوسری طرف علی ایک شکی مزاج قسم کا انسان تھا وہ سائیکو شخص وقت گزرنے کے ساتھ اپنی اصلیت دکھانے لگا۔اب تو اکثر ہادیہ کے ساتھ مار پیٹ کرنا اس پر الزام لگانا روز کا معمول بن گیا۔وہ چھوٹی سی لڑکی اس کے رویوں سے بری طرح روز بکھرتی تھی۔اپنے بیٹے کے پاگل پن کو جاننے کے باوجود اس کے چچا اسے اس جہنم میں جھونک چکے تھے۔وہ تو جیسے جینے کی اُمنگ ہی چھوڑ چکی تھی۔اس ایک سال میں وہ پاگل شخص اسے ذہنی مریضہ بنا چکا تھا۔اس کی ماں بننے کی خبر بھی اُس پتھر شخص کو موم نہ کر سکی۔ وہ کہتے ہیں نا جو شخص جیسا ہوتا ہے اُسے دوسرے بھی ویسے ہی نظر آتے ہیں۔اُس کا خود کا کردار ویسا تھا اس لیے اُسے ہمیشہ اس میں خامیاں ہی دِکھی۔ڈیلیوری سے پہلے ہی اس کی طبیعت اس قدر بگڑی تھی کہ وہ مردہ بچے کو جنم دے کر خود بھی ان سے روٹھ کر دنیا سے منہ موڑ گئی۔اس کی حالت کے پیش نظر ڈاکٹر اسے خوش رہنے کے لیے کہتے تھے مگر خوشیاں تو جیسے اس سے روٹھ گئی تھی۔اس کی موت کی خبر گھر والوں پر بجلی بن کر گری تھی۔ہادیہ نے خود سے کبھی پاکستان فون نہیں کیا تھا وہ ان سب سے اس قدر ناراض تھی کہ اگر پاکستان سے فون آتا تو وہ صرف ماہ نور سے بات کر کے فون بند کر دیتی تھی۔اگر وہ علی کے سنگ خوش ہوتی تو شاید انہیں معاف بھی کر دیتی مگر اُس کے رویوں نے اس کی ناراضگی مزید بڑھا دی تھی۔

اس کے مردہ وجود کو پاکستان بھیج دیا گیا تھا۔

ماہنور ہچکیوں کے درمیان بمشکل بولی تھی۔وہ ساری کہانی اسے سنا کر جیسے دل کا بوجھ کم کر رہی تھی۔ثناء کے بے حد اصرار پر وہ اپنی زندگی کی یہ تلخ حقیقت اسے بتا گئی۔

"ثناء! تم جانتی ہو بچپن میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم ہر کام ایک ساتھ کریں گے۔پھر جانے کیوں وہ مجھے اتنی جلدے تنہا کر گئی۔"وہ انگلیوں کی پوروں سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

"ماہ نور! ایک بات تو بتاؤ۔اتنا سب ہونے کے بعد بھی تم لوگوں نے اُس جانور کو سزا نہیں دلوائی۔"ثناء کے لہجے میں علی کے لیے واضح نفرت تھی۔

ماہ نور نے گہری سانس لیکر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"جب ہادیہ کی موت ہوئی ہم اس بات سے ناواقف تھے کہ علی کا رویہ اس کے ساتھ اتنا بُرا ہے۔مگر خیر ہم کون ہوتے ہیں کسی کو سزا دینے والے جب وہ پاک ذات اُوپر بیٹھی ہے انصاف کرنے کے لیے۔ہمیں تو ساری حقیقت اس وقت معلوم ہوئی جب اُس انسان کو اس کے کیے کی سزا مل چکی تھی۔دو سال پہلے علی نے کسی لڑکی کو دھوکا دیا تھا جس کا بھائی اس سے بدلہ لے چکا تھا۔اس بدلے کے چکر میں انہیں دو گولیاں لگی تھی ایک سال معذوری کی زندگی گزار کر وہ بھی سسک سسک کر اس دنیا سے چلے

گ ئے۔ علی کی وفات کے بعد چچا جی پاکستان آئے تھے انہوں نے ہی ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کیا تھا وہ چاہ رہے تھے کہ ہم علی بھائی کو معاف کر دیں پہلے تو بابا نے انہیں کہیں دفعہ دھکے دے کر گھر سے نکالا۔ مگر وہ بار بار اپنے بیٹے کی خاطر آتے رہے۔ بلآخر بابا انہیں اللہ کی رضا کے خاطر معاف کر چکے ہیں۔ لیکن وہ خود کو ابھی تک معاف نہیں کر پائے وہ آج بھی خود کو ہادیہ کا گنہگار سمجھتے ہیں۔" ماہ نور نے گہری سانس لیکر آنسو پونچھے تھے جب سامنے نگاہ پڑتے ہی وہ ٹھٹھک گئی تھی۔ جہاں اشعر سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔ وہ اس کی دل کی کیفیت سے بخوبی آگاہ تھی۔ وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے ہٹتا آفس سے ہی باہر نکل گیا۔

ہادیہ نے ایک دو دفعہ اس کا ذکر کیا تھا مگر ماہ نور کی کبھی اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ اس لیے وہ اب تک اس بات سے بے خبر تھی کہ اشعر ہی وہی شخص ہے لیکن جب سے اس نے آفس جوائن کیا تھا اشعر کا پہلی نظر اسے دیکھ کر ٹھٹھکنا اس کے وجود میں کسی اور کو تلاشنا۔ تب سے ہی وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ وہی شخص ہے جسے کبھی ہادیہ نے چاہا تھا۔ وہ آج بھی وہی کھڑا تھا جہاں سے ہادیہ آگے بڑھی تھی۔ وہ آج بھی لاحاصل کے انتظار میں تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایک طرف سے تو یہ بہتر تھا کہ وہ اس حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہے اب اس کے لیے آگے کا سفر کرنا آسان رہے گا۔

کبھی کبھی کچھ نہ جاننے میں ہی بھلائی ہوتی ہے

کچھ چیزوں کی آگاہی انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتی ہے۔

اشعر کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ کاش وہ کبھی اس حقیقت سے آگاہ ہی نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا۔ یہ تلخ حقیقت اسے ناگ کی طرح ڈس رہی تھی۔

اشعر انتہائی غصے میں آفس سے نکلتا گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی بھگا چکا تھا۔ بے مقصد گاڑی سڑکوں پر دوڑاتے ہوئے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے سانس تھم رہی ہو۔ اسے تو ہمیشہ سے یہی لگا تھا کہ وہ بے شک اس سے دُور ہے پر خوش ہے مگر اس چیز کی آگاہی اسے اندر ہی اندر ختم کر رہی تھی۔

"کیوں کیوں ہمیشہ میرے ساتھ ہی یہ کیوں ہوتا ہے؟" وہ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھاتا ہوا بولا۔ وہ شکوہ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر خود بخود دل سے آہ سی نکلی تھی۔

کل سے آئرہ کا کئی دفعہ فون آچکا تھا جو اسے اپنی شادی کے لیے انوائٹ کر چکی تھی مہندی کا فنکشن تو وہ پہلے سے ہی مس کر چکا تھا مگر اس کا آج جانے کا ارادہ تھا۔ مگر اب تو اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم سے رفتہ رفتہ کوئی سانس کھینچ رہا ہو۔

وہ رات سے ہی اس کی باتیں یاد کرتا بُری طرح کڑھ رہا تھا۔ کیا یہ صلہ ملا تھا اسے اتنی سپیس دینے کا۔ اس کی ہر بات کو آگے رکھنے کا۔ اس کی خواہشات کو اس کے کہے بنا پورا کرنے کا۔ کیا ساری عمر یوں ہی اُسے اپنی محبت کا یقین دلاتے ہی گزر جائے گی۔ کیونکہ ایک بات تو طے تھی وہ اسے طلاق تو ہر گز نہیں دے گا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا اُس بیوقوف لڑکی کی عقل ٹھکانے لگا دیتا۔ وہ گھر سے تبھی نکل آیا تھا کیونکہ اسے مصفرہ پر بے تحاشہ غصہ آرہا تھا اسے ڈر تھا کہ کہیں اپنا غصہ اُسی پر ہی نہ اُتار دیتا۔ اس لیے اس نے فی الحال وہاں سے ہٹ جانا ہی ٹھیک سمجھا۔ کچھ دیر تو وہ یونہی بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا پھر اپنی گاڑی ارسم کے گھر کے سامنے رُوک کر اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ ارسم کا گھر سامنے ہی تو تھا اکثر وہ دونوں ذہلے کمرہ شیئر کر چکے تھے اس لیے نہ بغیر کسی سے اجازت لیے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

ارسم سکون سے کمرے میں اندھیرا کیا سو یا تھا وہ اُس کے ساتھ ہی لیٹ گیا تھا۔ اسے معلوم تھا نینداسے کہاآنی تھی۔ سوچوں کا محور وہی تھی جو اسے ہمیشہ دھتکار کر تکلیف میں دھکیل دیتی تھی۔ وہ آنکھیں موند کر لیٹ گیا مگر نیند جیسے رُوٹھ سی گئی تھی۔

وہ کب سے بے چینی سے یہاں وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔ آئرہ کب سے اس کی پیدل مارچ دیکھ رہی تھی اب وہ قدرے جھنجھلا چکی تھی .

"کیا مسئلہ ہے مصفرہ؟ کچھ بتاؤ گی یا یونہی بیوقوفوں کی طرح یہاں سے وہاں گھومتی رہو گی۔" اس کے مسلسل ٹینشن میں گھومنے پر آئرہ کھڑی ہوتی ہوئی چلائی۔

مصفرہ رونے والی شکل بنا کر اس کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔

"آئرہ! میری زندگی میں اتنی تکلیفیں کیوں ہیں؟ کیوں خوشیاں مجھے راس نہیں آتی۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتی آنسو بہاتی ہوئی بولی۔

آئرہ اب صحیح معنی میں پریشان ہو چکی تھی۔ "مصفرہ کچھ بتاؤ گی تو پتہ چلے گا یار۔" آئرہ اس کا ہاتھ تھامتی التجائی لہجے میں بولی۔

"آئرہ! ہارب جی مجھ سے ناراض ہیں۔" وہ ہچکیوں کے درمیان بولی۔

''ضرور تم نے کوئی بیوقوفی کی ہو گی۔اب تم کچھ بتاؤ گی کے ہوا کیا ہے تو ہی میں کچھ مشورہ دے سکوں گی۔'' آئرہ صاف گوئی سے بولی۔

''آئرہ! سارہ آنٹی نہیں چاہتی میں ہارب کے ساتھ رہوں اس لیے میں اُن سے علیحدگی کی ڈیمانڈ کر چکی ہوں۔'' وہ آئرہ کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''بالکل ٹھیک فیصلہ کیا تم نے علیحدگی کا۔'' آئرہ اس کی باتوں کے جواب میں بولی۔

''آئرہ! کیسی باتیں کر رہی ہو؟'' مصفرہ حیران نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔اسے تو لگا تھا وہ اسے ڈانٹے کی مگر یہاں تک سین ہی کچھ اور تھا۔

''میں تو تمہارے فیصلے کہ سراہ رہی ہوں۔'' آئرہ طنز کرتی ہوئی بولی۔

مصفرہ اس کے انداز پر شدت سے رو دی۔

''اب یہ سب چھوڑوں اور مجھے اس فیصلے کے پیچھے کی سہی وجہ بتاؤ۔جہاں تک بات رہی سارہ آنٹی کی اُن کا رویہ تو پہلے دن سے تمہارے ساتھ یوں ہی ہے۔تو میرے خیال سے تو وجہ کچھ اور ہے۔'' آئرہ اس کی طرف دیکھتی پُرسوچ انداز میں بولی۔

آئرہ کے اتنے پُر یقین انداز پر وہ اسے سب بتانے پر راضی ہو چکی تھی۔

''کل شام کبیر کا فون آیا تھا اُس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ہارب کو نہ چھوڑا تو وہ انہیں جان سے مار ڈالے گا۔آئرہ! میں کیسے انہیں اپنی وجہ سے موت کے

منہ میں دھکیل چکی ہوں۔ میں اُن سے محبت کرنے لگی ہوں کیسے اُن کی زندگی ختم ہونے کی وجہ بن سکتی ہوں۔" وو دھیمی آواز میں کل کی فون کال کے متعلق بتاتی چلی گئ جس کے بعد وہ یہ انتہائی فیصلہ لینے پر مجبور ہوئی تھی۔

"یار دل کر رہا ہے تمہارے لیے تالیاں بجاؤں۔ مجھے یقین نہیں تھا میری دوست اتنی عقلمند ہے۔ یار دل کر رہا ان ہاتھوں سے تمہارا اگلہ دبا دوں۔ اب وہ چھچھوندر فیصلہ کرے گا کسی کی زندگی کا۔" آئرہ کا بس نہیں چل رہا تھا اسے دو لگا دے۔

"مجھے پتہ ہے مجھ سے غلطی ہوئی ہے یہی بات مجھے بے چین کیے ہوئے ہے۔ اب میں کیا کروں۔" وہ اس کی باتوں کا غصہ منائے بغیر بولی۔

"حیرت ہے اتنے عظیم کام کرنے والی لڑکی مجھ سے مشورے مانگ رہی ہے۔" آئرہ مزے سے بولی تھی اس کی اُتری ہوئی شکل دیکھ کر اسے اب ہنسی آ رہی تھی۔

"آئرہ! اگر تم نے یونہی طنز کے تیر چلانے ہے تو مجھے بتا دو میں چلی جاؤں یہاں سے۔" اس کی باتیں سُن کر اب وہ دوبدو بولی۔

"میں کیا مشورہ دوں؟ تم اُن سے بات کرنے کی کوشش کرو۔ اُن سے معافی مانگ لو۔" وہ کندھے اچکاتی سادگی کے بولی۔

"معافی تو میں مانگ لوں گی مگر میں نے کل رات سے انہیں نہیں دیکھا۔کیسے بات کروں؟ مجھے پورا یقین ہے وہ میری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتے ہونگے تبھی گھر نہیں آئے۔"اس کے اپنے ہی دکھ تھے۔اس کی باتیں سُن کر وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گئی۔

"جیسا تم سوچ رہی ہو ضروری نہیں ویسا ہی ہو۔کیا پتہ انہیں یہ نہ لگ رہا ہو کہ کہیں تم پھر یہی ذکر نہ چھیڑ لو۔ہر چیز کو نیگیٹو میں لینا ضروری ہے۔اور رہی ہارب بھائی کی بات وہ بارات پر تو ضرور آئیں گے تب بات کر لینا۔اب جا کر تیاری کرو ہمیں پارلر بھی جانا ہے میں منسا کو دیکھتی ہوں۔"وہ اسے تصویر کا دوسرا پہلو دِکھا کر جا چکی تھی۔

پیچھے وہ اکیلی رہ گئی تھی اپنی بے تحاشہ سوچوں کے ساتھ۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ارسم نے آنکھیں مسل کر بیٹھا۔اس کی محبت آج اس کی زندگی میں داخل ہو رہی تھی یہی بات سوچ کر اسے پُر سکون نیند آئی تھی۔آج کے دن کے بارے میں سوچ کر اس کی ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔ابھی وہ مزید اُس پری پیکر کے بارے میں سوچتا جب ساتھ براجمان وجود کی ٹانگ آکر اس کے گود میں پڑی .اس نے حیرانگی سے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں ہارب سکون سے لیٹا نیند کے مزے لے رہا تھا۔جو رات بھر کروٹ بدلتا ابھی کچھ دیر پہلے سویا تھا۔اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے یہ سوچ کر کہ وہ اپنے کمرے

کی بجائے یہاں کیوں تھا۔کل تک تو وہ بے حد خوش نظر آرہا تھا یہ بتاتے ہوئے کہ اُس کے اور مصفرہ کے درمیان سب ٹھیک ہو رہا تھا۔ پھر یہ سب۔

اس نے فی الحال اس کی نیند میں خلل ڈالنا ٹھیک نہ سمجھا اس لیے خاموشی کے اُٹھ کر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔اس کا ارادہ اس کے جاگنے کے بعد اس سے بات کرنے کا تھا۔ان دونوں کی شادی کو کافی دیر ہو چکی تھی اب تک تو سب ٹھیک ہو جانا چاہیے تھے۔کیا پتہ جو وہ سوچ رہا ہو ایسا نہ ہو۔اس نے خود ہی اپنی سوچوں کو جھٹکا۔

بارات کا فنکشن دن کا ہی تھا اس لیے سب صبح سویرے اُٹھتے ہی تیاریوں میں لگ چکے تھے۔

وہ رات بھر صرف منسا کے بارے میں سوچتا رہا تھا وہ اس سے اچھی خاصی ناراض تھی۔ جانے وہ مانے یا نہ۔سب کی زندگیاں اُتھل پُتھل تھی جانے کب ان کی زندگیوں میں ٹھہراؤ آنا تھا۔

رات کو اس کا معصوم چہرہ دیکھنے کے بعد اسے ایک پل بھی سکون کا نصیب نہیں ہوا تھا۔ وہ اب تک اس کے ساتھ اپنا برتا جانے والا رویہ سوچ رہا تھا اسے خود ہی شرمندگی ہوئی تھی کہ وہ اپنے رویے سے اسے خود کے اچھا خاصا متنفر کر چکا تھا۔

وہ بھی صبح جلد ہی اُٹھ گئی تھی اب بھی وہ کب سے ایک زاویے پر بیٹھی اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی کو دیکھ رہی تھی جس کا رنگ بے حد گہرہ آیا تھا۔ سب کا اسے بار بار ذوہان کے حوالے سے چھیڑنا اس کی آنکھیں نم کر گیا تھا اب بھی مہندی کا گہرا رنگ دیکھ کر اس کی آنکھیں بے ساختہ نم ہوئی تھی۔ اپنی دوستوں سے وہ اکثر یہی سُنتی آئی تھی کہ مہندی کا گہرا رنگ شوہر کے محبت کی نشانی ہے۔ یہ بات اس وقت اسے سراسر غلط لگ رہی تھی۔

ایسی باتوں پر اسے شروع سے یقین نہیں تھا اسے یہ محض فضول لگتا تھا مگر اس وقت اسے یہ بات بھی رُلا رہی تھی۔ وہ اپنی بے بسی پر رو رہی تھی جس نے بھی یہ بات کہی تھی ایک دم غلط کہی تھی کیونکہ اس کا شوہر تو اس کی شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتا تھا۔ کجا کہ اس سے عشق، محبت۔ اس یک طرفہ محبت نے اسے پہلے بھی ذلیل کیا تھا اور شاید

آگے بھی کروانے والی تھی۔پہلے توساری بات آمنہ بیگم نے سنبھال لی تھی ساری بات خود پر لیتی وہ اس کی ڈھال بن کر کھڑی تھی۔اسے آمنہ بیگم پر بے حد پیار آتا تھا جو اس کی ماں سے زیادہ اس کے دل کے حال کو سمجھ لیتی تھیں۔جانے وہ کن کن سوچوں کو خود پر حاوی کر رہی تھی اور شاید مزید کرتی جب آئرہ اس کے کمرے کا دروازہ کھولتی اندر آئی۔

"منسا یار! اپنی مہندی کو بعد میں دیکھ لینا ہم جانتے ہیں ذوہان بھائی تم سے بہت محبت کرتے ہیں۔جلدی سی تیاری پکڑو پارلر کے لیے نکلنا ہے۔"وہ ایک ہی جُست میں اس کا ہاتھ تھامتی دلچسپی سے اس کی مہندی کو دیکھتی ہوئی بولی۔

"ہمم! آرہی ہوں آپی۔آپ چلیں۔"وہ اس کی بات پر نظریں چُراتی ہوئی بولی۔

آئرہ اثبات میں سر ہلاتی باہر کی طرف بڑھ گئی۔

دونوں بلڈ ریڈ کلر کے لہنگے میں ملبوس تھی جس کا ڈیزائن ایک دوسرے سے یکسر مختلف تھا۔مگر دونوں ہی ایک سے بڑھ کر ایک لگ رہی تھیں۔مصفرہ بھی نیلے رنگ کی شارٹ شرٹ اور کیپری میں ملبوس تھی جس میں اس کی گوری رنگت مزید دمک

رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ پارلر سے ہوتی ہوئیں میرج ہال کی طرف بڑھ گئ۔ جہاں تقریباً سارے مہمان پہلے سے موجود تھے۔

وہی دوسری طرف ارسم بالکل تیار کھڑا ہارب کے اُداس چہرے کو دیکھتا ہوا پوچھ بیٹھا جو اس کے سامنے خود کو ہشاش بشاش دیکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ہارب! کیا بات ہے کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شیئر کر۔ تو مجھے اُداس لگ رہا ہے۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے؟" وہ فکر مندی سے اسے دیکھتا ہوا بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے ارسم۔ میں بالکل ٹھیک ہوں تو نکلنے کی تیاری کر۔" وہ اسے بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ارسم مزید کچھ کہتا جب انہیں بلانے ان کا کزن آچکا تھا۔ ہارب اس کے کندھے پر ہاتھ ..جماتا اسے لیے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ جہاں ذوہان بھی بالکل تیار کھڑا تھا۔ دونوں کی شیروانی کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف تھا ارسم بلیک کلر کی شیروانی میں ملبوس تھا جو اس کے گورے رنگ پر خوب جچ رہی تھی اس کی آنکھوں میں کچھ پا لینے کی چمک اسے مزید ممتاز بنا رہی تھی۔ دوسری طرف ذوہان سکن کلر کی شیروانی میں ملبوس تھا وہ بھی ارسم سے کم نہیں لگ رہا تھا خوش تو وہ بھی تھا کیونکہ آج منسا مکمل طور پر

اس کے نام جو لکھ دی جانی تھی۔یہ قافلہ جو دو باراتوں پر مشتمل تھا میرج ہال کی طرف بڑھا۔

بارات پوری شان و شوکت کے ساتھ ہال میں پہنچ چکی تھی۔وہاں ان کا بہت اچھے سے استقبال کیا گیا۔دونوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

بڑوں کی باہمی رضامندی سے آئزہ اور ارسم کے دوبارہ نکاح کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولوی صاحب اور گواہان کی موجودگی میں آئزہ ایک دفعہ پھر خود کو اس کے نام کر چکی تھی۔جب ان کا نکاح ہوا تھا بچپن میں دونوں کو ہی وہ کچھ خاص یاد نہ تھا مگر دونوں نے اس دفعہ دل سے ایک دوسرے کو قبول کیا تھا۔من چاہا ہمسفر ہونے کے باوجود اس کا دل جانے کیوں بھر آیا تھا۔شاید یہ فطری عمل تھا۔سب لوگوں کے باہر جاتے ہی لائبہ بیگم اس کے لرزتے وجود کو اپنی آغوش میں لے چکی تھیں۔اسے روتے دیکھ ان کی آنکھیں خود بخود بہنے لگی تھیں۔دونوں کچھ دیر یونہی ساتھ لگی رہیں بلآخر مصفرہ کو آگے آکر انہیں وقت کا احساس دلانا پڑا۔

وقت کی نزاقت کو دیکھتے ہوئے دونوں کو باری باری باہر لایا گیا۔پہلے منسا کزنوں کے جھرمٹ میں سہج سہج کر قدم اُٹھاتی اسٹیج کی طرف بڑھی اس کا چہرہ ڈوپٹے سے ڈھانپا

گیا تھا۔اسٹیج کے نزدیک آتے ذوہان اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ذوہان نے اس کا ہاتھ تھامتے اسٹیج پر چڑھنے میں مدد کی۔ذوہان نے اپنے ہاتھ میں مقید اس کا لرزتا ہاتھ دیکھا۔جو گھبراہٹ سے سرد پڑھ رہا تھا۔اس نے منسا کا ہاتھ سہلا کر اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔اب وہ دونوں آمنے سامنے موجود تھا۔ذوہان آگے بڑھ کر اس کے گھونگھٹ کو اُلٹ چکا تھا۔اسے دیکھ وہ اپنی جگہ منجمد رہ گیا تھا وہ اس کے پسند کیے گئے لہنگے میں اس کی سوچ سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی۔اس کی آنکھیں میں چلتے جوت کچھ اور چمک اُٹھے تھے۔ذوہان اس کی طرف جھکتا اس کے ماتھے پر بوسہ دے چکا تھا۔ منسا نے ذرا کی ذرا نظر اُٹھا کر اسے دیکھا تھا۔جس کی آنکھوں میں الگ ہی چاہت کا جہاں آباد تھا۔وہ اس کی بے باک حرکت پر بری طرح کنفیوز ہوتی پلکوں کی چلمن واپس گرا چکی تھی۔اس کی گرتی اُٹھتی پلکوں کے رقص کو دیکھ وہ اس کے کان کے نزدیک جُھکا تھا۔

"ریلیکس!لٹل گرل۔"وہ اس کی خوبصورت شہد رنگوں آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔

اس کے اس طرح بھرے مجمع میں اس اقدام پر سب نے ہوٹنگ کر کے اس کا ساتھ دیا تھا۔وہ دلکشی سے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔منسا نے ہاتھ چھوڑانے کی بھرپور

کوشش کی تھی۔ مگر نہ چھوڑا سکی کیونکہ وہ اس کی مضبوط گرفت میں قید تھا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے نزدیک ہی بٹھا چکا تھا۔

اس کے بیٹھنے کے بعد آئرہ کو اسٹیج کی طرف لایا گیا۔ وہ ابھی اسٹیج سے کافی دُور تھی جب ارسم اسٹیج سے اُتر کر اس کی طرف بڑھا۔ گھٹنوں کے بل جُھک کر اس کا ہاتھ وہ ہاتھ پھیلا چکا تھا جسے وہ کچھ جھجھکتی ہوئی تھام چکی تھی۔

کبھی یوں بھی آ میرے رُو برو۔۔۔۔۔۔

تجھے پاس پا کے میں رو پڑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے منزلِ عشق پہ ہو یقین۔۔۔۔۔۔۔

تجھے دھڑکنوں میں سُنا کروں۔۔۔۔۔۔

کبھی سجا لوں تجھ کو آنکھوں میں۔۔۔۔۔۔۔

کبھی تسبیحوں پہ پڑھا کروں۔۔۔۔۔۔۔۔

کبھی چوم لوں تیرے ہاتھ کو۔۔۔۔۔۔۔

کبھی تیرے دل میں بسا کروں۔۔۔۔۔۔

اس کی آواز پورے مجمع میں گونج رہی تھی۔ آئرہ تفاخر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو شاید چار سال پہلے کیے گئے اپنے فعل کا مداوا کر رہا تھا۔ اسے آج بھی وہ دن یاد تھا

اُس وقت اس مجمع میں چند لوگ تھے مگر آج پورا خاندان یہاں موجود تھا جس کے سامنے وہ اسے متعبر کر گیا تھا۔آئرہ نے جھلمل کرتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا اس کا ارسم کو ایک موقع دینے کا فیصلہ بالکل درست تھا۔اسے پورا یقین تھا اس کے سنگ زندگی حسین گزرنے والی تھی۔آئرہ نے بھی اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی اس کے اقدام پر ارسم نے محبت بھری نظریں اس کے من موہنے چہرے پر ڈالی تھی۔اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتا وہ اسٹیج کی طرف بڑھ گیا سب نے ستائش سے اس خوبصورت جوڑی کو دیکھا تھا۔لائبہ بیگم اور اور اسد صاحب آئرہ کے خوشی سے کھلتے چہرے کو دیکھ کر ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہارب فون سُننے کی غرض سے ہال ایک سنسان گوشے کی طرف گیا تھا مصفرہ اسے اکیلا دیکھ کر اس کے پیچھے آئی تھی. وہ کال سُن کر مڑا تھا جب وہ انگلیاں چٹخاتی اسی کی طرف متوجہ تھی۔مصفرہ کو اس کی بے نیازی کھل رہی تھی جو کب سے اسے بُری طرح اگنور کر رہا تھا۔ہارب نے سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہا جب وہ اس کے راستے میں حائل ہوئی تھی۔

"ہارب جی! پلیز یہ مت کریں میرے ساتھ میں جانتی ہوں کہ میں نے ہمیشہ آپ کا دل دُکھایا ہے کبھی آپ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہمیشہ اپنی من مانی کی ہے۔اپنی ذات کی خامیوں کا بدلہ میں آپ سے لیتی رہی۔مجھے ہمیشہ یہی لگتا تھا کہ ایک نا ایک دن آپ اپنے اس فیصلے پر پچھتائے گے اور مجھے چھوڑ دیں گے۔ مگر میں غلط تھی۔ایم سوری۔" وہ اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

ہارب نے بے یقینی کی کیفیت سے اسے دیکھا تھا اسے ابھی بھی یہی لگا تھا کہ وہ کل والی بات دُہرائے گی مگر یہ سب اس کی سوچ کے برعکس تھا۔اس کی آخری بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"کتنی دفعہ یقین دلاؤں اپنی محبت کا اور یہ چھوڑنے کی بات کریں ہی مت آپ کو میرے کس فعل سے یہ لگا کہ میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔ایک اور بات میری کان کھول کر سُن لیں کہ ہارب شہریار کبھی بھی اپنے فیصلوں پر پچھتاتا نہیں ہے۔آپ نے بار بار میری محبت پر شک کرکے مجھے بہت مایوس کیا ہے اس چیز کے لیے میں آپ کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔رات والے واقعے پر تو آپ کچھ بولیے ہی مت۔" وہ اسے کندھوں سے تھامتے شدت سے بولا تھا اس کا انداز اس کے غصے میں ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔وہ اسے سائیڈ پر کیے وہاں سے نکلتا چلا گیا . وہ غصے میں بھی اس سے بدتمیزی کے

بارے میں سوچ نہیں سکتا تھا۔منسا بسے خود سے دُور جاتا دیکھ کر ایک دفعہ پھر شدت سے رو دی۔

کچھ دیر بعد رخصتی کا شور اُٹھا دونوں دلہنیں اپنے ہمسفر کے سنگ ایک نئی زندگی کی طرف گامزن ہوئی۔منسا اور آئرہ دونوں ہی رخصتی کے وقت بے حد آبدیدہ تھی۔آئرہ تو لائبہ بیگم اور اسد صاحب کے گلے لگ کر خوب روئی تھی ۔ مگر منسا نے حسرت سے سارہ بیگم کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر اس شادی کو لے کر واضح مخالفت تھی وہ بھی آئرہ کی طرح اپنی ماں کی آغوش میں چھپنا چاہتی تھی۔منسا کو سارہ بیگم کی طرف دیکھتے پاکر ہارب آگے بڑھ کر اسے گلے لگا گیا تھا۔اس وقت ہارب کو اپنی ماں پر شدید غصہ آیا تھا جو اس نازک وقت میں بھی اپنی انا کا پرچم بلند کیے بیٹھی تھی۔وہ منسا کے احساسات کو سمجھ سکتا تھا وہ ایک بھائی ہونے کے ناطے اسے دلاسہ تو دے سکتا تھا ورنہ وہ بھی آگاہ تھا کہ ماں کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔

"گڑیا! چلو شاباش رونا بند کرو آپ کونسا دُور جا رہی ہو ہم اپنے گھر ہی جا رہے ہیں۔"

وہ اسے چُپ کرواتا گاڑی میں ذوہان کے سنگ بیٹھا چکا تھا۔اس حقیقت سے وہ بھی آگاہ

تھا کہ وہ بہت جلد ذوہان کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہونے والی تھی مگر اس وقت وہ اسے ٹینشن فری رکھنا چاہتا تھا۔اس کی آنکھیں خود بار بار نم ہو رہی تھی۔اس کی چھوٹی سی گڑیا آج اتنی بڑی ہو گئی تھی۔ابھی کل کی ہی تو بات تھی کہ وہ بچوں کی طرح اس کے لاڈ اُٹھواتی تھی۔جو بھی تھا اسے پورا یقین تھا کہ ذوہان اس کی گڑیا کو سنبھال لے گا۔

دوسری طرف آئرہ بھی ارسم کے ہمراہ جا چکی تھی۔کچھ دیر پہلے جو ہال مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا وہ بھی اس وقت خالی ہو چکا تھا۔

کچھ دیر بعد ذوہان کی گاڑی ان کے گھر کے سامنے رُکی تھی وہ گاڑی سے اُتر کر گھوم کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔وہ مہمانوں کی موجودگی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام چکی تھی۔وہ اسے لیے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

مختلف رسموں کے بعد اسے ذوہان کے کمرے میں بٹھا دیا گیا تھا۔مصفرہ اور ساری کزنوں کے جانے کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا جو گلاب کے پھولوں سے آراستہ تھا۔اس کا دل یہ سجاوٹ دیکھ کر زور سے دھڑکا تھا۔کچھ دیر پہلے اس کا عمل سوچ کر

اس کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔ جو بھی تھا اس نے ایک بار بھی اپنے سابقہ رویوں کی معافی تک نہیں مانگی تھی تو وہ کیسے اُسے معاف کر دیتی۔ وہ منہ بناتی اپنا لہنگا سنبھال کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا ارادہ اس بھاری لہنگے سے جان چھوڑانے کا تھا۔ ابھی وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہناتی جب دروازہ کھلا تھا اور کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ منسا کا دل اُچھل کر حلق میں آیا تھا۔ اس کے غصے سے بھی وہ اچھے سے آگاہ تھی جب چیزیں اس کی مرضی سے نہیں ہوتی تھی تو اسے بے تحاشہ غصہ آتا تھا۔

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس کا ارادہ بھاگ کر ڈریسنگ رُوم میں گُھس جانے کا تھا۔ اس کا ارادہ جان کر وہ ایک جست میں اس تک پہنچ کر اسے اپنی مضبوط گرفت میں قید کر چکا تھا۔ وہ اس کی گرفت میں پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔

"چھوڑیں مجھے" وہ اس کے کندھے پر مارتی ہوئی چلائی۔

"اچھا میری بات تو سُنو۔" وہ اسے قابو کرتے بے بسی سے بولا۔ جو اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ وہ پہلے سے ہی خود کو تیار کر کے آیا تھا اسے پتہ تھا اس کا ریئکشن کچھ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

"نہیں سُننی مجھے آپ کی کوئی بھی بات۔ چھوڑیے مجھے۔ یا ابھی بھی کوئی بات رہ گئی ہے سُنانے والی۔" وہ اس کی سُننے کے موڈ میں ہر گز نہیں تھی۔

ذوہان نے تنگ آ کر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں مقید کیا تھا۔اس کی کمر پر گرفت مضبوط کر کے اسے اپنی طرف جھٹکا دیا تھا۔منسا نے خفا نظر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ذوہان نے ان نین کٹوروں میں جھانکا تھا۔جب جب وہ انہیں دیکھتا تھا ایک نئے سرے سے ان کا اسیر ہونے لگتا تھا۔یہ انکشاف اس پر کچھ دنوں پہلے ہی ہوا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔

"ائی ایم سوری بیوٹیفل گرل۔جانتا ہوں تمہیں بے حد تنگ کیا۔ہمیشہ کسی اور کا غصہ تم پر نکالا ہے۔پر اب احساس ہونے لگا ہے کہ میں کتنا غلط تھا۔میری جانم تو معصوم سی ہے وہ بے فضول اس پر اپنا غصہ نکالتا رہا۔" ذوہان اس کی بھیگی بھیگی آنکھوں میں دیکھ کر بے چین ہوا تھا۔

اس کی باتوں پر وہ خاموش ہی رہی تھی۔اب تو وہ مزاحمت بھی ترک کر چکی تھی۔بس خاموشی سے سر جُھکا کر آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

"منوّں پلیز! رونا بند کرو۔تم اگر کہو گی تو کان پکڑ کر بھی معافی مانگ لوں گا۔جب جب اس رشتے کو مخلص ہو کر سوچنے لگتا سارہ چچی کچھ نہ کچھ ایسی بات کر دیتی کہ میں تمہیں ان سب کا قصور وار سمجھتا۔اُن کا غصہ ہمیشہ تمہیں باتیں سُنا کر اُتارا ہے۔پر اب

احساس ہوتا ہے کہ اُن میں تمہاری تو غلطی بھی نہیں تھی۔" وہ اس کی بہتی آنکھوں کو چوم کر بولا۔

اس کے منہ سے اپنی ماں کا نام سُن کر ٹھٹھکی تھی۔ یعنی وہ ہر طریقے سے اس رشتے سے ناپسندیدگی ظاہر کر چکی تھیں۔

"میں آپ کو بالکل بھی معاف نہیں کروں گی۔ وجہ جو بھی ہو آپ نے ہمیشہ مجھے باتیں سُنائی ہیں۔ بار بار ڈانٹتے رہے۔" وہ سوں سوں کرتی ہوئی بولی۔

"یار منّوں معاف کر دو۔ سچ میں وعدہ کرتا ہوں اب نہیں ڈانٹوں گا۔" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر بولا۔

"تو! آپ تو اس جاناں سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آپ کو میری معافی کی کیا ضرورت۔" وہ ناک چڑھاتی ہوئی بولی۔

ذوہان نے اُس دن کہے گئے اپنے الفاظ پر لعنت بھیجی تھی۔

"یار میں بکواس کر رہا تھا اور میں نے کب کہا ہے میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ محبت تو میں صرف تم سے کرتا ہوں۔ جانے تم نے ایسا کیا جادو کیا ہے کہ دل صرف اور صرف تمھارے ساتھ کی تمنا کر رہا ہے۔ ان آنکھوں نے ایسا اسیر کیا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی

نظارہ اچھا ہی نہیں لگتا۔جب تمہیں آس پاس دیکھتا ہوں ارد گرد کا ہوش بھولنے لگا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو نظریں کے حصار میں لیتا ہوا بے بسی سے بولا۔

"میری کچھ شرائط ہیں اُس کے بعد سوچوں گی کہ آپ کو معاف کرنا ہے یا نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتی ہوئی بولی۔

"آپ بس حکم کیجئے ملکہ عالیہ۔اس بندہ بشر کو ہر شرائط منظور ہے۔" وہ سر کو ذرا سا خم دیتا ہوا بولا۔

"آپ مجھے ڈانٹیں گے نہیں۔اگر کبھی میری غلطی بھی ہوئی اُس کے بوجوض بھی ہمیشہ مجھ سے پیار سے بات کریں گے۔" وہ پہلی شرط سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

"منظور ہے اور کچھ۔" وہ اس کے من موہنے چہرے کو مسلسل نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے بولا

"دوسری شرط۔آپ مجھے شاپنگ سے نہیں روکیں گے۔تیسری شرط۔مجھے کھانا بنانے کے لیے ہر گز نہیں کہیں گے۔" وہ انگلی پر گنواتی ہوئی بولی۔

"منظور ہے نہیں کہوں گا کھانے بنانے کو اور نہ ہی شاپنگ سے رُوکوں گا۔اب خوش۔" وہ اس کی شرائط پر مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

"چوتھی شرط آپ مجھے پڑھائی کرنے کے لیے نہیں کہیں گے۔" وہ اپنی ساری شرطیں پوری ہونے پر اترا کر بولی۔

"اب تم زیادہ پھیلو مت۔ یہ والی شرط تمہاری ہرگز بھی پوری نہیں ہو گی۔" وہ اسے مصنوعی گھوری سے نوازتا ہوا بولا۔

اس کی آخری بات پر وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

اس کے اظہارِ محبت پر وہ مطمئن سی ہو گئی تھی۔ یہ بات ہی اسے سکون دے گئی تھی کہ اس کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی لڑکی نہیں۔ دل جیسے ہی مطمئن ہوا تھا اب اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تھا وہ اس کے حصار میں قید اس کے بے حد نزدیک کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ شرم سے لال ہوا تھا۔ گال تپتے ہوئے محسوس ہوئے۔ وہ ہلکا سا کسمسائی تھی۔

ذوہان اس کے چہرے پر کھلتے رنگوں کو دیکھ کر مبہوت ہوا تھا۔

"یو آر مائن۔" وہ اس کے کان کے نزدیک جُھکتا شدت سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔

وہ اپنے کان پر اس کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے ذوہان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

ذوہان اسے دیکھ کر ذرا سا مسکرایا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر جھکتا اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

”میری زندگی میں خوش آمدید!“ وہ اس کے کان میں سرگوشیاں کر کے رس گھول رہا تھا۔

وہ اس کی رفتہ رفتہ بڑھتی شدتوں پر سمٹتی چلی گئی۔

بارات پوری شان و شوکت کے ساتھ ہال میں پہنچ چکی تھی۔ وہاں ان کا بہت اچھے سے استقبال کیا گیا۔ دونوں کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

بڑوں کی باہمی رضامندی سے آئرہ اور ارسم کے دوبارہ نکاح کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولوی صاحب اور گواہان کی موجودگی میں آئرہ ایک دفعہ پھر خود کو اس کے نام کر چکی تھی۔ جب ان کا نکاح ہوا تھا بچپن میں دونوں کو ہی وہ کچھ خاص یاد نہ تھا مگر دونوں نے اس دفعہ دل سے ایک دوسرے کو قبول کیا تھا۔ من چاہا ہمسفر ہونے کے باوجود اس کا دل جانے کیوں بھر آیا تھا۔ شاید یہ فطری عمل تھا۔ سب لوگوں کے باہر جاتے ہی لائبہ بیگم اس کے لرزتے وجود کو اپنی آغوش میں لے چکی تھیں۔ اسے روتے دیکھ ان کی آنکھیں خود بخود بہنے لگی تھیں۔ دونوں کچھ دیر یونہی ساتھ لگی رہیں بلآخر مصفرہ کو آگے آکر انہیں وقت کا احساس دلانا پڑا۔

وقت کی نزاقت کو دیکھتے ہوئے دونوں کو باری باری باہر لایا گیا۔پہلے منسا کزنوں کے جھرمٹ میں سہج سہج کر قدم اُٹھاتی اسٹیج کی طرف بڑھی اس کا چہرہ ڈوپٹے سے ڈھانپا گیا تھا۔اسٹیج کے نزدیک آتے ذوہان اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ذوہان نے اس کا ہاتھ تھامتے اسٹیج پر چڑھنے میں مدد کی۔ذوہان نے اپنے ہاتھ میں مقید اس کا لرزتا ہاتھ دیکھا۔جو گھبراہٹ سے سرد پڑھ رہا تھا۔اس نے منسا کا ہاتھ سہلا کر اسے ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔اب وہ دونوں آمنے سامنے موجود تھا۔ذوہان آگے بڑھ کر اس کے گھونگھٹ کو اُلٹ چکا تھا۔اسے دیکھ وہ اپنی جگہ منجمد رہ گیا تھا وہ اس کے پسند کیے گئے لہنگے میں اس کی سوچ سے بڑھ کر حسین لگ رہی تھی۔اس کی آنکھیں میں چلتے جوت کچھ اور چمک اُٹھے تھے۔ذوہان اس کی طرف جھکتا اس کے ماتھے پر بوسہ دے چکا تھا۔ منسا نے ذرا کی ذرا نظر اُٹھا کر اسے دیکھا تھا۔جس کی آنکھوں میں الگ ہی چاہت کا جہاں آباد تھا۔وہ اس کی بے باک حرکت پر بری طرح کنفیوز ہوتی پلکوں کی چلمن واپس گرا چکی تھی۔اس کی گرتی اُٹھتی پلکوں کے رقص کو دیکھ وہ اس کے کان کے نزدیک جھکا تھا۔

"ریلیکس!لٹل گرل۔"وہ اس کی خوبصورت شہد رنگوں آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔

اس کے اس طرح بھرے مجمع میں اس اقدام پر سب نے ہوٹنگ کر کے اس کا ساتھ دیا تھا۔وہ دلکشی سے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام چکا تھا۔منسا نے ہاتھ چھوڑانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ مگر نہ چھوڑا سکی کیونکہ وہ اس کی مضبوط گرفت میں قید تھا۔وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے نزدیک ہی بٹھا چکا تھا۔

اس کے بیٹھنے کے بعد آئرہ کو اسٹیج کی طرف لایا گیا۔وہ ابھی اسٹیج سے کافی دُور تھی جب ارسم اسٹیج سے اُتر کر اس کی طرف بڑھا۔گھٹنوں کے بل جُھک کر اس کا ہاتھ وہ ہاتھ پھیلا چکا تھا جسے وہ کچھ جھجھکتی ہوئی تھام چکی تھی۔

کبھی یوں بھی آ میرے رُوبرو۔۔۔۔۔۔

تجھے پاس پا کے میں رو پڑ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے منزلِ عشق پہ ہو یقین۔۔۔۔۔۔۔

تجھے دھڑکنوں میں سُنا کروں۔۔۔۔۔۔

کبھی سجالوں تجھ کو آنکھوں میں۔۔۔۔۔۔۔

کبھی تسبیحوں پہ پڑھا کروں۔۔۔۔۔۔۔۔

کبھی چوم لوں تیرے ہاتھ کو۔۔۔۔۔۔۔

کبھی تیرے دل میں بسا کروں۔۔۔۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی آواز پورے مجمع میں گونج رہی تھی۔آئرہ تفاخر سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو شاید چار سال پہلے کیے گئے اپنے فعل کا مداوا کر رہا تھا۔اسے آج بھی وہ دن یاد تھا اُس وقت اس مجمع میں چند لوگ تھے مگر آج پورا خاندان یہاں موجود تھا جس کے سامنے وہ اسے متعبر کر گیا تھا۔آئرہ نے جھلمل کرتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا اس کا ارسم کو ایک موقع دینے کا فیصلہ بالکل درست تھا۔اسے پورا یقین تھا اس کے سنگ زندگی حسین گزرنے والی تھی۔آئرہ نے بھی اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی تھی اس کے اقدام پر ارسم نے محبت بھری نظریں اس کے من موہنے چہرے پر ڈالی تھی۔اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتا وہ اسٹیج کی طرف بڑھ گیا سب نے ستائش سے اس خوبصورت جوڑی کو دیکھا تھا۔لائبہ بیگم اور اسد صاحب آئرہ کے خوشی سے کھلتے چہرے کو دیکھ کر ہی مطمئن ہو گئے تھے۔

ہارب فون سُننے کی غرض سے ہال ایک سنسان گوشے کی طرف گیا تھا مصفرہ اسے اکیلا دیکھ کر اس کے پیچھے آئی تھی. وہ کال سُن کر مڑا تھا جب وہ انگلیاں چٹخاتی اسی کی طرف متوجہ تھی۔مصفرہ کو اس کی بے نیازی کھل رہی تھی جو کب سے اسے بُری طرح اگنور

کررہا تھا۔ہارب نے سائیڈ سے ہو کر نکلنا چاہا جب وہ اس کے راستے میں حائل ہوئی تھی۔

"ہارب جی! پلیز یہ مت کریں میرے ساتھ میں جانتی ہوں کہ میں نے ہمیشہ آپ کا دل دُکھایا ہے کبھی آپ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہمیشہ اپنی من مانی کی ہے۔اپنی ذات کی خامیوں کا بدلہ میں آپ سے لیتی رہی۔مجھے ہمیشہ یہی لگتا تھا کہ ایک نا ایک دن آپ اپنے اس فیصلے پر پچھتائے گے اور مجھے چھوڑ دیں گے۔مگر میں غلط تھی۔ایم سوری۔"وہ اس کا ہاتھ تھامتی ہوئی بولی۔

ہارب نے بے یقینی کی کیفیت سے اسے دیکھا تھا اسے ابھی بھی یہی لگا تھا کہ وہ کل والی بات دُہرائے گی مگر یہ سب اس کی سوچ کے برعکس تھا۔اس کی آخری بات پر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"کتنی دفعہ یقین دلاؤں اپنی محبت کا اور یہ چھوڑنے کی بات کریں ہی مت آپ کو میرے کس فعل سے یہ لگا کہ میں آپ کو چھوڑ دوں گا۔ایک اور بات میری کان کھول کر سُن لیں کہ ہارب شہریار کبھی بھی اپنے فیصلوں پر پچھتاتا نہیں ہے۔آپ نے بار بار میری محبت پر شک کر کے مجھے بہت مایوس کیا ہے اس چیز کے لیے میں آپ کو ہرگز معاف نہیں کروں گا۔رات والے واقعے پر تو آپ کچھ بولیے ہی مت۔"وہ اسے

کندھوں سے تھامتے شدت سے بولا تھا اس کا انداز اس کے غصے میں ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔وہ اسے سائیڈ پر کیے وہاں سے نکلتا چلا گیا .وہ غصے میں بھی اس سے بد تمیزی کے بارے میں سوچ نہیں سکتا تھا۔منسا بسے خود سے دُور جاتا دیکھ کر ایک دفعہ پھر شدت سے رو دی۔

کچھ دیر بعد رخصتی کا شور اُٹھا دونوں دلہنیں اپنے ہمسفر کے سنگ ایک نئی زندگی کی طرف گامزن ہوئی۔منسا اور آئرہ دونوں ہی رخصتی کے وقت بے حد آبدیدہ تھی۔آئرہ تو لائبہ بیگم اور اسد صاحب کے گلے لگ کر خوب روئی تھی .مگر منسا نے حسرت سے سارہ بیگم کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر اس شادی کو لے کر واضح مخالفت تھی وہ بھی آئرہ کی طرح اپنی ماں کی آغوش میں چھپنا چاہتی تھی۔منسا کو سارہ بیگم کی طرف دیکھتے پا کر ہارب آگے بڑھ کر اسے گلے لگا گیا تھا۔اس وقت ہارب کو اپنی ماں پر شدید غصہ آیا تھا جو اس نازک وقت میں بھی اپنی انا کا پرچم بلند کیے بیٹھی تھی۔وہ منسا کے احساسات کو سمجھ سکتا تھا وہ ایک بھائی ہونے کے ناطے اسے دلاسہ تو دے سکتا تھا ورنہ وہ بھی آگاہ تھا کہ ماں کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔

"گڑیا! چلو شاباش رونا بند کرو آپ کونسا دُور جا رہی ہو ہم اپنے گھر ہی جا رہے ہیں۔"

وہ اسے چُپ کرواتا گاڑی میں ذوہان کے سنگ بیٹھا چکا تھا۔اس حقیقت سے وہ بھی آگاہ تھا کہ وہ بہت جلد ذوہان کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہونے والی تھی مگر اس وقت وہ اسے ٹینشن فری رکھنا چاہتا تھا۔اس کی آنکھیں خود بار بار نم ہو رہی تھی۔اس کی چھوٹی سی گڑیا آج اتنی بڑی ہو گئی تھی۔ابھی کل کی ہی تو بات تھی کہ وہ بچوں کی طرح اس کے لاڈ اُٹھواتی تھی۔جو بھی تھا اسے پورا یقین تھا کہ ذوہان اس کی گڑیا کو سنبھال لے گا۔

دوسری طرف آئرہ بھی ارسم کے ہمراہ جا چکی تھی۔کچھ دیر پہلے جو ہال مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا وہ بھی اس وقت خالی ہو چکا تھا۔

کچھ دیر بعد ذوہان کی گاڑی ان کے گھر کے سامنے رُکی تھی وہ گاڑی سے اُتر کر گھوم کر اس کی سائیڈ کا دروازہ کھول کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا چکا تھا۔وہ مہمانوں کی موجودگی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام چکی تھی۔وہ اسے لیے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

مختلف رسموں کے بعد اسے ذوہان کے کمرے میں بٹھادیا گیا تھا۔مصفرہ اور ساری کزنوں کے جانے کے بعد اس نے کمرے کا جائزہ لیا جو گلاب کے پھولوں سے آراستہ تھا۔اس کا دل یہ سجاوٹ دیکھ کر زور سے دھڑکا تھا۔کچھ دیر پہلے اس کا عمل سوچ کر اس کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔جو بھی تھا اس نے ایک بار بھی اپنے سابقے رویوں کی معافی تک نہیں مانگی تھی تو وہ کیسے اُسے معاف کردیتی۔وہ منہ بناتی اپنا لہنگا سنبھال کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔اس کا ارادہ اس بھاری لہنگے سے جان چھوڑانے کا تھا۔ابھی وہ اپنی سوچ کو عملی جامہ پہناتی جب دروازہ کھلا تھا اور کوئی اندر داخل ہوا تھا۔منسا کا دل اُچھل کر حلق میں آیا تھا۔اس کے غصے سے بھی وہ اچھے سے آگاہ تھی جب چیزیں اس کی مرضی سے نہیں ہوتی تھی تو اسے بے تحاشہ غصہ آتا تھا۔

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس کا ارادہ بھاگ کر ڈریسنگ رُوم میں گُھس جانے کا تھا۔اس کا ارادہ جان کر وہ ایک جست میں اس تک پہنچ کر اسے اپنی مضبوط گرفت میں قید کرچکا تھا۔وہ اس کی گرفت میں پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔

"چھوڑیں مجھے" وہ اس کے کندھے پر مارتی ہوئی چلائی۔

''اچھا میری بات تو سُنو۔'' وہ اسے قابو کرتے بے بسی سے بولا۔ جو اس کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ وہ پہلے سے ہی خود کو تیار کر کے آیا تھا اسے پتہ تھا اس کا ریئکشن کچھ ایسا ہی ہونے والا ہے۔

''نہیں سُننی مجھے آپ کی کوئی بھی بات۔ چھوڑیے مجھے۔ یا ابھی بھی کوئی بات رہ گئی ہے سُنانے والی۔'' وہ اس کی سُننے کے موڈ میں ہر گز نہیں تھی۔

ذوہان نے تنگ آ کر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں مقید کیا تھا۔ اس کی کمر پر گرفت مضبوط کر کے اسے اپنی طرف جھٹکا دیا تھا۔ منسا نے خفا نظر اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ ذوہان نے ان نین کٹوروں میں جھانکا تھا۔ جب جب وہ انہیں دیکھتا تھا ایک نئے سرے سے ان کا اسیر ہونے لگتا تھا۔ یہ انکشاف اس پر کچھ دنوں پہلے ہی ہوا تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔

''آئی ایم سوری بیوٹیفل گرل۔ جانتا ہوں تمہیں بے حد تنگ کیا۔ ہمیشہ کسی اور کا غصہ تم پر نکالا ہے۔ پر اب احساس ہونے لگا ہے کہ میں کتنا غلط تھا۔ میری جانم تو معصوم سی ہے وہ بے فضول اس پر اپنا غصہ نکالتا رہا۔'' ذوہان اس کی بھیگی بھیگی آنکھوں میں دیکھ کر بے چین ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کی باتوں پر وہ خاموش ہی رہی تھی۔اب تو وہ مزاحمت بھی ترک کر چکی تھی۔بس خاموشی سے سر جُھکا کر آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

"منوّں پلیز! رونا بند کرو۔تم اگر کہو گی تو کان پکڑ کر بھی معافی مانگ لوں گا۔جب جب اس رشتے کو مخلص ہو کر سوچنے لگتا سارہ چچی کچھ نہ کچھ ایسی بات کر دیتی کہ میں تمہیں ان سب کا قصوروار سمجھتا۔اُن کا غصہ ہمیشہ تمہیں باتیں سُنا کر اُتارا ہے۔پر اب احساس ہوتا ہے کہ اُن میں تمہاری تو غلطی بھی نہیں تھی۔" وہ اس کی بہتی آنکھوں کو چوم کر بولا۔

اس کے منہ سے اپنی ماں کا نام سُن کر ٹھٹھکی تھی۔یعنی وہ ہر طریقے سے اس رشتے سے ناپسندیدگی ظاہر کر چکی تھیں۔

"میں آپ کو بالکل بھی معاف نہیں کروں گی۔وجہ جو بھی ہو آپ نے ہمیشہ مجھے باتیں سُنائی ہیں۔بار بار ڈانٹتے رہے۔" وہ سوں سوں کرتی ہوئی بولی۔

"یار منّوں معاف کر دو۔سچ میں وعدہ کرتا ہوں اب نہیں ڈانٹوں گا۔" وہ اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر بولا۔

"نو! آپ تو اس جاناں سے محبت کرتے ہیں۔پھر آپ کو میری معافی کی کیا ضرورت۔" وہ ناک چڑھاتی ہوئی بولی۔

ذوہان نے اُس دن کہے گئے اپنے الفاظ پر لعنت بھیجی تھی۔

"یار میں بکواس کر رہا تھا اور میں نے کب کہا ہے میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ محبت تو میں صرف تم سے کرتا ہوں۔ جانے تم نے ایسا کیا جادو کیا ہے کہ دل صرف اور صرف تمھارے ساتھ کی تمنا کر رہا ہے۔ان آنکھوں نے ایسا اسیر کیا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی نظارہ اچھا ہی نہیں لگتا۔ جب تمہیں آس پاس دیکھتا ہوں ارد گرد کا ہوش بھولنے لگا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو نظریں کے حصار میں لیتا ہوا بے بسی سے بولا۔

"میری کچھ شرائط ہیں اُس کے بعد سوچوں گی کہ آپ کو معاف کرنا ہے یا نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتی ہوئی بولی۔

"آپ بس حکم کیجئے ملکہ عالیہ۔اس بندہ بشر کو ہر شرائط منظور ہے۔" وہ سر کو ذرا سا خم دیتا ہوا بولا۔

"آپ مجھے ڈانٹیں گے نہیں۔اگر کبھی میری غلطی بھی ہوئی اُس کے بوجوض بھی ہمیشہ مجھ سے پیار سے بات کریں گے۔" وہ پہلی شرط سامنے رکھتی ہوئی بولی۔

"منظور ہے اور کچھ۔" وہ اس کے من موہنے چہرے کو مسلسل نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے بولا

"دوسری شرط۔آپ مجھے شاپنگ سے نہیں روکیں گے۔تیسری شرط۔مجھے کھانا بنانے کے لیے ہرگز نہیں کہیں گے۔"وہ انگلی پر گنواتی ہوئی بولی۔

"منظور ہے نہیں کہوں گا کھانے بنانے کو اور نہ ہی شاپنگ سے رُوکوں گا۔اب خوش۔"وہ اس کی شرائط پر مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

"چوتھی شرط آپ مجھے پڑھائی کرنے کے لیے نہیں کہیں گے۔"وہ اپنی ساری شرطیں پوری ہونے پر اترا کر بولی۔

"اب تم زیادہ پھیلو مت۔یہ والی شرط تمہاری ہرگز بھی پوری نہیں ہو گی۔"وہ اسے مصنوعی گھوری سے نوازتا ہوا بولا۔

اس کی آخری بات پر وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

اس کے اظہارِ محبت پر وہ مطمئن سی ہو گئی تھی۔یہ بات ہی اسے سکون دے گئی تھی کہ اس کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی لڑکی نہیں۔دل جیسے ہی مطمئن ہوا تھا اب اسے اپنی پوزیشن کا احساس ہوا تھا وہ اس کے حصار میں قید اس کے بے حد نزدیک کھڑی تھی۔اس کا چہرہ شرم سے لال ہوا تھا۔گال تپتے ہوئے محسوس ہوئے۔وہ ہلکا سا کسمسائی تھی۔

ذوہان اس کے چہرے پر کھلتے رنگوں کو دیکھ کر مبہوت ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

''یو آرمائن۔'' وہ اس کے کان کے نزدیک جُھکتا شدت سے بھرپور لہجے میں بولا تھا۔

وہ اپنے کان پر اس کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔اس نے ذوہان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

ذوہان اسے دیکھ کر ذرا سا مسکرایا تھا۔پھر اس کے چہرے پر جھکتا اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

''میری زندگی میں خوش آمدید!'' وہ اس کے کان میں سرگوشیاں کر کے رس گھول رہا تھا۔

وہ اس کی رفتہ رفتہ بڑھتی شدتوں پر سمٹتی چلی گئی۔

یہ مہندی والی رات کی بات تھی وہ اسے دھمکا کر اب پُرسکون ہوتا گاڑی چلا رہا تھا۔اسے لگا تھا جیسے اس نے چاہا سب ویسا ہی ہوگا وہ ہر چیز پلان کر کے بیٹھا تھا۔اب اس کے ہونٹوں پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔یہ بات سچ تھی وہ مصفرہ کو چھوڑ کر پچھتایا تھا۔نتاشا بالکل اس جیسی تھی خودسر،بدتمیز اور مطلبی۔تبھی وہ اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔

''بس کچھ دن اور ہیں میں تمہیں واپس پالوں گا۔تم تو ہمیشہ سے میری تھی بس میں اپنی غلطی سے تمہیں گنوا دیا مگر خیر غلطیاں بھی انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔'' وہ مصفرہ کے

تصور سے ہم کلام ہوتا ہوا بولا۔اس کے چہرے پر شاطرانہ سی مسکراہٹ تھی۔وہ اپنی سوچوں کے تانے بانے بُننے میں مصروف تھا کہ سامنے سے آتی تیز رفتار کار کو نہ دیکھ پایا۔جو اس سے بُری طرح ٹکرا چکی تھی۔وہ گاڑی کا توازن برقرار نہ رکھ پایا اور بُری طرح اس حادثے کا شکار ہو چکا تھا۔رفتہ رفتہ لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے۔وقت بُری طرح اس کے ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا تھا۔

چھ ماہ بعد

کالے رنگ کی کار ایک جھٹکے سے آکر قبرستان کے سامنے رُکی۔اندر بیٹھے دونوں وجود نے کرب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا چاہے وہ زندگی میں کتنا آگے بڑھ جاتے مگر ان کی زندگی میں یہ خلیج ہمیشہ رہنا تھا۔

اشعر اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آیا اتنی دیر میں وہ اپنے تاثرات پر کنٹرول کر چکا تھا۔اس نے آکر ماہ نور کی سائیڈ کا دروازہ کھولا پھر اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام چکا تھا۔ اس کے لمس میں ایک طمانیت تھی۔وہ اس کو مسکرا کر دیکھتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔وہ دونوں ہادیہ کی قبر پر آئے تھے۔ماہ نور آج کافی دیر بعد یہاں آئی تھی وہ جب جب یہاں

آتی تھی خود پر سے کنٹرول کھونے لگتی تھی اپنی جان سے عزیز بہن کو یوں منوں مٹی تلے سوئے دیکھ کر۔

اب بھی سامنے اس کی قبر کو دیکھ اس کے آنکھوں سے موتی لڑیوں کی صورت بہنے لگے تھے۔اس کے لرزتے وجود کو وہ اپنے حصار میں لے چکا تھا۔ تقریباً تین ماہ قبل وہ رشتہ نکاح کے پاک بندھن میں بندھ چکے تھے۔اشعر کو اس کے چہرے میں ہادیہ کا چہرہ دکھتا تھا وہ اس کے وجود میں اُسے تلاش کرنے لگا تھا۔کچھ سوچتے ہوئے وہ ماہ نور کے گھر رشتہ بھیج چکا تھا۔

پہلے ماہ نور اس رشتے کے لیے ہر گز تیار نہیں تھی اُسے لگتا تھا یہ جگہ صرف ہادیہ کی ہے اور وہ اس کی کسی بھی چیز پر قبضہ جمانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی یہ تو پھر جیتے جاگتے وجود کا سوال تھا مگر سب کے سمجھانے کے بعد وہ اس رشتے پر راضی ہو چکی تھی۔ تین ماہ سے دونوں ساتھ تھے۔اشعر جو پہلے اس کے وجود میں ہادیہ کو تلاشتا تھا۔ رفتہ رفتہ ماہ نور کے رویے سے اس کے دل میں اس کے لیے علیحدہ جگہ بن چکی تھی. اسے ماہ نور کی عادت ہو چکی تھی۔اس لیے وہ ماہ نور کو ایک ہفتے کی اجازت دینے کے بعد دو دنوں میں ہی بُری طرح جھنجھلا چکا تھا۔اس لیے وہ اسے فون پر اسے اپنے آنے کی اطلاع دے چکا تھا۔

ماہ نور ایک ہفتے کی اجازت لیکر اپنے گھر گئی تھی مگر اشعر دو دنوں بعد ہی اسے لینے آ چکا تھا۔اس کے اصرار پر وہ اسے یہاں لایا تھا۔

"چلیں۔" وہ اس کا رو یا رو یا گلابی چہرہ دیکھ کر بولا۔

ماہ نور نے محض اثبات میں سر ہلایا تھا۔ماہ نور نے مسرور سی نظر اپنے ہمسفر پر ڈالی تھی جو اسے کسی آبگینے کی طرح سنبھال سنبھال کر رکھتا تھا۔وہ مطمئن ہو کر اس کے کندھے پر سر رکھ چکی تھی۔

اشعر نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا تھا جو اسے کچھ وقت میں ہی بے حد عزیز ہو چکی تھی۔نکاح کے بندھن میں واقعی ہی اتنی طاقت ہوتی ہے کہ دو اجنبیوں کو ایک دوسرے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔

اس نے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا جہاں اس کی محبوب بیوی ناراض سی بیٹھی تھی۔

"منوں! میری جان آ گئی یونیورسٹی سے۔" وہ مسکرا کر پوچھتا اس کے قریب ہی بیٹھ چکا تھا۔مگر دوسری طرف نو لفٹ کا بورڈ دیکھ کر اس نے گہرا سانس بھرا۔

"اچھا میری طرف تو دیکھو میری جان جب تک بتاؤ گی نہیں تو کیسے پتہ چلے گا کہ ہوا کیا ہے۔" وہ اسے پچکارتا ہوا بولا۔

"سب پتہ ہے آپ کو۔" دوسری طرف سے روٹھی روٹھی سی آواز آئی تھی۔

"اچھا نا یار معاف کر دو۔ اب سے لیٹ نہیں آؤں گا۔" وہ کان پکڑتے ہوئے بولا۔

ذوہان اور منسا شادی کے کچھ عرصے بعد ہی وہ مری دوبارہ شفٹ ہو گئے تھے۔ منسا کی یونی بھی یہی شروع ہو گئی تھی . پچھلے کچھ دنوں سے ذوہان آفس کے کام کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی دیر سے آ رہا تھا منسا اکیلی رہ رہ کر بور ہو گئی تھی . کل تو وہ سب کو یاد کر کے بے تحاشہ روئی تھی۔ ذوہان اسے یوں دیکھ کر پریشان ہو چکا تھا۔ آج اسی لیے وہ اس کے یونی سے آنے سے پہلے ہی گھر موجود تھا اب بیٹھا وہ اسے منانے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"اچھا بات تو سُنو۔ میں وعدہ کرتا ہوں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ اور تمہارے سمسٹر کے ختم ہوتے ہی ہم گھر چلے گے۔" وہ اسے رُوبرو کرتا ہوا بولا۔

"پکا" وہ شاید یقین دہانی چاہتی تھی۔

ذوہان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ اس کے گرد بازو باندھتا اسے خود سے لگا چکا تھا۔

"آپ کو پتہ ہے کل میں کتنا ڈر گئی تھی۔ میں اکیلی تھی اوپر سے لائٹ بھی چلی گئی تھی۔" وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی۔

"سوری جانم! مجھے احساس ہونا چاہیئے تھا ساری میری غلطی ہے آگے سے ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" وہ اس کے بالوں پر بوسہ دیتا ہوا بولا۔

منسا طمانیت سے اس کے سینے سے لگی مسکرا دی۔ شادی کے بعد شاید ہی کوئی ایسا لمحہ آیا ہو جس میں کبھی ذوہان نے اسے ڈانٹا ہو اُس کا انداز ہمیشہ محبت بھرا ہی ہوتا تھا۔ وہ اپنی ماما سے ناراض تھی جو انہوں نے کیا ان سب پر۔ مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر وہ اپنی غلطی تسلیم کر لیں گی تو وہ اُن سے ناراض نہیں رہے گی۔

وہ بستر پر بیٹھا کچھ دنوں پہلے ماہ نور سے ہوئی اپنی ملاقات یاد کر رہا تھا جو اشعر کے سنگ یہاں سب سے ملنے آئی تھی اسے اشعر کے ساتھ خوش دیکھ کر اسے کچھ سکون ہوا تھا۔ پہلے تو وہ اسے سامنے دیکھ کر گھبرائی تھی وہ اس کی توقع یہاں ہرگز نہیں کر رہی تھی۔ لیکن جب ہارب نے اُس سے معافی مانگی تو وہ اسے اپنے اللہ کی خاطر معاف کر چکی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ اپنی سوچوں کو جھٹکتا سامنے متوجہ ہوا جہاں اس کی زندگی کھوئی کھوئی سی اندر داخل ہوئی۔اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں بچھی تھی۔ہارب نے اپنے سارے حواس اس کی طرف متوجہ کیے۔

"دھیان سے مصفرہ!" وہ ایک ہی جست میں بیڈ سے اُترتا اس کی طرف بڑھا جس کا پاؤں صُوفے سے بُری طرح ٹکرایا تھا۔

"کہاں دھیان ہے تمہارا دیکھو لگ گئی ناچوٹ۔" وہ فکر مندی سے اسے تھامتا ہوا بولا۔

"نہیں زیادہ نہیں لگی آپ ٹینشن نہ لیں۔" وہ اسے تسلی دیتے لہجے میں بولی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا کیا کروں۔اُس انسان نے مجھے اتنی تکلیفیں دی ہیں میں کیوں معاف کروں اُسے میرا دل نہیں مان رہا۔" پچھلے دو دنوں سے اس کے چچا چچی اس کی طرف آرہے تھے کبیر کی طرف سے معافی مانگنے۔اُس ایکسیڈینٹ میں وہ ہمیشہ کے لیے معذور ہو چکا تھا مگر پھر بھی مصفرہ کا کوئی ارادہ نہیں تھا اسے معاف کرنے کا۔

"میں یہ نہیں کہتا اُسے ابھی معاف کرو جو تمہارا دل کہہ رہا ہے وہ کرو۔ابھی تم اُسے معاف نہیں کرنا چاہتی مگر جب تمہیں لگا تم اُسے معاف کر سکتی ہو تب معاف کرنا۔تم پر کوئی زبردستی نہیں۔" وہ اس کا گال تھپتھپاتا ہوا بولا۔

مصفرہ نے سمجھتے ہوئے محض اثبات میں سر ہلایا۔

وہ کب سے یہاں سے وہاں ٹہلتی بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔اس کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی تھی جب وہ دبے پاؤں چلتا اندر آیا تھا۔یہ بھی ڈر تھا کہ گھر والے اُٹھ کر ان کے کارنامے نہ دیکھ لیں

"کتنی دیر لگادی۔"وہ بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہوئی اس کے ہاتھ میں موجود شاپر اچک چکی تھی۔

ارسم نے افسوس سے اس کی حرکت ملاحظہ کی۔

"دیر کی بچی رات کے دو بج رہے ہیں اور ساری مارکیٹ بند ہو چکی ہے۔بڑی مشکل سے ساری دُکانیں گھوم کر پھر تمہارے لیے یہ گول گپے ملیں ہیں۔"وہ آنکھیں دکھاتا ہوا بولا۔

جب سے ان کے گھر ایک ن ئے مہمان کی آمد کا پتہ چلا تھا ارسم اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا۔اس کی چھوٹی چھوٹی خواہش بغیر کہے پوری کر رہا تھا۔اب بھی محترمہ اسے سوتے ہوئے کو اُٹھا کر کچھ چٹ پٹا لانے کو بھیج چکی تھی۔اب وہ مزے سے بیٹھی گول گپوں سے انصاف کر رہی تھی۔ارسم نے محبت سے اسے دیکھا تھا۔پھر اس کا گال تھپتھپاتا

سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔وہ دونوں ایک ساتھ بہت خوش تھے۔اس کی چاہت کو منزل مل ہی گئی تھی

****

❤ ختم شدہ ❤

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔

ہمیں اپنی ویب نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگرآپ ہماری ویب پراپناناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کرواناچاہیں تواردو میں ٹائپ کرکے مندرجہ ذیل ذرائع کااستعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندراندر ویب پر پوسٹ کردی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کااستعمال کرسکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیوایرا میگزین